Aqaid-e-Jafria 3

By

Alama Muhammad Ali
Naqshbandi

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۹۵	حوالہ ۱۹ :	۱۹۸
۹۶	قرآن میں کمی بیشی ہو چکی ہے۔ (امام باقر)	
۹۷	حوالہ ۲۰ :	۱۹۹
۹۸	اگر قرآن اصل کے مطابق پڑھا جاتا تو کبھی دو آدمی بھی نہ لڑتے۔	
۹۹	حوالہ ۲۱ :	۲۰۰
۱۰۰	اصلی قرآن میں ائمہ اہل بیت کے نام تھے۔ (امام جعفر)	
۱۰۱	حوالہ ۲۲ :	۲۰۱
۱۰۲	بروز قیامت قرآن اپنی تحریف کی شکایت کرے گا	
۱۰۳	حوالہ ۲۳ :	۲۰۲
۱۰۴	اگر منافقوں کو کچھ اور آیات کا پتہ چلتا تو وہ اسے بھی نکال دیتے مگر اللہ کو منظور نہ تھا۔ (حضرت علی)	
۱۰۵	حوالہ ۲۴ :	۲۰۳
۱۰۶	منافقین جہالت کی بناء پر بعض آیات کو نہ نکال سکے۔	
۱۰۷	حوالہ ۲۵ :	۲۰۴
۱۰۸	تقیہ مانع نہ ہوتا تو میں نکالی گئی تمام آیات کی نشاندہی کر دیتا۔ (حضرت علی)	
۱۰۹	حوالہ ۲۶ :	۲۰۵
۱۱۰	تحریف قرآن کا انکار ناقابل معافی جرم ہے۔ (نعمت اللہ جزائری)	

باب اول

کلمہ اسلام

اور

کلمہ اہل تشیع

باب

کلمہ توحید ایک ایسا امر اور فرقان یقین ہے کہ جس کی وجہ سے ایک مسلمان اور کافر کے مابین خط امتیاز کھینچ جاتا ہے۔ اس کی تصدیق اور اقرار نہ ہو۔ تو ایسا شخص کبھی بھی دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب ہم اس اہم چیز میں عقائد شیعہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان کی کتب سے اس بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس میں بھی تغیر و تبدل ملتا ہے۔ جس طرح کہ ارکان اسلام میں ان سے تغیر و تبدل ثابت اور ان کے عقائد کی اساس ہے۔ اسی طرح انہوں نے دیگر ارکان اسلام یعنی نماز روزہ وغیرہ میں بھی کوئی طریقہ اپنایا ہے۔ یہ سب نیا اختیار ان اہل تشیع نے از خود کیے۔ لیکن اس پر طرہ یہ ہوا کہ ان کو محض اہل بیت کا نام دیا گیا۔ اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہی مسلک و مذہب ہمارے ائمہ اہل بیت کا ہے۔ اہل سنت کو یہ کہہ کر بدنام کرتے ہیں کہ تمہاری شریعت تو ایک کافر کے دیے ہوئے ہے، نعمان بن ثابت کی خود کردہ ہے۔ اور دعوت دیتے ہیں کہ اسے چھوڑ دو۔ اگر کل قیامت میں نجات کے خواہش مند ہو تو اس مسلک کو تھام لو جو اہل بیت رضوان اللہ علیہم کا ہے۔ ورنہ تمہارا نجات نا ممکن ہے۔

کے وصی بلا فصل ہونے کا اقرار و اعتقاد نہیں رکھتا۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے اس کلمۂ توحید کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ صرف ایک بات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ اس امت کے اولین مومن و مسلم تھے۔ کیا ان میں سے کسی نے اس کلمہ توحید (جو کہ اہل تشیع کا ہے) کا اقرار و اعتقاد کیا تھا؟ اگر جواب میں ہاں ہو۔ تو اس کی نشاندہی و دلیل ضروری ہے۔ اور اگر جواب نفی میں ہو۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ تو پھر تمام صحابہ کرام کے ایمان و اسلام کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟

اگر واقعی اس کلمہ شیعی کی کوئی بنیاد ہوتی۔ اور اس کی کوئی اصل ہوتی۔ تو پھر ایک بین الاقوامی شہرت کا حامل ہوتا۔ اور ہر کتاب میں اسی کا تذکرہ ہوتا۔ لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ کتب اہل سنت میں تو اس کا نام و نشان تک نہیں۔ لیکن اہل تشیع کی جس کتاب میں یہ الفاظ درج کر دیئے تھے۔ اس سے بھی اب نکال باہر کر دیئے گئے۔ جس سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ کلمہ خود ان کے ہاں ان کے لیے درد سر بن چکا ہے۔ اب ہم اسی ضمن میں یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ خود اہل تشیع کی کتب بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ کہ فلاح و نجات و ایمان و اسلام اسی کلمہ سے وابستہ ہے جو اہل سنت و جماعت کا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کلمۂ اہل سنت پر ہی اسلام کا دارو مدار ہے

مجالس المؤمنین:

اول آنکہ اسلام عبارت است از اصل شہادتین۔ شہادت وحدانیت و شہادت رسالت .... و با اینکہ ہر یک از کلمات اول المراد باقر[1]

محمد رسول اللہ - دوازدہ حرف است۔

(مجالس المومنین جلد اول صفحہ ۲۰

در کتب معتبر شیعہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

قول یہ کہ اسلام کا دارومدار دو گواہیوں کی اصل پر ہے۔ یعنی پہلی گواہی کہ اس بات کا اقرار کیا جائے وحدہ لا شریک ہے اور دوسری گواہی یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ سو یہ کہ ان دونوں گواہیوں کے لیے استعمال شدہ الفاظ کی تعداد بالکل برابر ہے یعنی توحید لا الہ الا اللہ اور رسالت محمد رسول اللہ کے بارہ بارہ حروف ہیں۔

ہر عاقل و بالغ پر وہ کلمہ اہل سنت والا کا اعتقاد رکھنا ہی فرض ہے

مجالس المومنین:

اعلم انہ لا شک ان المبنی فی الشہادتین اعلی کما یجب رعایتہ علی المکلف حروف ترجمۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(مجالس المومنین جلد دوم ص ۲۰۸

کتاب در رسائل خواجہ طوسی،

مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اے نیک، قابل عزت اور پیارے بھائی! کسی عاقل بالغ پر کم از کم اس بات کا اعتقاد بہت ضروری اور واجب ہے۔ کہ وہ ولا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ میں مذکور مفہوم پر اعتقاد رکھتا ہو

اسی کلمہ کی ادائیگی سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے

توضیح المسائل:

اگر کافر شہادتین بگوید اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد ا رسول اللہ مسلمان می شود۔

(توضیح المسائل ص ۱۴ مسئلہ ۲۰۰ اسلام مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

اگر کوئی کافر شہادتین کا اقرار کرلے یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد ا رسول اللہ پڑھ لے۔ تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

بروز حشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جھنڈا پر یہی کلمہ تحریر ہوگا۔

کشف الغمہ:

وَيُدْفَعُ اِلَيْكَ لِوَائِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَطُوْلُهٗ

مَسِيْرَةُ أَلْفِ سَنَةٍ سِنَانُهُ يَاقُوْتَةٌ حَمْرَاءُ
قَضِيْبُهُ فِضَّةٌ بَيْضَاءُ وَزُجُّهُ دُرَّةٌ
خَضْرَاءُ لَهُ ثَلَاثُ ذَوَائِبَ مِنْ نُوْرٍ ذُؤَابَةٌ
فِي الْمَشْرِقِ وَذُؤَابَةٌ فِي الْمَغْرِبِ وَالثَّالِثَةُ
وَسَطَ الدُّنْيَا مَكْتُوْبٌ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَسْطُرٍ
الْأَوَّلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالثَّانِيْ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالثَّالِثُ لَا إِلٰهَ إِلَّا
اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ طُوْلُ كُلِّ سَطْرٍ مَسِيْرَةُ
أَلْفِ سَنَةٍ۔

(کشف الترقی سرور ۱۳ الاطہر جلد اول
ص ۲۹۵/ رقی انہ اقرب الناس
برسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم۔ مطبوعہ مرتضویہ جدیدہ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا بروز حشر
تمہیں میرا جھنڈا عطا کیا جائے گا۔ اس کی لمبائی ایک ہزار سال چلنے
کی مسافت کے برابر ہوگی۔ اس جھنڈے کا بالائی سرا
سرخ یاقوت کا بنا ہوگا۔ اس کی لکڑی (بانس) سفید چاندی کی ہوگی۔ اس کا
پیکان سبز موتی کا ہوگا۔ اس کی تین شاخیں نور کی ہوں گی۔
ایک شاخ مشرق دوسری مغرب اور تیسری دنیا کے درمیان ہوگی۔
اس جھنڈے پر تین سطریں تحریر ہیں۔ ایک سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسری پر الحمد للہ رب العالمین اور تیسری پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر ہے۔ ان میں سے ہر ایک سطر کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسی کلمہ کو پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے

فروع کافی : کتاب الروضہ

من لا یحضرہ الفقیہ ۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ خود ان کی زبان سے یوں بیان کرتا ہے۔ کہ جب میں (ابوذر) مکہ میں پہنچا۔ تو میں نے ابوطالب سے ملاقات کی۔ تو ان سے جب میں نے اپنا مقصد بیان کیا۔ تو انہوں نے مجھے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا۔ تو جب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تم کس لیے آئے ہو۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان سے تمہیں کیا کام ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں ان پر ایمان لانا چاہتا ہوں۔ اور ان کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ اور جو مجھے حکم دیں گے۔ میں اس کی اتباع کروں گا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو شہادت دیتا ہے۔ اس بات کی۔ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔ تو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کہا۔ کہ میں نے شہادت

دی۔ تو انہوں نے پھر مجھے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اور انہوں نے بھی مجھ سے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح سوال و جواب کیے۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ و رسولہ۔ تو میں نے کہا۔ شھدت یعنی میں نے گواہی دی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے حضرت علی کے پاس بھیج دیا۔ تو ان سے بھی میری امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی سی بات ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ۔ تو میں نے کہا شھدت اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ تو جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ اور میں نے سلام عرض کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ تو آپ نے مجھے فرمایا کس لیے آئے ہو تو میں نے عرض کی۔ کہ تم میں نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ تمہیں ان سے کیا کام ہے۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میں ان پر ایمان لانا چاہتا ہوں۔ اور ان کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیں گے مگر میں ان کی اطاعت کروں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ تو میں نے کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ

(۱۔ فروع کافی جلد ۸ کتاب الروضہ ص۲۹۴ حدیث

سلام ابو ذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد دوم ص۶۰۸ باب ششم در حال

ابو ذر غفاری مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

لمحۂ فکریہ:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے جو کتب شیعہ میں سے مذکور ہوا۔ صاف صاف معلوم ہو گیا۔ کہ اگر کسی غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کی نوبت آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ، جناب امیر حمزہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہم نے انہیں وہی کلمہ پڑھنے اور گواہی دینے کو کہا جو اہل سنت وجماعت کا کلمہ ہے۔ جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ توحید دوسروں کو سکھایا۔ اور ان سے پڑھوایا اور حضرات صحابہ کرام نے اسی کو اپنایا۔ تو پھر اس کی صداقت میں کون شک کر سکتا ہے۔ بلکہ یہی کلمہ کلمہ حق ٹھہرا۔ تو وہ کلمہ جو اہل تشیع نے گھڑ رکھا ہے۔ وہ یکسر غلط اور باطل ہے۔ لہذا شیعہ لوگوں سے میری درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے ذاکرین واعظین کو اپنی کتابوں کی یہ عبارت دکھلائیں۔ اور انہیں تلقین کریں۔ کہ وہ خود بھی کلمہ توحید کے بارے میں انہی کلمات کی اتباع کریں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی انہی الفاظ کو اپنایا۔ اور دوسروں کو بھی اس کی اتباع کرنے کو کہیں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی باعث نجات ہوگی۔ نہ کہ ان ذاکرین و واعظین کی۔ جن کی تقریر کا الگ سے کلمہ آتا ہے۔ تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ یہ لوگ ان کو یہیں ساتھ چھوڑ جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہی شفاعت فرمائیں گے۔ جو آپ کی اتباع کرتے رہے ہوں گے

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بہشتی جھنڈوں پر بھی کلمہ اہل سنت تحریر ہے

حیوٰۃ القلوب:

و علم سبز را بر کوہ قاف نصب کرد و بر آں علم بسفیدی دو سطر نوشتہ بود لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(حیوٰۃ القلوب جلد دوم ص ۴۰
باب سوم تاریخ ولادت آنحضرت
در مراتب معجزات مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

ترجمہ:

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے چار جھنڈے لے کر آئے۔ ان میں سے (سبز جھنڈے کو کوہ قاف پر گاڑ دیا۔ اور اس جھنڈے پر سفید رنگ کی دو سطروں میں یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ پہلی سطر لا الٰہ الا اللہ اور دوسری سطر میں محمد رسول اللہ۔

حیوٰۃ القلوب:

در میان دو دیدہ اش نوشتہ است کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ

لاشریک لہ محمد رسول اللہ

(حیات القلوب جلد دوم ص ۴۴۲
باب پنجم در بیان مناقب فضائل
و خصائص آنحضرت، مطبوعہ لکھنو
طبع قدیم)

ترجمہ:

پاک کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ الفاظ تحریر تھے۔ لا الہ
الا اللہ وحدہ لاشریک لہ محمد رسول اللہ۔ (اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ
کے رسول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان بھی اسی کلمہ کی مہر لگی تھی۔

حیوۃ القلوب:

ودیگر چوں زور در آدم بیدش تمتع گرفتہ از کیا سرائیل مہر سپیدی
آمدہ کرد او در سطر نوشتہ بود۔ لا الہ الا محمد رسول اللہ
پس آں را مہر ساخت درمیان دو کتف آنحضرت گذاشت ۔ نقش گرفت۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۳۱
باب چہارم حالات آنحضرت قبل از بعثت
کا بعثت مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

السلام علیک یا محمد السلام علیک یا احمد السلام علیک
یا حامد السلام علیک یا محمود ۔ اماماں کے سلامی کلمات ہیں
ایک کلمہ میں بھی آپ پر سلامتی ہوا ہے اور یہ اول قرآن کے الگ
یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قرآن سے الگ

اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن
وہ کلمہ اہل سنت کا ہی ہے

اصول کافی:

عَنْ عَجْلَانَ اَبِيْ صَالِحٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْقِفْنِيْ عَلٰى حُدُوْدِ الْاِيْمَانِ فَقَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَالْاِقْرَارُ بِمَا جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَصَلٰوةُ الْخَمْسِ وَاَدَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَحَجُّ الْبَيْتِ۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۱۸
کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اس وقت جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم عنصری میں ابھی روح نہ ڈالی گئی تھی حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک پتھر لے کر آئے۔ جس میں ایک سطر کے اندر لا الہ الا اللہ اور دوسری میں محمد رسول اللہ کے الفاظ تحریر تھے۔ پھر اس پتھر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا گیا۔ یہاں تک کہ الفاظ آپ کے جسم اقدس پر نقش ہو گئے

جنگلات اور پہاڑوں نے بھی یہی کلمہ پڑھا

حیوۃ القلوب:

بہر سنگ و کلوخ کہ میگذشت بآواز بلند ندا میکردند کہ السلام علیک یا محمد السلام علیک یا احمد السلام علیک یا حامد السلام علیک یا محمود السلام علیک یا صاحب القول الحق العدل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۲۹ باب چہارم حالات آنحضرت از ولادت تا بعثت مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن کی زندگی میں جب کسی پتھر یا ڈھیلے کے پاس سے گزرتے تو وہ بآواز بلند آپ کو یوں سلام کرتے۔

ترجمہ:

عجلان ابی صالح سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ آپ مجھے ایمان کی حدود بتلائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک حد یہ ہے۔ کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ اقرار کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے وہ برحق ہے۔ اور پانچوں نمازیں، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان المبارک کے روزے اور حج بیت اللہ یہ سب ایمان کی حدود ہیں۔

ملک الموت جان کنی کے وقت امی کلمہ کی تلقین کرتا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ..... وَ مَلَكُ الْمَوْتِ يَدْفَعُ الشَّيْطَانَ عَنِ الْمُحَافِظِ عَلَى الصَّلَوَاتِ وَيُلَقِّنُهُ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ تِلْكَ الْحَالَةِ الْعَظِيْمَةِ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۲ فی غسل المیت مطبوعہ تہران طبع قدیم)

(۲۔ ۔۔ ۔۔ ص ۴۳ فی احتضار المومن وتبعین ۔۔۔ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ جو شخص زندگی بھر نماز پڑھتا رہا۔ بوقت مرگ حضرت ملک الموت اس سے شیطان کو دور بھگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہی تلقین کرتا ہے۔ کہ لاالہ اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دو۔

اہل سنت کا کلمہ ہی اللہ کے نور میں لے جاتا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ فِيْ نُوْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الْاَعْظَمِ مَنْ كَانَ عِصْمَةُ اَمْرِهٖ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَنْ اِذَا اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ قَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَمَنْ اِذَا اَصَابَ خَيْرًا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَمَنْ اِذَا اَصَابَ خَطِيْئَةً قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۔۔
فی التعزیۃ والجزع عند
المصیبۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۔۔
فی العزاء والصبر عند
المصیبۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ
قدیم)

ترجمہ:
حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص میں چار باتیں ہوں گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور میں ہوگا۔ (۱) جس نے اپنے عقیدہ کی ڈھال، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بنائی۔ (۲) جب مصیبت آئی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ (۳) جب کوئی بھلائی حاصل ہوئی تو الحمد للہ رب العالمین کہا۔ (۴) اور جب کوئی گناہ ہو گیا تو استغفر اللہ واتوب الیہ کہا۔

۱۲۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے عقد کے وقت تمام اشیاءِ کائنات نے یہی کلمہ پڑھا

حیوۃ القلوب:
کہ وہ اسے کہ مکر شادی کرو محمد و خدیجہ سے زنان زمین و آسمان ...

بلند کرو اور کہتے رہو: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(حیوٰۃ القلوب جلد دوم ص ۱۸۴
باب پنجم فضائل حضرت خدیجہ
مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

ترجمہ:

(جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوا، تو مکہ شریف کے تمام پہاڑوں نے خوشی منائی۔ اور خوشی میں اور بلند ہو گئے۔ تمام درختوں اور پرندوں اور سبھی جانوروں نے بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔

ائمہ اہل بیت بھی یہی کلمہ اہلِ سُنّت پڑھا کرتے تھے

حلیۃ الابرار:

اَللّٰهُمَّ اِنْ اَمَرْتَ بِیْ اِلَی النَّارِ لَاُخْبِرَنَّ اَهْلَهَا اَنِّیْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

(حلیۃ الابرار جلد دوم صفحہ نمبر ۱۴۳
الباب الثالث فی شدۃ یقینہ
مطبوعہ قم ایران۔ طبع جدید)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے دعائیہ کلمات میں یوں

کہا اے اللہ! اگر تو نے مجھ سے میرے گناہوں کا مطالبہ کیا تو میں تجھ
سے تیری رحمت اور تیرے کرم و فضل کا سوال کروں گا اور اگر تو نے مجھے
گناہوں کی وجہ سے دوزخ کی آگ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ تو میں تمام
دوزخیوں کو بتلاؤں گا۔ کہ میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتا تھا۔

حاصل کلام

ایک دو نہیں بلکہ ان سے زائد مذکورہ حوالہ جات جو تمام کے تمام کتب شیعہ سے لیے گئے
ان سے یہ بات بالکل واضح اور صراحت سے ثابت ہو گئی۔ کہ اس کا اثبات بہت بعد
میں جدید دیکھو۔ گویا اہل سنت کا ہی بول بالا ہے۔ اور اہل تشیع کا کلمہ صرف شیعہ ہی
پڑھتے ہوں گے۔ ان کے سوا کسی دوسرے کے نزدیک مقبول ہے۔ اور زبان کا ہے کہ پڑھتا
کوئی کلمہ اس کا ہے جو جنت سے آئے ہوئے پرچم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں
کے درمیان مہر اور براق کی پیشانی پر ثبت شدہ اور تمام عرش و لوح و رضوان و ملک کی زبان کی
زیب و زینت بنا ہوا ہے۔ یعنی اہل سنت کے ان جاری و ساری کلمہ ہے
حتیٰ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسلام کا رکن اعظم اور مدار
نجات اسی کلمہ کو قرار دیا۔

اب اہل انصاف حضرات خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور
ائمہ اہل بیت کی روایات کے مطابق دین کے تمام اہم مقامات پر صرف اور صرف
اسی کلمہ کا ورد ہوتا ہے۔ جو اہل سنت و جماعت کا ہے۔ پھر صرف روایات ہی
نہیں بلکہ حضرات اہل بیت نے اسی کلمہ کو پڑھا ہوگا۔ تو کیا یہ کلمہ برحق ہے یا وہ کلمہ
کہ جس کو اہل تشیع نے خود گھڑا۔ اس کا ذکر و ثبوت کسی روایت میں اور تاریخ کی

حدیث میں اس کا نام و نشان ہے۔ بلکہ ائمہ اہل بیت کے کسی قول و فعل سے تو دور تک اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں چلتا۔ پھر ہم نے گذشتہ حوالہ جات سے یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ اہل سنت ہی بنیاد ایمان اور اصل اسلام ہے۔ لہٰذا ہم اس مقام پر اس موضوع کے متعلق چند گزارشات کے اہل تشیع سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ

۱۔ وہ کون سا اسلام ہے۔ کہ جس کی بنیاد اہل تشیع کا کلمہ قرار دیا جائے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور ائمہ اہل بیت کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کلمہ اہل سنت برحق ہے۔ تو یہ بتلایا جائے کہ شیعہ لوگوں نے یہ کلمہ کس سے سیکھا؟

ایک اصولی بات یہ ہے۔ کہ ہر نبی اور رسول کے دور میں اسی کا کلمہ پڑھا جاتا رہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور پیغمبر کی رسالت پر مشتمل لا الہ الا اللہ کا ہونا سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تا قیامت ہے۔ لہٰذا اس وقت تک ان کے کلمہ کا جاری رہنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جو کلمہ پڑھا پڑھایا۔ وہ یہی اہل سنت کا کلمہ ہے لیکن اہل تشیع کے کلمہ میں جن دو باتوں کا ذکر زیادہ ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ کی ولایت اور ان کا وصی رسول اللہ ہونا کہ جس کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلا فصل خلیفہ تھے۔ ان دونوں باتوں کی شہادت کو یہ لوگ شہادت توحید اور شہادت رسالت کے برابر قرار دے کر رکن ایمان اور بنیاد اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم ان سے یہ دریافت کرنے میں بھی حق بجانب ہیں۔ کہ

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد یا بوقت موجودگی کسی صحابی نے وہ کلمہ پڑھا۔ جو اہل تشیع کے ہاں رکن ایمان ہے؟

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرات اہلبیت نے خود وہ کلمہ پڑھا۔ یا کسی کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جو اہل تشیع کے ہاں مروج ہے۔ کسی ایک صحیح سند کے ساتھ مرفوع حدیث میں واقع ہو۔ دکھا دیں۔ تو بیس ہزار روپے نقد وصول کر لیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی
وقودها الناس والحجارة الخ

فصل دوم

شیعوں کا کلمہ اور اس کے ثبوت پر ان کے دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اوّل

ایک شیعہ مجتہد ابو جعفر سید محمد حسن زیدی اپنی تصنیف "کلمہ اور نماز" میں یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم اہل تشیع کا کلمہ خود اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے لہذا شیعوں کا اس پر اعتراض بے محل ہے۔ کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

کلمہ اور نماز

"کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے جنتیوں کا کلمہ"

قارئین: دشمنان اہل بیت سے ہم ثبوت اور ریکارڈ پیش کرنے کے لیے چیلنج کر دیں جس میں ان کے دعوی کے مطابق محض توحید و نبوت پر کلمہ کو محدود و منحصر کرنے کا ایسا ثبوت موجود ہو۔ جیسا کہ ہم پیش کر رہے ہیں۔ یا جس ریکارڈ میں علی کی ولایت کی نفی کا حکم دیا گیا ہو۔ اور ہم کیا اور وقت بتا دیں۔ کہ وہ قیامت تک اپنے دعوی میں کاذب اور فریب ساز ثابت ہوں گے۔ آیئے جنتیوں کے لیے ازلی و ابدی کلمہ دیکھیے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی

بَابُ الْجَنَّةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ اَخُ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ بِاَلْفَيْ عَامٍ۔

(صحاح ستہ کی کتابیں اور مودۃ القربیٰ
سید علی ہمدانی)

ترجمہ:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے۔

(۱) لا الٰہ الا اللہ (۲) محمد رسول اللہ (۳) علی اخ رسول اللہ

کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

اب دشمنان اسلام سے کہہ دیں کہ اگر تم منکر ہو تو یقیناً تم ایسی جنت میں نہیں جا سکتے جس کے دروازے پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا جتنا جلد ہو سکے۔ توبہ کرو۔ ایمان کو مکمل کرو۔ نہ معلوم کب مر جاؤ۔ اور جہنم کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اور شیعہ سنی دونوں سے خارج ہو جاؤ گے۔

(گلدستہ نماز حصہ اول ص ۴۲، ۴۳)

نوٹ:-

اہل تشیع کلمہ مذکورہ کو اہل سنت کی دو اور کتابوں سے بھی ثابت کرتے ہیں۔

۱۔ ینابیع المودۃ۔ تصنیف سلیمان بن ابراہیم قندوزی ص ۱۰۲

۲۔ تذکرۃ الخواص۔ تصنیف سبط ابن جوزی ص ۲۳

جواب اول:-

جواب سے پہلے ایک امر کی نشاندہی ضروری خیال کی گئی ہے وہ یہ کہ اہل تشیع

کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخ رسول اللہ الخ
نہیں ہے۔ بلکہ علی ولی اللہ خلیفۃ رسول اللہ الخ" ہے۔

میں آئیے اصل جواب کی طرف۔

"کلمہ اور نماز" کا مصنف ابو جعفر زیدی کہنا یہ چاہتا ہے کہ ہم اہل تشیع نے سنیوں کی کتابوں سے اپنا موجودہ کلمہ ثابت کر دکھایا ہے لیکن سنی تا قیامت اپنی کتابوں سے یہ ہرگز نہ دکھا سکیں گے کہ "علی ولی اللہ الخ" نہیں پڑھنا چاہیے۔ یا ایسا کلمہ جس میں یہ الفاظ نہ ہوں۔ تو ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔

زیدی کی یہ جہالت کہیے یا خوش فہمی! لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب میں کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ کسی جگہ اشہد ان امیر المؤمنین وغیرہ کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے ہم درجنوں حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔

ابو جعفر زیدی نے کس ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولا کہ "علی اخ رسول اللہ" کے الفاظ سنیوں کی صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ زیدی نے صحاح ستہ کو دیکھا تک نہیں۔ چہ جائیکہ پڑھا ہو۔ تاکہ زیدی کی بات سچ ہے۔ کتابیں پڑھنا تو ایک کو بھلا سارا دن ان کے چھپنے پڑھانے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے باوجود ہمیں ان میں الفاظ مذکورہ نظر نہ آئے۔ تعجب کی بات ہے۔ زیدی وغیرہ کو ہمارا کھلا چیلنج ہے کہ صحاح ستہ کی کسی کتاب سے مذکورہ کلمہ انہی الفاظ کے ساتھ ثابت کرکے دو روٹے پہ لگا کر دکھا دیں۔ تو ہم ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے۔

جواب دوم:

اہل تشیع کی معتبر کتب سے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کلمہ میں علی ولی اللہ

وغیرہ الفاظ آتے ہیں۔

اب ایک مستند حقیقت کو ذکر کرتے ہیں۔ زمین و آسمان سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار عرش ہے۔ عرش اعظم پر بھی کلمہ تحریر ہے۔ ملا باقر مجلسی سے پوچھئے وہ کلمہ کن الفاظ کے ساتھ ہے۔

تذکرۃ الائمہ:-

پس حضرت آدم نظر کرد بسوئے بالا دید کہ بر عرش نوشتہ است

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

(تذکرۃ الائمہ مصنف ملا باقر مجلسی ص ۱۱

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اوپر کی جانب دیکھا۔ کہ عرش پر یہ لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

تذکرۃ الائمہ:-

پس بسوئے قلم وحی فرمود کہ بنویس توحید مرا پس قلم ہزار سال مدہوش گردید از شنیدن کلام الٰہی و چوں بہ ہوش آمد گفت چہ بنویسم پروردگارا بچہ چیز بنویسم؟ فرمود بنویس۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(تذکرۃ الائمہ ص ۹)

ترجمہ:-

پھر اللہ تعالیٰ نے قلم سے کہا۔ کہ میری توحید لکھ۔ یہ سن کر قلم ہزار سال تک بے ہوش رہا جب ہوش میں آیا۔ تو کہنے لگا اے اللہ کیا لکھوں؟ حکم ہوا۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھو"۔

آپ کو سنی کہہ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

تحفۂ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے ایسے کئی ایک تقیہ باز شیعوں کی نشاندہی کی ہے۔ منجملہ ان بہروپیوں سے ان دونوں کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ باوجودیکہ کٹر شیعہ تھے پھر بھی اپنے آپ کو سنی کہتے کہلواتے رہے

تمام قارئین کرام ینابیع المودۃ نامی کتاب میں درج شدہ مسائل کا بالتفصیل مطالعہ چھوڑ دیئے اس کے دیباچہ میں درج شدہ فہرست مضامین کا مطالعہ کریں۔ تو ان سے ہی آپ جان جائیں گے کہ اس کتاب میں شیعیت درج ہے۔ مثلاً امامت ہیں ائمہ اہل بیت کے معصوم ہونے کے دلائل بارہ ائمہ والی احادیث سے تعلق سے ملاثر کو نکال دینا اور اکثر و بیشتر ان روایات کا سہارا لیا جو جانے پہچانے شیعہ تھے۔

نمونہ کے طور پر چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

ینابیع المودۃ:

عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ النَّبِيِّيْنَ وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْوَصِيِّيْنَ وَاِنَّ اَوْصِيَائِيْ بَعْدِيْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُهُمْ عَلِيٌّ وَاٰخِرُهُمُ الْقَائِمُ الْمَهْدِيُّ ...... وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا وَعَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَتِسْعَةٌ مِّنْ وُّلْدِ الْحُسَيْنِ مُطَهَّرُوْنَ مَعْصُوْمُوْنَ۔

(ینابیع المودۃ ص ۴۴۸ باب ۹۴ مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عبایہ بن ربعی راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمام انبیاء کرام کا سردار اور علی المرتضیٰ تمام وصی حضرات کے سردار ہیں۔ اور میرے بعد یقیناً بارہ وصی آئیں گے۔ ان میں سے سب پہلے حضرت علی المرتضیٰ اور آخری امام مہدی القائم ہوں گے۔......

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ میں، علی، حسن، حسین اور نو افراد جو امام حسین کی اولاد میں سے ہوں گے۔ پاکیزہ اور گناہوں سے معصوم ہیں۔

نوٹ:-

بارہ اماموں والی یہ روایت بعینہ شیخ صدوق نے بھی من لا یحضرہ الفقیہ میں نقل کی ہے۔ اور شیخ موصوف اہل تشیع کا محدث و مجتہد ہے۔ اور اس کی مذکورہ کتاب ان کے ہاں کی صحاح اربعہ میں سے ایک ہے۔

عبایہ ابن ربعی اور شیخ صدوق ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں۔ ان دونوں کا طریقہ روایات بھی ایک جیسا ہی ہے۔ ینابیع المودۃ کے مصنف کے نزدیک شیخ صدوق وغیرہ کی طرح حضرات خلفاء ثلاثہ ان بارہ اماموں میں شامل نہیں۔ جن کا ذکر حدیث بالا میں ہے۔ خود صاحب ینابیع المودۃ نے اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے یوں لکھا۔

ینابیع المودۃ:

عُلِمَ اَنَّ مُرَادَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدِيْثِهٖ هٰذَا وَالْاَئِمَّةُ اِثْنَا عَشَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ عِتْرَتِهٖ اِذْ لَا يُمْكِنُ اَنْ يُحْمَلَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلَى الْخُلَفَاءِ بَعْدَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ لِقِلَّتِهِمْ عَنْ اِثْنَيْ عَشَرَ۔

(ینابیع المودۃ ص ۴۴۶ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:

معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی اس حدیث سے وہ بارہ امام مراد لیے ہیں۔ جو آپ کی اہل بیت اور عترت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس حدیث کو آپ کے بعد خلیفہ بننے والوں پر محمول کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ بارہ سے کم ہوئے۔

ان دونوں حوالہ جات سے ینابیع المودۃ کے مصنف سلیمان بن ابراہیم قندوزی کے مسلک کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی وہ ائمہ اثنا عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں خلفاء کو شمار نہیں کرتا۔۔۔ اور اہل تشیع کی طرح انہی بارہ اماموں کا قائل اور معتقد ہے۔ جو ان کے ہاں مقرر ہیں۔ پھر اہل تشیع کی طرح وہ بھی عصمت ائمہ اہل بیت کا قائل ہے۔

تو قندوزی ان دو باتوں سے ہر صاحب علم یہی سمجھے گا کہ کسی سنی کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ اس کتاب کا مصنف سنی نہیں بلکہ کٹر شیعہ ہے۔ اور حنفیت کا لیبل محض تقیہ کے طور پر لگا رکھا تھا۔ مشہور شیعوں سے ان کے معتقدات کی روایات اس کے مسلک کو اور بھی واضح کر دیتی ہیں۔ چونکہ سلیمان بن ابراہیم مذکور کا زمانہ بہت قریب کا زمانہ ہے۔ یعنی ہمارے رجال کی کتب کی تدوین کے بعد اس نے آنکھ کھولی۔ اس لیے ہماری کتب اسماء الرجال اس کے تذکرہ سے خاموش ہیں۔ اگر اس کا زمانہ پہلے کا ہوتا۔ تو دودھ اور پانی الگ الگ ہو جاتے۔

"ینابیع المودۃ" کی مذکورہ روایت کا راوی "عبایہ بن ربعی" کون تھا؟ کس مسلک سے
متعلق تھا؟ اہل تشیع سے سنیئے۔

تنقیح المقال:

عَبَايَةُ بْنُ عَمْرِو بْنِ رِبْعِي مِنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ وَعَدَّهُ
فِي الْخُلَاصَةِ اَيْضًا مِنْ اَصْحَابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَفِي رِجَالِ الْبَرْقِي مِنْ خَوَاصِّهِ ..... اَقُوْلُ
حُسْنُ عَقِيْدَتِهِ مُسَلَّمَةٌ وَكَوْنُهُ مِنْ خَوَاصِّهِ الَّذِي
شَهِدَ بِهِ الْبَرْقِي يُدْرِجُهُ فِي الْحِسَانِ كَمَا لَا يَخْفٰى۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۱۲۲ باب العین
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبایہ بن عمرو بن ربعی امام حسن رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا۔
اور "خلاصہ" میں اس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب
میں سے بھی شمار کیا گیا ہے۔ اور "رجال البرقی" میں اس کو حضرت
علی المرتضیٰ کے خاص ساتھیوں میں شمار کیا گیا .... میں (صاحب
تنقیح المقال) کہتا ہوں۔ کہ عبایہ بن ربعی کا عقیدہ اچھا ہونا مسلم ہے۔
اور "رجال البرقی" میں اس کو حضرت علی المرتضیٰ کے خاص دوستوں
میں شمار کرنا، اسے ان راویوں میں داخل کر دیتا ہے۔ جو "حسان"
ہیں۔ جیسا کہ بات واضح ہے۔

"صاحب تنقیح المقال" کا کہنا کہ عبایہ کا عقیدہ اچھا ہے۔
عبایہ کے نظریات اور عقائد کی نشاندہی کرتا ہے۔ صاحب تنقیح المقال شیعوں

کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ کسی کو اس لیے دیکھے اور پرکھے، عقیدہ کا پختہ ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا۔ امام حسن اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے اصحاب و خواص میں سے اس کو شمار کرنا بھی اسی امر کی دلیل ہے کہ پختہ شیعہ تھا۔ ینابیع المودۃ میں جابر جعفی سے ایک روایت ان الفاظ سے مذکور ہے۔

ینابیع المودۃ:

إِنَّ الْأَئِمَّةَ هُمُ الَّذِينَ نَصَّ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِمَامَتِهِمْ وَهُمُ اثْنَا عَشَرَ

(ینابیع المودۃ ص ۴۴۲)

ترجمہ:

یعنی ائمہ حضرات وہ ہیں جن کی امامت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی۔ اور وہ وہی بارہ ہیں۔ (جن کے شیعہ معتقد ہیں)

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کے لیے کوئی نص نہیں فرمائی۔ لہذا ائمہ اثنا عشر کو منصوص ماننے والا کب سنی ہو سکتا ہے۔

صاحب ینابیع المودۃ کا چونکہ حضرات ائمہ کے متعلق منصوص ہونے کا عقیدہ تھا۔ اس لیے ایسی روایت اس نے اپنی کتاب میں ذکر کی۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ اس نص والی روایت کا راوی جابر جعفی ایسا شیعہ ہے جو کسی غالی سے کم نہیں۔ صاحب تنقیح المقال نے اس کے متعلق یوں لکھا ہے۔

تنقیح المقال:

إِنَّ الَّذِي يُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوعِ مَا مَرَّ مِنَ الْأَخْبَارِ
أَنَّ الرَّجُلَ فِي غَايَةِ الْجَلَالَةِ وَنِهَايَةِ النَّبَالَةِ

وَلَهُ مَنْزِلَةٌ عَظِيْمَةٌ عِنْدَ الصَّادِقَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
بَلْ هُوَ مِنْ أَسْرَارِهِمَا وَبِطَانَتِهِمَا وَمَوْرِدِ أَلْطَافِهِمَا
الْخَاصَّةِ وَعِنَايَاتِهِمَا الْمَخْصُوْصَةِ وَأَمِيْنِهِمَا
عَلَى مَا لَا يُؤْتَمَنُ عَلَيْهِ إِلَّا أَوْحَدِيُّ الْعُدُوْلِ مِنَ
الْأَسْرَارِ وَمَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتٍ۔

(تنقیح المقال جلد اول ص ۲۰۳ باب الجیم
مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

تحقیق یہ ہے کہ گزشتہ تمام اخبار سے یہ تحقیق ہے کہ جابر جعفی،
نہایت جلالت شان کا مالک اور بڑے مرتبہ والا تھا۔ اور امام باقر و
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے ہاں اس کا عظیم مرتبہ تھا۔ بلکہ یہ شخص ان دونوں
اماموں کا رازدان اور گہرا دوست تھا۔ ان کی خصوصی مہربانیوں کا مرکز تھا
اور ان کا امین تھا۔ اور ان باتوں کا جن کا کسی رازدان کو ہی امین
بنایا جاتا ہو۔ اور اہل بیت کے مناقب کا بھی یہ رازدار تھا۔

تہذیب التہذیب:

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى عَنْ زَائِدَةَ ثَلَاثَةٌ لِمَ لَا تَرْوِيْ
عَنْهُمْ اِبْنُ أَبِيْ لَيْلَى وَجَابِرُ الْجُعْفِيُّ وَالْكَلْبِيُّ قَالَ أَمَّا
الْجُعْفِيُّ فَكَانَ وَاللّٰهِ كَذَّابًا يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ وَقَالَ
أَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ مَا لَقِيْتُ أَكْذَبَ
مِنْ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ .... وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى
سَمِعْتُ زَائِدَةَ يَقُوْلُ جَابِرُ الْجُعْفِيُّ رَافِضِيٌّ

يَشْتِمُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(تهذيب التهذيب جلد دوم باب الجيم
ص ۴۸ تا ۴۹ مطبوعه بيروت طبع جديد)

ترجمہ:

یحییٰ بن یعلیٰ نے کہا۔ کہ زائدہ سے پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہے تم ان تین آدمیوں سے روایت نہیں کرتے۔ ۱۔ ابن ابی لیلیٰ۔ ۲۔ جابر جعفی ۳۔ کلبی۔ کہنے لگے۔ کہ جعفی سے اس لیے نہیں کہ خدا کی قسم وہ جھوٹا آدمی ہے اور رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ ابو یحییٰ حمانی نے ابو حنیفہ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں جتنے لوگوں سے ملا ہوں۔ ان میں سب سے بڑا جھوٹا جابر جعفی ہے۔ .... یحییٰ بن یعلیٰ المحاربی کہتا ہے۔ کہ میں نے زائدہ سے سنا۔ وہ جابر جعفی کے متعلق کہتے تھے۔ کہ وہ رافضی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی دیتا ہے۔

میزان الاعتدال:

جَابِرُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ حَارِثِ الْجُعْفِيِّ الْكُوْفِيِّ اَحَدُ عُلَمَاءِ الشِّيْعَةِ ...... وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ كَانَ سَبَائِيًّا مِنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَبَا كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّا يَرْجِعُ اِلَى الدُّنْيَا ...... عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ جَابِرُ الْجُعْفِيُّ يَقُوْلُ دَابَّةُ الْاَرْضِ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

(میزان الاعتدال جلد اول صفحہ نمبر ۷
باب حرف الجیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

یا بر جعفی شیعہ علماء میں سے ایک تھا۔ ابن حبان نے اسے سبائی کہا۔
جو عبداللہ بن سبا یہودی کے پیروکار ہیں۔ اس کا عقیدہ یہ تھا۔
کہ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے ...... ابن
عیینہ سے منقول ہے کہ جابر جعفی کہتا تھا۔ کہ دابۃ الارض سے مراد حضرت
علی المرتضے رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلاصہ

قارئین کرام! ینابیع المودۃ کے چند حوالہ جات اور اس کی روایات کے راویوں
کے حالات سے آپ نے اس کے متعلق بخوبی جان لیا ہوگا کہ یہ کتاب کس مسلک کی
ترجمان اور اس کا مصنف کس مذہب کا پیرو ہے۔ ان تمام باتوں سے یہی ثابت ہوا
کہ سلیمان بن ابراہیم سنی نہیں بلکہ سنی بنا ہوا تھا۔ وہ درحقیقت رافضی شیعہ تھا۔ اور اپنے
نام کے ساتھ حنفی لکھتا اس فریب دہی سے یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک
کر شیعہ مسلک کی ترویج اور تشہیر کرے۔ ایسے شخص کی کتاب سے روایت ذکر کر کے
اہل سنت پر حجت قائم کی جا رہی ہے۔ ینابیع المودۃ کے مصنف کے حالات
اور اس کی کتاب کا مرقوم اس کے حقائق پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اب
دوسری کتاب "تذکرۃ الخواص" کا تذکرہ بھی سن لیجئے۔

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کا تعارف

"تذکرۃ الخواص" ابن اسبط ابن جوزی کی تصنیف ہے۔ اس میں ابن جوزی نے
جا بجا حضرت صحابہ کرام پر تبرا بازی کر کے اپنے مسلک کی نشر واشاعت کی ہے۔

سردست چند عبارات کا ترجمہ پیش کررہا ہوں ۔ تاکہ اصل عبارت دیکھنا آسان ہو جائے۔

۱ ۔ عثمان نے جب حکم کا جنازہ پڑھایا ۔ تو لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ۔ اور ننگ آکر انہیں قتل کر دیا۔

۲ ۔ ایک خود ساختہ ننگ شیعہ کی زبانی حضرات شیخین پر الزامات عائد کیے ۔ ان پر تبرا بازی کی ۔ اس طرح ابن جوزی نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ۔ ترشی ننگ کے سوال ملاحظہ ہوں۔

۱ ۔ حضرت ابوبکر کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع نہیں ہوا تھا ۔ ص ۱۰

۲ ۔ ابوبکر و عمر نے نفس پرستی کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کو خلافت کے حق سے محروم کر دیا ۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بنا پر ابوبکر خلافت کے حق دار نہ تھے ۔ ص ۴۲

۳ ۔ ابوبکر کی حکومت شر پر مبنی تھی ۔ ایسے حاکم کو قتل کر دینا چاہیے ص ۴۸

۴ ۔ عمرو بن العاص پر چار آدمی دعویدار تھے کہ یہ ہمارا بیٹا ہے ۔ ص ۲۰۱

ان عبارات سے صاف ظاہر کہ ان کا قائل سبط ابن جوزی ہرگز سنی نہ تھا بلکہ کٹر شیعہ تھا ۔ اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق اسماء رجال کی کتابیں بھی کرتی ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال :

يُوْسُفُ بْنُ قَزْغَلِى الْوَاعِظُ الْمُؤَرِّخُ شَمْسُ الدِّيْنِ اَبُو الْمُظَفَّرِ سِبْطُ ابْنِ جَوْزِى .... قَالَ شَيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ سِبْقُ السُّوسِى لَمَّا بَلَغَ جَدِّى مَوْتُ سِبْطِ ابْنِ جَوْزِى قَالَ لَا رَحِمَهُ اللّٰهُ

فکان رافضیا۔

(میزان الاعتدال جلد ثالث باب حرف الیاء
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:-

سبط ابن جوزی کے متعلق شیخ محی الدین سبق یوسی کا کہنا ہے کہ جب اس کی موت کی خبر میرے جد مجد کو پہنچی تو انہوں نے کہا۔ اللہ اس پر رحم نہ کرے۔ وہ رافضی تھا۔
اسی کی تائید شیعہ مصنف شیخ عباس قمی نے بھی ان الفاظ سے کی ہے۔

الکنی والالقاب:-

ابو المظفر یوسف بن قزغلی بغدادی عالم فاضل مورخ و کامل است و از او است کتاب تذکرہ خواص الامۃ در ذکر مناقب ائمہ علیہم السلام و مرآۃ الزمان در تاریخ اعیان در صد و چہل جلد ذہبی گفتہ و در آن حکایات نا باور تذکرہ کردہ آوردہ و گمان ندارم ثقہ باشد ناروا گو گزافہ پرداز است و با این ہمہ رافضی است۔

(الکنی والالقاب جلد نمبر ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو المظفر سبط ابن جوزی بغدادی ایک عالم، فاضل، مورخ اور کامل آدمی تھا۔ تذکرۃ الخواص اسی کی تصنیف ہے۔ جس میں حضرات ائمہ اہل بیت کے خصائص مذکور ہیں۔ اور مرآت الزمان در تاریخ الاعیان بھی اسی کی کتاب ہے۔ جو چالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام ذہبی کا کہنا

کہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتابوں میں ایسی حکایات ذکر کیں جو قابلِ یقین و اعتبار نہیں ہیں۔ اور ذہبی کہتے ہیں۔ کہ اس کے ثقہ ہونے کا مجھے یقین نہیں۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے والا اور افسانہ گو تھا۔ ان تمام باتوں کے باوجود وہ یقیناً رافضی تھا۔

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کا تعارف

خلاصہ:

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کے حالات و عقائد آپ نے ملاحظہ کیے۔ ینابیع المودۃ کی طرح یہ بھی رافضی ہے۔ اس لیے ان دونوں کتابوں کا حوالہ ہمارے لیے حجت ہرگز نہیں بن سکتا۔ ان کے مصنفین تقیہ کا سہارا لے کر اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے سنی کہلاتے رہے۔ ہم نے ان کی اصلیت پر سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

الحاصل:

کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخ رسول اللہ علی وصی رسول اللہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ کسی سنی کتاب میں موجود نہیں۔ صحاح ستہ کا حوالہ لاریبی نے محض دھوکہ دینے کے لیے دیا اور جن کتابوں میں کچھ اس قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔ اول تو وہ ہمارے مسلک کی نہ ہونے کی بنا پر ہمارے خلاف حجت نہیں۔ اور دوسرا ان میں یہ کلمہ سند کے بغیر "روایت" کے طور پر ذکر کیا گیا۔ بے سند روایت نہ اہل تشیع کے ہاں مقبول اور نہ ہی اہل سنت کے نزدیک

منکورہ تو ایسی روایت کا سہارا لے کر اہل سنت پر اعتراض کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

اسی طرح آپ اہل تشیع کے لیے ہمارا چیلنج ہے کہ ایک ہی روایت ایسی پیش کر دو جو مستند، مرفوع اور صحیح ہو سکے جو تمہارے کلمہ کی چوتھے جملے کے الفاظ کی صراحت کرتی ہو۔ پیش کرو اور منہ مانگا انعام پاؤ۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اہل تشیع کے کلمہ پر ان کی دوسری دلیل

محمد حسین نجفی کی کتاب "کلمہ طیبہ" سے کلمہ پر یہ ثابت کرنے کی جسارت کی گئی کہ تفسیر عسکری میں شیعوں کا کلمہ موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

کلمہ طیبہ

"دعوت ذوالعشیرہ اور علی کی ولایت کا اعلان"

نبی کریم نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر بنی عبدالمطلب کو جمع کیا۔ ارشاد فرمایا

تفسیر عسکری:

يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِخَيْرِ
الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَقَدْ أَمَرَنِيَ اللّٰهُ أَنْ
أَدْعُوْكُمْ إِلَيْهِ فَأَيُّكُمْ يُوَازِرُنِيْ عَلٰى أَمْرِيْ
وَيَكُوْنَ أَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فَأَحْجَمَ الْقَوْمُ

عَنْهَا جَمِيْعًا فَقُلْتُ وَاَنَا اَحْدَثُهُمْ سِنًّا اَنَا يَا نَبِيَّ
اللّٰهِ اَنَا وَزِيْرُكَ عَلَيْهِ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِيْ ثُمَّ قَالَ
اِنَّ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ فَاسْمَعُوْا
لَهٗ وَاَطِيْعُوْا فَقَامَ الْقَوْمُ يَضْحَكُوْنَ اَمَرَنَا اَنْ
نَسْمَعَ لِعَلِيٍّ وَنُطِيْعَ ۔

(تفسیر مظہری سورۃ الشعراء ص ۱۱۷؛
(قاضی ثناء اللہ عثمانی جلد ہفتم تاریخ ابی
الفداء ص ۱۱۷ ۔ عالم اہل سنت کی معتبر
عماد الدین اسماعیل ۔ اور اہل سنت کی
معتبر تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۲۲
اہل سنت کی معتبر کتاب کنز العمال جلد
۶ عالم اہل سنت شیخ علاؤ الدین)

ترجمہ :-
حضورؐ نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر فرمایا کہ اے بنی عبدالمطلب
میں آپ کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اور خدا نے
مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اس کی طرف دعوت دوں۔ سو آپ
میں جو بھی اس دعوت میں میری مدد کرے گا۔ میرا بھائی ہوگا میرا وصی
ہوگا۔ میرا خلیفہ ہوگا۔ تو سب قوم خاموش ہو گئی۔ جناب علی فرماتے ہیں
میں سب سے کم سن تھا۔ اور اٹھا اور عرض کی یا نبی اللہ اس دعوت میں میں
آپ کا وزیر ہوں۔ تو نبی پاک نے حضرت علی کی گردن پر ہاتھ رکھ
اور فرمایا کہ ان ہذا اخی ووصی وخلیفتی کہ یہ علی میرا بھائی ہے میرا وصی ہے

میرا خلیفہ ہے۔ تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

تاہم یہ پہلی دعوت اسلام کا اعلان ہے۔ بعثت کے صرف تین برس گزرے ہیں۔ اور اس کے ساتھ حضرت علی کی ولایت کا اعلان کر رہے ہیں۔ اور صرف توحید و رسالت کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ حضرت علی کی ولایت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور حضرت علی کی اطاعت فرض کر رہے ہیں۔ کہ وہ "اطیعوا" پر خدا خود فرما چکے۔ اور علی کا نبی بھی دیکھئے صاحب جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا نبی کی تو اسے پہلے ایمان لانا چاہیئے اللہ اور رسول پر اور پھر علی کی اطاعت کرتا ہے۔ آئے علی کی خلافت پر ایمان لانا چاہیئے اور ایمان ایک امر قلبی ہے۔ جب تک اس کا اظہار نہ کیا جائے اس وقت تک معلوم نہیں ہوتا۔ اور اس اظہار کا نام ہے کلمہ لا الہ الا اللہ خدا پر ایمان لانے کا اعلان ہے۔ محمد رسول اللہ نبی پر ایمان لانے کا اعلان ہے۔ اور علی ولی اللہ حضرت علی پر ایمان لانے کا اعلان ہے۔ تو جب نبی نے فرمایا کہ فاسمعوا و اطیعوا تو سماعت اور اطاعت بغیر ایمان کے معقول نہیں۔ تو جب اطاعت و ایمان دونوں حضرت علی کے متعلق فرض ہیں۔ تو پھر اس کے اظہار اور اعلان کیا کہنا ہے۔ اور یہی علی ولی اللہ کا اعلان ہے۔ جو حضور نے بعثت کے چوتھے برس مکہ میں فرمایا تھا جب اور اس تاریخ کے لوگوں کو یہ اعلان ناگوار گزرا۔ اور ان جیسے جو لوگ ابھی دنیا میں ہیں ان پر یہ اعلان ناگوار گزرتا ہے۔

(رسالہ کلمہ طیبہ مصنف غلام حسین نجفی شیعہ مسلمانو)
مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور

جواب اول:

جیسا کہ آپ قارئین کے سامنے عبارت آگئی ہے۔ کہ اہل تشیع اپنے کلمہ میں

"علی ولی اللہ" کے الفاظ پڑھتے ہیں۔ اور اہل سنت اس طرح کلمہ میں ان الفاظ کو نہیں پڑھتے۔ یعنی اہل تشیع مذہب میں یہ الفاظ کلمہ کی جزو ہیں۔ اب نجفی شیعی پر لازم تھا۔ کہ حوالہ ایسا پیش کرتا جس میں ان الفاظ کو کلمہ طیبہ کی جزو ہونے کے طور پر ذکر کیا گیا ہو تفسیر مظہری کامل ابن اثیر اور کنز العمال وغیرہ میں ان الفاظ کا وجود تک نہیں۔ بلکہ ان کی روایتیں جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔ جن کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا بھائی اپنا وصی اور اپنا خلیفہ کہا ہے۔ ان الفاظ کا موجود ہونا بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ کسی صحیح حدیث سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ میں گزر چکی ہے۔ لیکن اگر ان الفاظ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو ان تینوں الفاظ کا ان الفاظ سے کیا تعلق جو شیعہ لوگ اپنے کلمہ میں جزو کلمہ بنا کر پڑھتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کون منکر ہے۔ لیکن مسئلہ خلافت اور کلمہ طیبہ میں کیا مناسبت ہے۔ خواہ مخواہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے وقت ضائع کیا گیا۔ اور دھوکہ و فریب دینے کی کوشش کی گئی۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ تفسیر مظہری کی عبارت اور شیعوں کے کلمہ کا باہم کوئی رابطہ نہیں۔

جواب دوم

تفسیر مظہری سے جو عبارت نجفی شیعی نے ذکر کی۔ اس کی اس مقام پر کوئی سند مذکور نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ علامہ مظہری نے کسی اور مقام پر اس کی سند ذکر کی ہو۔ تو جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو گی۔ اس کے مقام و مرتبہ کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

بہرحال اس میں جو تین الفاظ (اخی، وصی، خلیفتی) موجود ہیں۔ انہیں اپنے زعم کے مطابق نجفی اور اس کے ہمنوا کلمہ طیبہ میں شامل مانتے ہیں۔ یعنی ان کے پڑھنے کے بغیر کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ کسی کا مومن ہونا یا نہ ہونا اصول دین میں سے ایک اصل ہے۔ یعنی اگر وہ "علی ولی اللہ" کوئی پڑھے گا۔ تو مومن ورنہ

غیر مومن کہلائے گا۔

اسی مضمون کی طرف نجفی نے تفسیر مظہری سے نقل کردہ عبارت کی تشریح کا تفسیر کے ضمن میں اشارہ کیا ہے۔ تو جب یہ مسالہ اصول دین سے متعلق ہوا۔ تو اس کے ثبوت کے لیے کوئی نص یا دلیل قطعی چاہیے تھی۔ قرآنی آیت ہوتی یا کوئی ایسی حدیث جو سند مرفوع اور متن کے درجہ کی ہوتی۔ روایت مذکورہ آیت قرآنی تو یقیناً نہیں۔ اور حدیث اگر ہے تو اس درجہ کی نہیں۔ جس سے اصول دین ثابت ہو سکیں۔

روایت بالا کی سند مکمل طور پر تو معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ علامہ بغوی کہتے ہیں۔ کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق ہے۔ آئیے! محمد بن اسحاق کی سیرت اسماء الرجال کی کتابوں میں دیکھیں۔ تاکہ اس کی روایت کا درجہ و مقام متعین ہو جائے۔

میزان الاعتدال:

مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ يَسَارٍ أَبُوبَكْرٍ الْمَخْزُومِي . . .
. . . . . . قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ
رُمِيَ بِالْقَدْرِ وَكَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَقَالَ ابْنُ
الْمَدِيْنِيْ لَمْ اَجِدْ لَهُ سِوَى حَدِيْثَيْنِ مُنْكَرَيْنِ
وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ قَدْرِيٌّ مُعْتَزِلِيٌّ وَقَالَ
سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ كَذَّابٌ وَقَالَ وُهَيْبٌ سَمِعْتُ
هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يَقُوْلُ كَذَّابٌ وَقَالَ وُهَيْبٌ
سَاَلْتُ مَالِكًا عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ فَاتَّهَمَهُ وَقَالَ
عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ
الْاَنْصَارِيُّ وَمَالِكٌ يَجْرَحَانِ ابْنَ اِسْحَاقَ
وَقَالَ يَحْيٰى اِبْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ

قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مَالِكٍ فَقِيلَ لَهُ اِنَّ ابْنَ اِسْحَاقَ يَقُولُ اَعْرِضُوْا عَلَيَّ عِلْمَ مَالِكٍ فَاِنِّي بَيْطَارُهُ فَقَالَ مَالِكٌ اُنْظُرُوْا اِلٰى دَجَّالٍ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ رَاَيْتُ ابْنَ اِسْحَاقَ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ يَرَانِي مَعَهُ اَحَدٌ اتَّهَمُوْهُ بِالْقَدْرِ وَرَوٰى اَبُوْ دَاؤُدَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ مَا رَوَيْتُ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ اِلَّا بِالْاِضْطِرَارِ .... وَقَالَ اَحْمَدُ هُوَ كَثِيْرُ التَّدْلِيْسِ .... قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ كَذَّابٌ ۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۱، ۲۲
حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا کہ محمد بن اسحاق قدریہ فرقہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور اس نظریہ میں وہ دوسرے لوگوں سے بہت آگے نکلا ہوا تھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ میں نے ابن اسحاق سے صرف دو حدیثیں پائیں اور وہ بھی منکر ہیں۔ ابو داؤد کا کہنا ہے کہ یہ قدری اور معتزلی عقائد کا حامل تھا۔ سلیمان تیمی نے اسے کذاب۔ اور وہیب کا کہنا ہے کہ میں نے امام مالک سے اس کے بارے میں پوچھا کہ ابن اسحاق ... کذاب ہے۔ وہیب ہی نے کہا کہ میں نے امام مالک سے اس کے بارے

میں پوچھا۔ تو انہوں نے اسے متہم کہا۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ابن ادریس نے بتلایا۔ کہ میں امام مالک کے پاس تھا۔ تو کسی نے کہا ابن اسحاق کہتا ہے۔ کہ امام مالک کے علوم مجھ پر پیش کرو۔ میں ان کی جانچ پڑتال کروں گا۔ یہ سن کر امام مالک نے کہا دجالوں میں سے ایک دجال کو دیکھو۔ ابن عیینہ کا قول ہے۔ کہ میں نے ابن اسحاق کو مسجد خیف میں دیکھا۔ تو مجھے شرم آئی۔ کہ کہیں سے کوئی شخص مجھے اس کے ساتھ بیٹھا نہ دیکھ لے۔ لوگ اس پر قدریہ کا الزام لگاتے تھے۔ جعفر بن سلیمان سے ابو داؤد نے روایت کی۔ کہ میں نے ابن اسحاق سے بشیر یحییٰ کے کبھی روایت نہیں کی۔ امام احمد کا کہنا ہے۔ کہ ابن اسحاق بہت زیادہ تدلیس کرتا تھا۔ یحییٰ قطان کا کہنا ہے۔ کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ ابن اسحاق کذاب ہے۔

لمحۂ فکریہ:

قارئین کرام! نجفی شیعی نے اصول دین میں سے ایک اصل کو ثابت کرنے کی جو بیہودہ کوشش کی۔ آپ نے اس کی ایک جھلک ملاحظہ کر لی۔ کیا مزے کی بات ہے کہ وصی ولی وغیرہ، اُن کے دین کے اصول میں سے ایک اصل ہو اور اس کو ثابت کرنے کے لیے کتب اہل سنت کا سہارا؟ یہ دھوکہ اور فریب نہیں تو اور کیا نام دو گے؟ [illegible] کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق تھا۔ جس کی کیفیت اور حالت آپ پڑھ چکے ہیں۔ قدری، معتزلی، دجال، کذاب اور متہم ایسے الفاظ اس کے متعلق کہے گئے۔ کیا ان اوصاف کے حامل شخص کی روایت سے اصول دین کے ثبوت میں کارگر ہو سکتی ہے۔ ہم نجفی کو اس مقام پر بھی چیلنج کرتے ہیں کہ جرأت

کرو۔ اور ہماری کتب معتبرہ سے کوئی ایک روایت مسند مرفوع اور صحیح پیش کرو جس میں تمہارا کلمہ مذکور ہو۔ تو منہ مانگا انعام پاؤ۔

(تحفہ حنفیہ و ایا اور ملی الانصاف)

تیسری دلیل

اہل تشیع کو ہمارے گزشتہ جواب پر تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ ہم شیعہ لوگوں نے اہل سنت کی کتابوں سے جو اپنا کلمہ ثابت کیا ہے۔ وہ بطور الزام تھا۔ یعنی اے سنیو! تم ہمارے کلمہ کی مخالفت کرتے ہو حالانکہ یہ کلمہ تمہاری کتابوں میں مذکور ہے۔ ہم شیعہ اپنے کلمہ کا ثبوت اپنی کتب معتبرہ سے پیش کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس کا طرز یہ کہا۔

کلمہ طیبہ

علی ولی اللہ کلمہ طیبہ کی جزو ہے۔

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ مومن کا یہ کہنا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ رسول اللہ۔ یہ کلمہ شیعہ کی مستند کتابوں میں مذکور ہے۔ شیعہ کے امام کا فرمان ہے۔ اور شیعہ اسے پڑھتے ہیں۔ اس میں آپ کو کیا دکھ ہے کہ آپ علی ولی اللہ کے خلاف شور مچا رہے ہیں۔ اور آپ ہر روز صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی کہتے ہیں۔ کیا یہ کلمہ زمانہ رسول میں کبھی حضرت بلال نے کہا تھا۔ کیا نبی کریم نے اس کی تعلیم دی ہے۔

(رسالہ کلمہ طیبہ ص ۱۵)

جواب

جیسا کہ سطور بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعی کا کہنا ہے کہ علی ولی اللہ کلمہ کی جزو اس لیے ہے کہ ہماری مستند کتابوں میں اس کو جزو کلمہ لکھا گیا ہے۔ مستند کتاب سے مراد "اصول کافی" ہے۔ اس کتاب میں "کتاب الحجۃ باب نادر" کے تحت ایک حدیث کو سامنے رکھا گیا۔ اصول کافی کی شرح مرآۃ العقول میں یہ عبارت درج ہے۔

مرآۃ العقول:

عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ الْقَزَّازِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ لِمَ سُمِّيَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ اللَّهُ سَمَّاهُ وَهَكَذَا أَنْزَلَ فِي كِتَابِهِ " وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولِي وَأَنَّ عَلِيّاً أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ۔

(مرآۃ العقول تصنیف ملا باقر مجلسی جلد پنجم
کتاب الحجۃ باب نادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بحذف اسناد۔ جابر نے جناب امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

صافی:-

در شرح حدیث چہارم باب ششم کتاب الایمان والکفر یحتمل کہ مراد آں باشد کہ از محمد تا آخر در لفظ قرآن بود و مخالفان اسقاط کردہ باشند۔

(صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ دوم ص ۱۰۸ باب ۷۵ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:-

اصول کافی کے چھٹے باب کتاب الایمان والکفر کی چوتھی حدیث کی شرح یہ ہو سکتی ہے کہ اس روایت سے مراد یہ ہو کہ لفظ محمد سے آخر تک (ان محمدا رسول اللہ وان علیا امیر المومنین) کے الفاظ قرآن میں تھے لیکن مخالفین نے انہیں باہر نکال دیا ہو۔

اس وضاحت کے مطابق اہل تشیع کو تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں کرنا چاہیئے کہ موجودہ قرآن مکمل آیات پر مشتمل نہیں، اس میں تحریف و تبدیل کیا گیا ہے۔ اور یہ اصول دین میں سے ہے کہ قرآن کو محرف سمجھنے والا بمطابق ائمہ کافر ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ مجلسی تحریف قرآن کے قول سے بچنے کے لیے یہ کہہ دے کہ حدیث مذکورہ صحیح نہیں۔ بلکہ موضوع و مردود ہے۔ اور مجلسی کو یہ کہنے میں باک نہ ہوگا۔ کیونکہ اس حدیث کے مجہول ہونے کی تصریح ملا باقر مجلسی نے کر دی ہے۔ مرآۃ العقول میں یہی ہے۔ الحدیث الرابع مجہول (جلد ۷ ص ۲۰۳)

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ کتاب الایمان والکفر کے باب نادر کی حدیث مذکورہ چوتھی حدیث تھی۔ اسی نمبر کے مطابق ملا باقر مجلسی نے اس پر کاری ضرب لگائی۔ اب مجلسی صاحب پھنس گئے کہ ایسی مجہول حدیث سے وہ ملا ولی اشرف کو عہدہ کو

ثابت کر رہے ہو۔ جو اصول دین میں سے سب سے۔ کیا اصول دین کا ثبوت اسی قسم کی
احادیث و روایات سے ہوتا ہے جو تمہارے پاس ہیں۔ اگر کوئی آیت ہے کہ جس میں
علی ولی اللہ کے الفاظ ہوں۔ تو پیش کرو۔ اور فقط ایک لا کر دو یہ اصول پاؤ گے۔ اگر آیت نہ ملے۔
اور نہ ملے گی۔ قرآن اتفاق کرو اصول دین میں شمار کرنے سے باز رہو۔ اور کم از کم جزو
کے طور پر اسے تسلیم نہ کرو۔ آخر تمہارے ہی اصول کی کتاب نے یہی کہا ہے
اصل الشیعۃ واصولہا

اَلْاِسْلَامُ وَالْاِیْمَانُ یَعْتَمِدُ عَلٰی ثَلٰثَۃِ
اَرْکَانٍ اَلتَّوْحِیْدُ وَالنُّبُوَّۃُ وَالْمِیْعَادُ
فَلَوْ اَنْکَرَ الرَّجُلُ وَاحِدًا فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ
وَلَا مُؤْمِنٍ وَاِذَا دَانَ بِتَوْحِیْدِ اللّٰہِ وَنُبُوَّۃِ
سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَاعْتَقَدَ بِیَوْمِ الْجَزَآءِ فَھُوَ مُسْلِمٌ
حَقًّا اٰمِنٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْیَوْمِ
الْاٰخِرِ۔

(اصل الشیعۃ واصولہا صفحہ نمبر ۶۳
مطبوعہ قاہرہ مصر)

ترجمہ:۔

اسلام و ایمان کا دارومدار تین ارکان پر ہے۔ (۱) توحید (۲) نبوت اور معاد۔
پھر اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرتا ہے۔ تو وہ نہ
مسلمان ہے اور نہ ہی مومن۔ اور جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور
سید الانبیاء کی نبوت اور یوم الجزاء پر پختہ اعتقاد رکھتا ہے۔ تو وہ سچا پکا

مسلمان ہے۔

"اصل اشیاء" کی بات نجفی شیعی کو ماننی چاہیے۔ اور "علی ولی اللہ" کو کلمہ کی جزو کہنا چھوڑ دینا چاہیے۔ عجیب منطق ہے۔ کہ اس کلمہ کو اصول دین میں شمار بھی کرو اور قرآن و صحیح حدیث سے اس کا ثبوت بھی پیش نہ کر سکو۔ بہت کوشش کی۔ تو ایک ایسی حدیث مل گئی۔ جو اس مقام و مرتبہ کی ہی نہیں۔ کہ جس سے اصول دین میں سے کوئی اصل ثابت کرنے کی قوت ہو۔ اس قسم کی حدیث سے تو نماز روزہ کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو اعمال صالحہ ہیں۔ چہ جائیکہ کلمہ کی جزو اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کی دلیل بن سکے۔ یہی امامت و خلافت علی وہ اصول ہیں۔ جن کے متعلق بجوالہ حیات القلوب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر ہزاروں مرتبہ تاکید کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نجفی شیعی نے سیدھے سادے مسلمان کو گمراہ کرنے کے لیے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور ہم نے یہ کتاب اس لیے لکھی کہ باری تعالیٰ ان فریبوں سے بچا سکے۔ اور عقائد حقہ پر ثابت قدم رکھے۔

اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا دور نبوی میں ثبوت

مسئلہ زیر بحث میں نجفی نے اہل سنت پر الزام لگا کر چاہا تو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ الزام یہ کہ سنیوں کی اذان میں کہے جانے والے الفاظ الصلوٰۃ خیر من النوم بھی زمانہ حضور میں نہیں کہے گئے۔ یا آپ نے اس کی تعلیم دی؟ لیکن جس طرح سنیوں نے یہ الفاظ اذان میں داخل کر لیے۔ حالانکہ ان کا ثبوت زمانہ پیغمبر میں نہ تھا۔ تو ہم اگر

"علی ولی اللہ" کا اضافہ کریں۔ تو سنی اس پر سیخ پا کیوں ہوتے ہیں؟

اس الزام یا مکر و فریب کا پردہ ہم چاک کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کی کتابوں سے اس بارے میں حدیث دکھاتے ہیں۔ جس میں زمانہ رسالت میں ان الفاظ کو پایا جانا اور پڑھنے کی ترغیب موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ابوداؤد شریف:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ
ابْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ
جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ سُنَّةَ
الْاَذَانِ قَالَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِيْ قَالَ
تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الخ ......
فَاِنْ كَانَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ
مِّنَ النَّوْمِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ السحر
يَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا مَحْذُوْرَةَ يَقُوْلُ
اَلْقٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْاَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ الخ وَكَانَ يَقُوْلُ فِي الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ
خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

(ابو داؤد شریف جلد اول ص ۷۴
کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:-

(بحوالہ اسناد) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے درخواست کی کہ مجھے اذان سکھلا دیجئے۔ کہتے ہیں کہ پس حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا کہو
اللہ اکبر اللہ اکبر...... اور اگر صبح کی اذان ہو تو الصلوٰۃ خیر من النوم
دو مرتبہ کہنا۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ ابو محذورہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان انیس ایک ایک حرف کر کے بتلائی یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر الخ... اور صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ کہا کرتے تھے۔

ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اذان کی تعلیم کا اصل واقعہ

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے اذان کب اور کیسے سیکھی۔ اہل سنت کی کتب حدیث میں یہ واقعہ کم و بیش اس طرح منقول ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ ابو محذورہ کہتے ہیں کہ میں دس آدمیوں کا ساتھ لے کر مکہ سے باہر نکلا۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان سنوں۔ اور پھر اس کا مذاق اڑاؤں۔ آخر یہ موقعہ مل گیا۔ آپ کے مؤذن نے اذان دی۔ ہم نے دور سے سنی۔ تو ہم سب نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا یعنی اترانا و مذاق کی نیت سے اذان کے کلمات زور سے کہنے شروع کر دیئے۔ اتفاق کی بات تھی کہ میری آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی۔ آپ کو میری آواز پسند آئی۔ صحابہ کرام سے فرمایا۔ کہ اس آواز والے کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ وہ پکڑ کر مجھے حضور کے سامنے لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ مذاق سے کہہ رہے تھے۔ ہمارے سامنے تو وہ

کلمات کہو۔ میں نے بہانہ بنایا کہ وہ میں بھول گیا ہوں۔ تو آپ نے ایک روایت
کے مطابق میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے
میرے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرا۔ پس ہاتھ کا پھیرنا تھا کہ میرے قلب و جگر تک
ایمان کے سوتے پھوٹ نکلے۔ میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حرم کعبہ کا مؤذن مقرر فرما دیا۔ اور مجھے
میری درخواست پر اذان کے کلمات تعلیم فرمائے۔ نسائی شریف میں ان کا تذکرہ
یوں مذکور ہے۔

نسائی شریف:

ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَذِّنْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ
قُلْتُ كَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَّمَنِيْ كَمَا
تُؤَذِّنُوْنَ الْاٰذَانَ بِهَا اللّٰهُ اَكْبَرُ .....
...... حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ
مِّنَ النَّوْمِ۔

(نسائی شریف کتاب الاذان ص ۷۲
مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ:

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ آج سے تم بیت اللہ کے
مؤذن ہو گئے۔ میں نے عرض کی۔ اذان کن الفاظ سے کہوں۔
آپ نے مجھے وہ کلمات اذان سکھلائے۔ جو آج بھی پڑھے

جاتے ہیں۔ یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر ...... حی علی الصلوۃ
حی علی الفلاح الصلوۃ خیر من النوم الصلوۃ خیر
من النوم۔

ابوداؤد اور نسائی دونوں کتابیں اہل سنت کی صحاح ستہ میں سے ہیں۔ ان دونوں میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ "الصلوۃ خیر من النوم" کے الفاظ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان صبح میں کہنے کی تعلیم فرمائی۔

چنانچہ ابو محذورہ مسجد الحرام کے موذن ہوتے ہوئے اذان فجر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ان الفاظ کو پڑھتے رہے۔ اور پیچھے والوں کو بھی صاف صاف فرما دیا کرتے کہ جو کلمات اذان پڑھتا ہوں۔ وہی کلمات اذان ہر جگہ پڑھے جاتے ہیں۔

نجفی کے الزام کے جواب میں ہم نے اپنی صحاح ستہ میں سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ "الصلوۃ خیر من النوم" از زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تعلیم کے مطابق اذان فجر میں پڑھے جاتے رہے ہیں۔ اب نجفی پر بھی لازم ہے۔ کہ وہ "علی ولی اللہ" کے الفاظ اپنی صحاح اربعہ میں سے واضح طور پر دکھائے۔ کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھے جاتے رہے۔ یا آپ نے ان کے پڑھنے کی تعلیم دی تھی۔ ویسے ہم پر الزام دھرتے وقت نجفی یہ تسلیم کر چکا ہے کہ "علی ولی اللہ" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے۔ اسی لیے "الصلوۃ خیر من النوم" پر اس نے اپنے خیال کے مطابق قیاس کیا۔ یعنی جس طرح سنیوں کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" کے الفاظ بعد میں ڈالے گئے۔ اسی طرح ہم نے "علی ولی اللہ" کے الفاظ بھی بعد میں ڈالے۔ جب سنی ایسا کریں۔ تو جائز اور ہم شیعہ کریں تو ناجائز

آخر کیوں۔

علی ولی اللہ الخ مفوضہ نے اذان میں زیادہ کیے

من لا یحضرہ الفقیہ

وَ قَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ رَحِمَهُ
اللّٰهُ هٰذَا الْاَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يُزَادُ
وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُ وَ الْمُفَوِّضَةُ لَعَنَهُمُ
اللّٰهُ قَدْ وَضَعُوْا اَخْبَارًا وَزَادُوْا فِي
الْاَذَانِ مُحَمَّدٌ وَآلُ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ
مَرَّتَيْنِ وَ فِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدَ اَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا
وَلِيُّ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَوٰى بَدَلَ
ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ
حَقًّا مَرَّتَيْنِ وَلَا شَكَّ فِيْ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ
وَاَنَّهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا وَاَنَّ
مُحَمَّدًا وَآلَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وَلٰكِنْ لَيْسَ ذٰلِكَ فِيْ
اَصْلِ الْاَذَانِ وَاِنَّمَا ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِيُعْرَفَ
بِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ الْمُتَّهَمُوْنَ بِالتَّفْوِيْضِ الْمُدَلِّسُوْنَ

اَنْفُسَهُمْ فِیْ جُمْلَتِنَا۔

(۱- من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول باب الاذان والاقامۃ ص ۱۸۸ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۹۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

(اہل سنت کی اذان کے مکمل الفاظ نقل کرنے کے بعد صاحب من لا یحضرہ الفقیہ شیخ صدوق کہتا ہے) اس کتاب کا مصنف (اللہ اس پر رحم کرے) کہتا ہے کہ یہی اذان صحیح اذان ہے۔ نہ اس میں کمی ہوئی اور نہ کوئی لفظ بڑھایا گیا۔ اور مفوضہ لعنۃ اللہ علیہم نے بہت سی باتیں گھڑ لیں۔ اور ان من گھڑت باتوں کی بدولت کلمات اذان میں اضافہ کر دیا۔ "محمد و آل محمد خیر البریۃ" کے الفاظ دو مرتبہ بڑھا دیے۔ زیادہ کیے۔ اور ان مفوضہ کی بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ "اشہد ان محمدا رسول اللہ" کے بعد "اشہد ان علیا ولی اللہ" دو مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ اور کچھ دوسروں نے ان الفاظ کی جگہ یہ الفاظ رکھے "اشہد ان علیا امیر المؤمنین حقا" اور انہیں دو مرتبہ پڑھنے کو کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ولی اللہ ہونے اور امیر المؤمنین ہونے میں کسی کو شک نہیں اور محمد و آل محمد کے خیر البریۃ ہونے میں کسی کو تردد ہے۔ لیکن یہ کلمات اصل اذان میں سے نہیں ہیں۔ میں نے یہ بات اس لیے ذکر کی تاکہ ان زیادہ الفاظ سے ان لوگوں کی شناخت ہو سکے۔ جو تفویض کی

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

"الصلوٰۃ خیر من النوم" شیعوں کی صحاح اربعہ میں موجود ہے۔

جس طرح ہمارا طریقہ تحفہ جعفریہ میں یہ ہے۔ کہ ہم اپنا مسلک کتب شیعہ سے ہی ثابت کر دکھاتے ہیں۔ بلکہ اس کتاب کی خوبی بھی یہی ہے۔ کہ اہل سنت کا مسلک وہ مسلک حق۔۔۔ہے۔ جو ان کے مخالفین کی کتب میں بھی موجود ہے۔ اسی طریقے کے پیش نظر زیر بحث مسئلہ کو بھی ہم ان کی صحاح اربعہ سے ثابت کر دکھاتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے پاس "تقیہ" کی صورت میں ایک ایسا حیلہ و بہانہ پایا جاتا ہے۔ جس کی بنا پر یہ چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں۔ بہرحال ان کا "تقیہ" وہیں کارگر ہوتا ہے جہاں انہیں بھاگنے کے لیے اور کوئی عقلی و نقلی دلیل نہ مل سکے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔ اس کا جواب نہ بن سکا تو شیر خدا جیسی شجاعت کے اس عمل کو "تقیہ" کی بھینٹ چڑھا دیا۔ خیر چھوڑیے اس کی بحث اور کم فہمی کو۔ اور موضوع کی طرف چلیے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَلَا بَأْسَ اَنْ يُّقَالَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ عَلٰى اَثَرِ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ لِلتَّقِيَّةِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ باب الاذان جلد اول
ص ۱۸۸ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:

صبح کی اذان میں ہی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بطور تقیہ ہو۔

حوالہ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اذان فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں رہا۔ اس کو "بطور تقیہ" کہنا اگر یہ امام موصوف کی طرف منسوب کرنا ان کی توہین کے مترادف ہے کیونکہ شعائر اسلام میں "تقیہ" کو استعمال کرنا امام برحق کی شایان شان ہرگز نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت جو نہج البلاغہ ص ۴۴۴ کتاب ۶۹ میں درج ہے حضرات ائمہ اہل بیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ اور تمام حضرات کی پکار یہ ہے کہ اے حسن و حسین! امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے دست بردار نہ ہونا ورنہ ظالم حکمران تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کے پیرو تھے وہ شعائر اسلام کو بطور تقیہ ادا کرنے کے کس طرح عادی ہو سکتے تھے۔ اہل تشیع کا یہ بیان بہتان و افترا ہے۔

دلیل چہارم

اہل تشیع اپنے گھر میں موجودہ اذان ہونے کے ثبوت کے لیے اپنے مسلک کی مشہور کتاب "اصول کافی" سے ایک دلیل لاتے ہیں۔ اسی دلیل کو بعض مجتہد شیعی نے بھی پیش کیا ہے۔ ہم اس دلیل کو بعینہٖ ذکر کر رہے ہیں
اگلے صفحہ پر

کلمہ طیبہ

علی ولی اللہ اور روز ازل

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جب خدا نے زمین و آسمان کو خلق کیا۔ تو اَمَرَ مُنَادِیًا فَنَادٰی اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثَلٰثًا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثَلٰثًا اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ حَقًّا ثَلٰثًا۔ (کافی شریف)

ترجمہ:

ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ ندا دے۔ تو اس نے تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اور تین مرتبہ محمد رسول اللہ اور تین مرتبہ علی ولی اللہ کا اعلان کیا۔

(رسالہ کلمہ طیبہ ص ۱۰)

جواب

مجتہد شیعی نے "اصول کافی" کی اس روایت کو "علی ولی اللہ" پر دلیل بنا کر پیش کیا۔ اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ "اصول کافی" ہم اہل تشیع کی حدیث کی کتاب ہے۔ لہٰذا یہ لفظ حدیث سے ثابت ہیں۔ ہم اس بارے میں پہلے لکھ چکے ہیں کہ "علی ولی اللہ" کو اہل تشیع جب اصول دین میں سے گردانتے ہیں۔ تو اس کے ثبوت کے لیے موجودہ قرآن سے کوئی دلیل لانا چاہئیں جس طرح اہل سنت نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے الفاظ موجود ہیں۔ ثبوت قطعی اور دلالت قطعیہ کے بغیر

۔۔۔ دین کا حصہ کیسے بن سکتا ہے۔ لیکن نجفی وغیرہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں تب بھی ۔۔۔ علی ولی اللہ، وصی رسول اللہ، کے الفاظ موجودہ قرآن میں نہیں دکھا سکتے۔ ہاں اگر یہ قرآن کا حوالہ دیں جو امام غائب سامرہ میں لیے بیٹھے ہیں۔ تو اشک شوئی ہو سکتی ہے لیکن وہ قرآن جب آئے گا دیکھنے والے دیکھیں گے۔ ہمیں اب ثبوت کی ضرورت ہے۔ چلو بفرض محال تسلیم کر لیا کہ اصل قرآن میں ہوگا۔ لیکن صحابہ اور ائمہ بھی اسی کی تفسیر تشریح کرتے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی ایک روایت یا ائمہ اہل بیت کا قول ایسا دکھانا چاہیئے جس میں، علی ولی اللہ، کے الفاظ صراحۃً کلمہ کی جزو کے طور پر بیان کیے گئے ہوں۔ لاؤ کوئی ایک مسند مرفوع اور صحیح حدیث۔

دو اصول کافی، سے جو روایت نجفی نے بطور دلیل پیش کی ہے کچھ خبر ہے کہ تمہارے بڑے اس روایت کا کیا مقام بتلاتے ہیں۔ تمہیں معلوم نہ ہو تو تمہارے بہت بڑے مجتہد ملا باقر مجلسی سے پوچھتے ہیں۔ جناب مجتہد صاحب! آپ اصول و فروع کافی کے شارح ہیں۔ ذرا بتلایئے کہ روایت مذکورہ کس مقام و مرتبہ کی ہے۔ تو کہا ہے۔

مرآۃ العقول:

اَلْحَدِيْثُ الثَّامِنُ كَالسَّابِقِ وَالْحَدِيْثُ التَّاسِعُ ضَعِيْفٌ

(مرآۃ العقول جلد پنجم ص ۲۰۱ تہران طبع)

ترجمہ:

آٹھویں حدیث (صحت و عدم صحت کے اعتبار سے) پچھلی حدیث جیسی ہے۔ اور پچھلی حدیث یعنی ساتویں حدیث ضعیف ہے۔

اب نجفی صاحب دو ضعیف حدیث سے اپنے عقائد ثابت کرو گے۔

یہ بات ہم کہہ چکے ہیں کہ درست ہے یہ کہ ان کا دعویٰ ہے۔ کہ ہمارے عقائد و نظریات وہ احادیث صحیحہ اور قرآنی آیات پر مبنی ہیں۔ درحقیقت یہ ہے کہ جیسے ان کے عقائد ہیں ان کی تائید میں احادیث و روایات۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر زاغ بزاغ

اہل سنت کا کلمہ اور کتب شیعہ

شیعہ مسلک کی مشہور معتبر کتاب اصول کافی میں ہمارا کلمہ ملاحظہ ہو۔ اور اس کے پڑھنے کا ثواب بھی دیکھئے۔

اصول کافی: عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ۔

(اصول کافی جلد دوم ص [illegible] تہران جدید)

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جس نے اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دس لاکھ نیکیاں عطا کیں۔ حدیث مذکورہ "حسن" ہے۔ ملا باقر مجلسی نے کہا۔

مرآۃ العقول:

بَابُ مَنْ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَلْحَدِیْثُ الْاَوَّلُ حَسَنٌ عَلَی الظَّاھِرِ اِذِ الظَّاھِرُ اَنَّ سَعِیْدًا

هُوَ ابْنُ غَزْوَانَ وَكَذَا رِوَايَةُ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْهُ أَلْفَ حَسَنَةٍ وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ.

(مرآۃ العقول جلد ۱۲ ص ۳۰۲ تہران جدید)

ترجمہ:

باب من قال اشہد ان لا الہ الا اللہ جزء کی حدیث ظاہر طور پر حسن ہے۔ کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس کا راوی سعید ابن غزوان ہے۔ اور یہ اسی طرح حسن ہے جس طرح ابن ابی عمیر کی حدیث حسن ہے۔ ابن ابی عمیر والی حدیث میں اس کلمہ کا ثواب ایک ہزار نیکیاں لکھا ہے۔ اور بعض نسخوں میں دس لاکھ نیکیاں بھی مذکور ہے۔

لمحۂ فکریہ

نجفی وغیرہ اہل تشیع نے بڑے دعووں سے اپنا کلمہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنی صفائی اور ہیرا پھیری سے ادھر ادھر سے عبارات پیش کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی ہمت کی۔ لیکن قارئین اس سے بخوبی آشنا ہیں کہ جلد سوم وچہارم میں ذکر کردہ ان حدیث کا سلسلہ مرفوع اور صحیح ہونا دور کی بات ہے۔ وہ مجہول اور ضعیف احادیث کے زمرے میں آتی ہیں۔ کیا اس درجہ کی احادیث وروایات سے شیعہ فرقہ کے اصول وکلمات ثابت ہیں۔ ان مجہول وضعیف روایتوں کے مقابلہ میں نجفی کی مشہور کتاب اصول کافی سے ہم نے حدیث حسن پیش کی۔ جس میں اہل سنت کا کلمہ اور اس کے فضائل مذکور ہیں۔ اب کوئی شیعہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جس کلمہ کا ثبوت تمہاری کتابوں سے بروایت حسن ثابت ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جس کلمہ کا ثبوت ضعیف

مجہول سے ہو، اس پر کار بند رہا جائے!

ناظرین! معلوم ہوتا ہے کہ ان قتل کے دشمنوں کو اپنی موت کی فکر نہیں۔ اور ان
کے مومنین کو مرکر دنیا سے با ایمان جانے کی کوئی فکر نہیں۔ کبھی سوچا کہ وقت مرگ
تلقین میت وہ کلمہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول صحاح اربعہ کس کو حکم فرمایا۔
ذرا پڑھ تو لیجئے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ أَحَدٍ يَحْضُرُهُ الْمَوْتُ إِلَّا وَكَّلَ بِهِ إِبْلِيسُ مِنْ شَيَاطِينِهِ مَنْ يَأْمُرُهُ بِالْكُفْرِ وَيُشَكِّكُهُ فِي دِينِهِ حَتَّى يَخْرُجَ نَفْسُهُ فَإِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَلَقِّنُوهُمْ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ حَتّٰى يَمُوتُوا۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۰ فی تلقین المیت ۸
مطبوعہ لکھنو طبع قدیم

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۷۸ مطبوعہ
ایران طبع جدید

(۳) فروع کافی جلد ۳ ص ۱۲۳ باب تلقین المیت
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے۔ تو ابلیس اس مرنے والے پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے جو اسے کفر اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کوشش اس کی روح نکلنے تک جاری رہتی ہے۔ لہذا جب تم میں سے کسی پر موت آئے۔ تو دوسرے لوگوں کو مرنے والے کے قریب حاضر ہونا چاہیے۔ اور اسے اس کلمہ شہادت کی تلقین کرنی چاہیئے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ تلقین کرتے رہو یہاں تک کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔

حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے بھی کلمہ اہل سنت کی تبلیغ کی

ارشاد شیخ مفید:

فَقَالُوْا لَہٗ مَنِ الرَّجُلُ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ اَنْ تَشْہَدُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَوْلَاضْرِبَنَّکُمْ بِالسَّیْفِ

(ارشاد شیخ مفید ص ۸۰ فی غزوۃ ذات السلاسل)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اسلام کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو لوگوں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں۔ تمہارے لیے دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو یہ کلمہ پڑھ لو۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ۔ یا پھر میں تمہیں تلوار سے سیدھا کروں گا۔

قارئین کرام! حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جس کلمہ کی تبلیغ فرمائی اس میں بھی وہی دو باتیں ہیں۔ جو اہل سنت کے کلمہ میں موجود ہیں یعنی توحید اور رسالت کی گواہی۔ یہی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن کی ولایت اور خلافت اور وصل بلافصل نہ ماننے والے کو شیعہ خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ اگر ان کے بقول ایسا شخص واقعی خارج از اسلام ہوتا۔ تو پھر حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ ان مخاطبین کو اللہ کی توحید حضور کی رسالت کے ساتھ ساتھ اپنی ولایت اور خلافت بلا فصل کے اقرار کا بھی کہتے اور اس کے انکار پر تلوار سے گردن اڑانے کی بات کرتے۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع اپنے طویل کلمہ کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کرتے ہیں۔ وہ مجہول یا قصیت سے زیادہ کچھ نہیں۔ علاوہ ازیں کلمہ طیبہ جو اصول دین میں سے ہونے کی وجہ سے چاہتا ہے کہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے پیش کیا جائے۔

اس کے برعکس اہل سنت و جماعت کے کلمہ جس کو ساری دنیائے اسلام پڑھتی ہے۔ اور غیر مسلم اسے پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ قرآن کریم میں موجود احادیث صحیحہ اس کی تائید میں موجود اور ائمہ اہل بیت کے اقوال وارشادات اس کے ثواب میں موجود ہیں

نوٹ

"کلمہ طیبہ" نامی رسالے میں نجفی شیعی نے دو عدد حوالہ جات دو مختلف کتابوں سے نقل کیے۔ ان میں سے ایک کتاب "الازھار الملکوتیہ" تصنیف شیخ علی مزیدی ہے۔ اس سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات ... کو سپرد لحد کیا گیا۔ تو منکر نکیر نے ان سے تین سوالات کیے۔ ایک رب کے متعلق، دوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق اور تیسرا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کے متعلق۔ اس روایت سے نجفی نے "علی ولی اللہ" کا ثبوت پیش کیا۔

واقعی یہ حوالہ اس کے لیے بڑا غنیمت تھا۔ اس کتاب کا موجود ہونا یا نہ ہونا خود نجفی سے سنیے۔

راقم الحروف نے نجفی سے اس کتاب کے مذکورہ حوالہ کے بارے میں رابطہ بذریعہ ٹیلیفون کیا۔ اور پوچھا کتاب کہاں ہے۔ اور اس کے کس صفحہ پر یہ روایت درج ہے۔ تو جواب ملا۔ مولانا دس سال قبل میں نے یہ کتاب کسی کے پاس دیکھی تھی۔ اس وقت اس میں مجھے روایت ملی تھی۔ اب اس کتاب کا ملنا بہت مشکل ہے۔

دوسری کتاب "تحفۃ الاولیاء" سے ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ پہلی کتاب کی طرح اس کا بھی نہ مصنف، نہ باب، نہ مطبع کوئی اتہ پتہ نہ دیا۔ ہم نے بہت ڈھونڈا۔ لیکن اس کتاب میں یہ حوالہ کہیں بھی نہ مل سکا۔ آپ اندازہ لگائیں۔ کہ بات وہ اصول دین کی ہو۔ اور اس کے ثبوت کے لیے اول تو کتاب ہی موجود نہیں اور اگر ہے تو اس میں اس کا ثبوت ہی نہیں۔ بہرحال مان لیتے ہیں۔ کہ ان کتابوں کے حوالہ ہو گا تو

میں بہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ کسی مسند، مرفوع اور صحیح حدیث سے ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اگر ایسا ہو سکتا تو ان دو کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں ان روایات کا تذکرہ ہوتا ضرور۔ لیکن اہل تشیع کے پاس ہزاروں کتابیں ہونے کے باوجود کسی ایک میں بھی مسند، مرفوع اور صحیح حدیث موجود نہیں۔ اگر ہے تو اعلان کرتے ہیں۔ لاؤ اور فی روایت منہ مانگا انعام پاؤ۔ ہم نے حتی المقدور اہل تشیع کے دلائل کا محاسبہ اور ان کا جواب دے دیا۔ اور اگر اس کے بعد ان کی کسی نئی دلیل پر نظر پڑی۔ تو انشاء اللہ اس کا جواب بھی سپرد قلم کیا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

باب دوم

بحث

تحریف قرآن

باب دوم

بحث تحریف القرآن

"تحریف قرآن" ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس میں اہلسنت اور اہل تشیع کے مابین اہم اختلاف ہے۔ اہل تشیع ابتداء سے یہ الزام لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ اہل سنت نے قرآن پاک میں تحریف کی۔ اور اس کی سورتوں اور آیات میں کمی بیشی کی۔ اس اہم الزام کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اس موضوع پر بھی تفصیلی گفتگو کی جائے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن مجید کامل مکمل و اکمل ہے۔ اس میں قطعاً کوئی تحریف نہیں۔ لیکن اس کے برعکس اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن پاک نامکمل اور تحریف شدہ ہے۔

قرآن پاک چونکہ مسائل کا اولین ماخذ ہے۔ تمام عقائد اسلامیہ کی جان ہے۔ اور احکامات الٰہیہ کا اولین منبع ہے۔ لہٰذا ان امور کے پیش نظر اس بارے میں ایسی تفصیل سے گفتگو ہونا ضروری ہے کہ کسی قسم کی الجھن اور اشکال باقی نہ رہے۔ لہٰذا اس تفصیلی باب کو ہم نے چار فصول پر تقسیم کیا۔ جس فصل اول میں قرآن پاک کی تاریخ جمع و جمع قرآن اور اس کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ معہ دلائل بیان ہوگا۔ دوسری فصل

انہی موضوعات کے متعلق اہل تشیع کے حق میں تفصیل ہوگی۔ اور وہاں ان کے دلائل بھی ساتھ ہی مذکور ہوں گے۔ تیسری فصل میں قرأت سبعہ اور ناسخ و منسوخ کی کھل کر بات چیت ہوگی۔ اور یہی تیسری فصل دراصل اہل تشیع کے تمام اعتراضات کا محور ہے۔ چوتھی اور آخری فصل میں اہل تشیع کی جانب سے اہل سنت پر اسی موضوع کے متعلق کیے گئے سوالات و اعتراضات مذکور ہوں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کے جوابات بھی ان شاء اللہ تحریر ہوں گے۔

ان چار عدد فصول کے پڑھنے کے بعد ہر قاری اس نتیجہ پر یقیناً پہنچے گا۔ کہ تحریف قرآن کا الزام اہل تشیع کا ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ کیونکہ وہ محرف قرآن بذات خود ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ قاری کو اس بحث کی تکمیل پر یہ نظر آئے گا۔ کہ چونکہ تمام اہل تشیع کے مذہب و مسلک کی بنیاد ائمہ اہل بیت کی احادیث ہیں۔ اور ان کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تا امام مہدی تمام اہل بیت کے امام تحریف قرآن کے حامی اور قائل ہیں۔ لہٰذا کوئی شخص مذہبی شیعہ اس وقت تک بن ہی نہیں سکتا جب تک وہ تحریف قرآن کا قائل نہ ہو جائے۔ اور موجودہ قرآن پاک کو نامکمل، بناوٹی اور ادھورا نہ سمجھے۔

فصل اول

دورِ رسالت میں نزولِ قرآن، ترتیبِ سُوَر اور خلافتِ صدیقی و عثمانی میں تحریرِ قرآن کی تاریخ

قرآن کریم تقریباً تیئس سال کے عرصے میں حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے مکمل ہوا، خود قرآن نے بتایا۔

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ
وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا۔

(سورۂ بنی اسرائیل)

ترجمہ:

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ تم ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر

سنا دیں۔ اور ہم نے اسی طرح سے اتارا یعنی طرح اتارنا مناسب تھا۔
(ترجمہ مقبول شیعہ)

ایک اور جگہ اس کی وضاحت یوں فرمائی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۔

(والفرقان)

ترجمہ:

اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اتارا اس پر قرآن سارا ایک ہی بار تا کہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر۔

(ترجمہ شاہ عبدالقادر)

برتیب ضرورت جب بھی کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو صحابہ کرام کو سناتے۔ انہیں یاد کرنے کی تلقین فرماتے۔ صحابہ کرام یاد کرتے کے بعد آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے۔ جب یار آنحضرت یقین ہو جاتا کہ کوئی لفظ چھوٹا نہیں۔ تو پھر اس حفظ شدہ قرآن کے حصہ کو وہ اپنے بچوں کو پڑھاتے۔ انہیں یاد کراتے۔ ان کے علاوہ وہ صحابہ جو برتیب نزول آیات کسی وجہ سے بارگاہ رسالت سے دور رہتے۔ موجود حضرات کی ذمہ داری یہ بھی تھی۔ کہ ان غائبین تک بھی اتری ہوئی آیات کو پہنچائیں۔ اس طرح اتری ہوئی ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت ایک بہت بڑی تعداد کے سینوں میں محفوظ ہو جاتی جس کیفیت کا تذکرہ بھی خود قرآن نے فرمایا۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ۔

(العنکبوت ۴۹)

ترجمہ:

بلکہ وہ کھلی آیتیں ان لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں جن کو علم دیا گیا ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے قبل مدینہ میں جو چند صاحب مشرف باسلام ہوئے اور نورانیت اسلام سے تازوں سے روشنی حاصل کرنا شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو قرآن پاک کی آیات سکھانے کے لیے چند ایسے صحابہ کرام کو متعین فرمایا۔ جو حافظ قرآن تھے۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیر اور عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کے نام بھی شامل ہیں۔

ان حضرات کی محنت اور قرآن کریم کی محیر العقول خارق عادت تاثیر نے ان کو وہ کامیابی اور کامرانی کے جھنڈے گاڑے کہ مدینہ کے گرد و نواح میں بسنے والے غیر مسلموں بچوں کو بھی قرآن کی آیات یاد ہو گئیں۔ اس امر کی شہادت عمرو بن سلمہ کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ جو مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔

مشکوٰۃ شریف:

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرِّ النَّاسِ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ نَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَزْعَمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ أَوْحٰى إِلَيْهِ كَذَا فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ فَكَأَنَّمَا يُغْرٰى فِي صَدْرِي وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمْ

الفتح فیقولون اترکوہ و قومہ فانہ
ان ظھر علیھم فھو نبی صادق فلما
کانت وقعۃ الفتح بادر کل قوم
باسلامھم و بادر ابی قومی باسلامھم
فلما قدم قال جئتکم واللہ من عند
النبی حقا فقال صلوا صلوۃ کذا فی
حین کذا و صلوۃ کذا فی حین کذا
فاذا حضرت الصلوۃ فلیؤذن احدکم
فلیؤمکم اکثرکم قرانا فنظروا فلم یکن احد اکثر
قرانا منی لما کنت اتلقی من الرکبان فقدمونی بین ایدیھم
وانا ابن ست او سبع سنین ۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف ص ١٠١
کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ)

ترجمہ :

عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک پانی کے کنارے بستے تھے جہاں
سے لوگوں کا گزر ہوتا تھا۔ بہت سے سوار لوگوں کا بھی ادھر سے گزر ہوا
کرتا تھا۔ ہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔ لوگوں کے متعلق کوئی تازی
خبر سناؤ۔ اور یہ بھی پوچھا کرتے تھے کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا
اس کی کوئی بات بتلاؤ۔ تو لوگ ہمیں جواباً بتلاتے کہ وہ اپنے خیال
کے مطابق خود کو خدا کا پیغمبر کہتا ہے اور خدا کی وحی اپنی طرف آنے
کا ذکر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ فلاں وحی آئی۔ وحی کے ذریعہ فلاں
بات اللہ نے کہی۔ ان لوگوں کی باتیں سن کر میں وہ وحی والا کلام یاد کر لیا

کرتا تھا۔ تو مجھے قرآن یاد ہو جاتا۔ جیسا کہ میرے سینہ میں گڑ گیا ہو۔ عرب
مسلمان ہونے کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ
اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور اس کی قوم کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اگر
وہ ان پر غالب آ گیا۔ تو واقعی اللہ کا سچا نبی ہوگا۔ پھر جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا۔
لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے میں میرے
باپ نے میری قوم سے بہت جلدی دکھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
سے واپس آ کر کہا۔ خدا کی قسم میں نبی برحق کے پاس سے آیا ہوں۔ انہوں
نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت
پڑھا کرو۔ پھر جب نماز کا وقت ہو۔ تو تم سے کوئی ایک اذان کہے اس کے
بعد جو تم میں سے قرآن زیادہ جانتا ہو۔ وہ (یعنی جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو۔)
وہ امامت کرے تمہیں نماز پڑھائے۔ نماز کا وقت آنے پر ہم ایک دوسرے
کو دیکھنے لگے کہ کون آگے ہو کر امامت کراتا ہے۔ اور کون قرآن زیادہ جانتا ہے
تو مجھ سے بڑھ کر قرآن کو جاننے و حفظ کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ کیونکہ جیسے
پانی پلانے والے مسافروں کی باہم گفتگو سے قرآن کی جو بات یاد
ہو چکی تھی۔ اس بنا پر امامت کے لیے لوگ مجھے آگے کر دیتے۔ حالانکہ
میری اس وقت صرف چھ سات سال کی عمر تھی۔ (الحدیث)

قرآن مجید کی تعلیم و تعلم ایک عظیم جذبے کے تحت جاری تھی جس کا محرک حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ۔ (البخاری)

ترجمہ:

تم میں سے بہتر وہ ہے جو خود قرآن سیکھے۔ اور دوسروں کو سکھائے

اس جذبے سے سرشار بہت سے صحابہ کرام کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جو رات دن قرآن کریم کے حفظ کرنے اور حفظ کرانے میں مصروف رہا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد قرآن حکیم کی تلاوت سے پیدا ہونے والی سحر انگیز آواز سے گونجا کرتی تھی۔ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کا قرآن سنا کرتے تھے۔ اور اللہ کا شکر بجا لایا کرتے تھے کہ میری قوم میں ایسے افراد بھی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کریم کی تحریر کی کیفیت

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی۔ تو جیسا کہ تحریر ہو چکا ہے آپ نازل شدہ وحی کو حفظ کرواتے تھے۔ اور حفظ کے ساتھ ساتھ آپ اس کو لکھوانے کا بندوبست بھی فرماتے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے مختلف صحابہ کرام وحی کو قیدِ تحریر میں لاتے۔ کوئی تو چمڑے پر لکھ لیتا۔ دوسرا کھجور کے درخت کے پتوں پر ان الفاظ کو رقم کر لیتا۔ اسی طرح سنگریزوں اور دوسری اشیاء پر وحی لکھی جاتی۔ لکھنے کے بعد پھر آپ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا جاتا۔ یہاں تک کہ آپ اس کی تائید و تصدیق فرما دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحابہ کرام کو بذریعہ کتابت وحی کو قلمبند فرمانے کا حکم دیا تھا۔ اس کی یہ غرض نہ تھی کہ آپ نے یادداشت پر عدم اعتبار کی بنا پر ایسا کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کے بعد اس کو نسیان سے محفوظ رکھنا اللہ رب العزت نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى

ترجمہ:

عنقریب ہم تم کو پڑھائیں گے پھر تم نہ بھولو گے

(ترجمہ مقبول شیعہ سورۃ الاعلیٰ)

بلکہ یہ سب کچھ اس لیے تھا تاکہ امت کو یہ بتلا دیا جائے کہ جس طرح قرآن حکیم کا حفظ کرنا اور سینوں میں اس کو محفوظ کر لینا ضروری ہے۔ اسی طرح تحریری طور پر کتابت کی صورت میں بھی اس کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور یا تقدس میں قرآن کریم کو کتابت کے ذریعہ محفوظ کرنا مسنون اور مستحب ہونے کی صورت میں آ چکا تھا۔ مگر آپ کے وصال اقدس کے بعد یہی رخصت و حریت واجب بن گئی۔ اور قرآن کو کتابت کے ذریعہ محفوظ کرنا امت کا اجماعی مسئلہ ہو گیا۔ تاکہ رب العزت کا یہ وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ترجمہ مقبول شیعہ) دونوں صورتوں میں پورا ہو جائے۔ یعنی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کے لیے یہ دو طریقے امت محمدیہ کو عطا فرمائے۔

اور جاہلیت میں عرب کے پاس شعر ہی ان کی کل جاگیر تھے۔ ہر کوئی نفیس یا عمدہ چیز مثلاً شعر یا شہ پارہ یا اہم بات کو قلم بند کر لیا کرتے تھے تاکہ دوسروں تک اس کو پہنچانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ ایسے دور میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور پھر اس کے بعد نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والا کلام اپنی نفاست اور عمدگی فصاحت و بلاغت میں اپنی مثل آپ تھا۔ خاص کر ان لوگوں کے لیے جو شرف باسلام ہو چکے تھے۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلام ان کے لیے اہم نہ تھا۔ جس طرح مختلف نامی گرامی شعراء کے کلام کا مجموعہ

و سیم مصلحتاً تحریری شکل میں موجود تھا اور کسی کی دسترس میں نہ رہنے کے باعث اسے دریغ کیا گیا۔ اسی طرح اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ مسلمان چھپ چھپا کر عبادت بجا لایا کرتے تھے، ابھی قرآن کریم کی ان سورتوں اور آیات کے مختلف تحریری مسودہ جات صحابہ کرام کے پاس تھے۔ اس لیے بہت سے کلام الٰہی کی وہ چھپ کر تلاوت کیا کرتے تھے۔ سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب کے مشرف باسلام ہونے کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود چند صحابہ کرام کو کتابت وحی کے لیے مقرر فرما رکھا تھا۔ جن میں یہ حضرات معروف و مشہور ہیں۔ ابوبکر صدیق، عمر ابن الخطاب، عثمان غنی، علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت، ابی بن کعب، زبیر بن العوام، عبداللہ بن سعد، حنظلہ بن الربیع، اسید، معیقیب بن ابی فاطمہ، خالد و ابان پسران سعید بن العاص اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اجمعین۔ نزول وحی کے وقت ان میں سے جو موجود ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بلا کر اسے ضبط تحریر میں لانے کا ارشاد فرماتے۔

چنانچہ اس طرح مختلف صحابہ کرام کے پاس وحی ایک تحریری شکل میں موجود تھی۔

آیات و سورتوں کے مابین ترتیب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق دی گئی جب کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبان وحی کو ارشاد فرماتے کہ اسے فلاں سورت یا فلاں آیت کے آگے پیچھے لکھو اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

مشکوٰۃ شریف:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں مذکور ہے۔ (جسے ترمذی، ابو داؤد اور مسند امام احمد نے ذکر کیا ہے۔)

قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِي عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُولُ ضَعُوا هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا فَإِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ فَيَقُولُ ضَعُوا هٰذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا۔

(مشکوٰۃ شریف ص کتاب فضل القرآن)

ترجمہ:

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بعض اوقات
حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد سورتیں (یا متعدد آیات پر مشتمل
سورتیں) نازل ہوتیں۔ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ جب بھی آپ پر
کوئی وحی نازل ہوتی۔ تو آپ کسی لکھنے والے کو بلا لیتے۔ اور فرماتے ان
آیات کو فلاں سورت میں فلاں مقام پر لکھو۔ جس (سورت) میں فلاں
فلاں باتیں مذکور ہیں۔ اور جب کبھی آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو بھی
کاتبین کو فرماتے۔ اس آیت کو فلاں فلاں مضمون والی سورت میں
لکھو۔

مسند امام احمد بن حنبل

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا اَسْوَدُ
بْنُ عَامِرٍ ثَنَا هُرَيْمٌ عَنْ لَيْثٍ عَنْ
شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ
قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ جَالِسًا اِذْ شَخَصَ بِبَصَرِهٖ ثُمَّ
صَوَّبَهٗ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُلْزِقَهٗ بِالْاَرْضِ
قَالَ ثُمَّ شَخَصَ بِبَصَرِهٖ فَقَالَ اَتَانِیْ
جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَضَعَ
هٰذِهِ الْاٰيَةَ بِهٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗءِ

ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ (مسند امام احمد بن حنبل جزء رابع ص ۲۱۸)

ترجمہ:

حضرت عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں بیٹھا تھا کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک اپنی آنکھیں جھکا لیں۔ اتنی کہ قریب تھا۔ کہ زمین سے لگ جائیں۔ پھر آنکھیں اٹھانے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے تھے۔ اور مجھے کہا کہ اس آیت کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر رکھوں۔ آیت یہ تھی۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ

بخاری شریف

حَدَّثَنِیْ اُمَیَّۃُ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ عَنْ حَبِیْبٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عُفَّانَ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْھَا الْاٰیَۃُ الْاُخْرٰی فَلِمَ تَکْتُبُھَا اَوْ تَدَعُھَا قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِنْہُ مِنْ مَکَانِہٖ۔

(بخاری شریف جلد ۲

کتاب التفسیر باب و اذا طلقتم

النساء الخ)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا آیت کریمہ والذین یتوفون منکم الخ آپ کیوں لکھ رہے ہیں یا اسے کیوں لکھا ہے۔ یہ تو منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا آپ اسے رہنے دیں۔ کہنے لگے بھتیجے! میں قرآن پاک میں سے کسی آیت کو اس کی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں کروں گا۔

قرآنی سورتوں کی موجودہ ترتیب دور رسالت میں ہی معروف تھی

ابوداؤد شریف

فَمَا كَانَتْ لَيْلَةٌ أَبْطَأَ عِنْدَ الْوَقْتِ الَّذِي كَانَ يَأْتِينَا فِيهِ فَقُلْنَا لَقَدْ أَبْطَأْتَ عَنَّا اللَّيْلَةَ قَالَ إِنَّهُ طَرَأَ عَلَيَّ حِزْبٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجِيءَ حَتَّى أُتِمَّهُ قَالَ

أَوْسٌ سَأَلْتُ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تُحَزِّبُوْنَ الْقُرْاٰنَ قَالُوْا ثَلٰثٌ وَّخَمْسٌ وَّسَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ وَثَلٰثَ عَشْرَةَ وَحِزْبُ الْمُفَصَّلِ وَحْدَهٗ (ابوداؤد شریف جلد اول ص ۱۹۹ وَحَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَتَمُّ۔ مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ:

جب رات ہوئی۔ تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے وقت سے آنے میں کچھ دیر فرمائی۔ ہم نے پوچھا۔ آپ آج رات بعد سے تشریف لائے۔ کیا وجہ تھی؟ فرمایا۔ قرآن پاک کے وظیفہ کا وقت آگیا تھا۔ اس لیے میں نے آسے مکمل کیے بغیر آنے کو اچھا نہ جانا اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے دریافت کیا۔ کہ تم قرآن کا وظیفہ کس طرح کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ تین اور پانچ اور سات اور گیارہ اور تیرہ اور ایک حزب مفصل کا۔ یہ حدیث ابوسعید اتم ہے۔

تشریح:

اوپر ذکر کردہ حدیث کے آخر میں تین پانچ اور سات وغیرہ کے جو اعداد مذکور ہوئے۔ شارحین کرام نے اس کی تشریح و وضاحت یوں بیان کی۔ تین سے مراد سورۃ البقرہ، آل عمران اور النساء ہیں۔ پانچ سے المائدہ سے سورۃ التوبہ تک کی سورتیں، سات سے مراد سورۃ یونس سے لے کر سورۃ النحل تک کی سورتیں، نو سے بنی اسرائیل تا الفرقان، اور گیارہ سے الشعراء تا یٰسین مراد ہیں۔ اور تیرہ سے مراد الصافات تا الحجرات تک کی سورتیں مقصود ہیں اور حزب مفصل

سورۃ ق سے تا آخر قرآن سورۃ والناس تک مفصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات ہی نہیں بلکہ تمام سورتوں کی ترتیب موجودہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں موجود تھی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی ترتیب سے قرآن کریم کا وظیفہ اور ورد و تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

مسند امام احمد بن حنبل

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَبُوْدَاوُدَ الطَّیَالِسِیُّ قَالَ اَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ الْهُذَلِیِّ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرَاةِ السَّبْعَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیْ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔

(مسند امام احمد بن حنبل جزء ۴ ص ۱۰۷)

ترجمہ:

(حضرت واثلہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے تورات کی جگہ سات بڑی لمبی سورتیں عطا کی گئیں۔ زبور کے بدلے مجھے وہ سورتیں دی گئیں جن میں سے ہر ایک سورت میں سو سو آیات ہیں اور انجیل کی جگہ مثانی والی سورتیں جن میں ہر ایک کے اندر سو سے کم

آیات ہوں یہ) معلوم ہوئیں۔ اور ان کے علاوہ مفصل سورتوں (چھوٹی چھوٹی سورتوں) سے مجھے فضیلت عطا کی گئی۔

الحاصل:

مذکورہ بالا احادیث کے مضامین سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں ہی قرآن پاک کی آیات اور سورتوں کی وہی ترتیب پائی جاتی تھی۔ جو آج موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایسے حضرات بکثرت موجود تھے۔ جن کے سینوں میں اللہ کا کلام موجود تھا۔ اور ان حفاظ کرام کو اسی ترتیب سے قرآن یاد تھا۔ جس ترتیب سے آج کے حفاظ یاد کرتے ہیں۔ قرآن پاک کا ارشاد گرامی ہے۔

رسول من الله یتلوا صحفا مطهرة فیها کتب قیمة۔

ترجمہ:

(اللہ کی طرف سے رسول جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا ہے جن میں پختہ نوشتے موجود ہیں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

خلافتِ صدیقی کے دوران قرآن مجید کو ایک جگہ تحریری طور پر اکٹھا کرنے کے اسباب و کیفیت

حضورِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری ہی میں اسلام جزیرۂ عرب سے باہر دوسرے ممالک و بلاد تک پھیل چکا تھا۔ یمن، بحرین، عمان وغیرہ میں جابجا مساجد تعمیر ہوئیں۔ جہاں کہیں بھی مسلمان رہتے تھے وہاں نماز با جماعت کی صورت میں تلاوتِ قرآن کریم ہونے لگی۔ مرد و زن اور بچہ بچہ تک تعلیمِ قرآن میں ہمہ تن مصروف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بطور خلیفۃ الرسول منتخب ہو گئے۔ ان کے دورِ خلافت میں مجاہدین نے ایران اور روم پر چڑھائی کی۔ مدینہ منورہ فتح کر لیا گیا۔ جوں جوں اسلام کو کامیابیاں اور کامرانیاں ملیں۔ توں توں قرآن کریم کی تلاوت میں بھی زیادتی ہونی شروع ہو گئی جنگ یمامہ میں بہت سے ایسے اشخاص شہید کر دیے گئے۔ جو قرآن کریم کے حافظ اور قاری تھے۔ ان حضرات کی شہادت سے پیدا ہونے والے حالات کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فراست سے پورا پورا مطالعہ فرمایا۔ چنانچہ آپ بسیار سوچ و بچار کے بعد بارگاہِ صدیقی میں تشریف لائے۔ اور خلیفۂ وقت کو مشورہ دیا۔ کہ قرآن پاک جن حضرات کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اور جن کے پاس کسی چیز

پر تحریری صورت میں اس کے مختلف حصے ہیں۔ انہیں یکجا کاغذوں پر تحریری شکل میں محفوظ کر دیا جائے۔

بخاری شریف میں اس کی تفصیل یوں مذکور ہے۔

بخاری شریف

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْ بَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّآءِ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّآءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَرَاَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَاٰى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَّا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله
لو كلفوني نقل جبل من الجبال
ما كان أثقل علي مما أمرني به
من جمع القرآن قلت كيف تفعلون
شيئا لم يفعله رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال هو والله
خير فلم يزل أبو بكر يراجعني حتى
شرح الله صدري للذي شرح له صدر
أبي بكر وعمر فتتبعت القرآن
أجمعه من العسب واللخاف وصدور
الرجال حتى وجدت آخر سورة التوبة
مع أبي خزيمة الأنصاري لم أجدها
مع أحد غيره لقد جاءكم رسول من
أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حتى خاتمة
براءة فكانت الصحف عند أبي بكر حتى توفاه
الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة بنت عمر.

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۴۵،
کتاب فضائل القرآن۔ مطبوعہ
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:
حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ، جبکہ زکوٰۃ نہ دینے

والوں کے خلاف لڑی گئی تھی) کے بعد مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلوایا جب میں
وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے مجھے فرمایا۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مشورہ ہے کہ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے
کا حکم دوں۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے۔ کہ اگر جنگ یمامہ کی طرح کہ جس میں بہت
سے حفاظ و قراء قرآن شہید ہو گئے۔ دیگر لڑائیوں میں بھی اسی طرح کثرت
سے حفاظ قرآن نے جام شہادت نوش کر لیا۔ تو ایسا نہ ہو۔ کہ قرآن کریم کا
اکثر حصہ شہید ہونے والے اپنے ساتھ سینوں میں لے جائیں۔ اور کچھ دوسرے
کو وہ یاد نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو جائے۔ میں نے اس تجویز کے
جواب میں حضرت عمر کو کہا۔ تم وہ کام کیونکر کرتے ہو کہ جس کو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا۔ یہ (میرا مشورہ) خدا کی
قسم اچھا مشورہ ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب کے بار بار کہنے سے اللہ تعالیٰ
نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔ اور میں نے جان لیا۔ کہ حضرت
عمر کا مشورہ واقعی درست اور بروقت ہے۔ زید بن ثابت کہتے ہیں۔
مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ زید! تم نوجوان اور عقلمند آدمی
ہو۔ ہمیں تم پر تہمت لگانے کا کوئی موقع نہ ملا۔ یعنی تمہارے حوالے
اقوال بھول چوک اور غلطیوں سے مبرا ہیں۔ اور تم وہ ہو۔ جو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہوئی وحی کو لکھا کرتے تھے۔ لہذا تم یہ ذمہ اٹھاؤ
اور مختلف لوگوں کے پاس جا کر ان سے قرآن پاک کی آیات لے کر
ایک جگہ جمع کرو۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خدا کی
قسم! اگر اس ذمہ داری کی بجائے مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری
جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے۔ تو وہ میرے لیے اس کی بہ نسبت آسان

تو میں نے ابوبکر صدیق سے کہا۔ تم وہ کام کیونکر کرنے لگے ہو۔
جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔ ابوبکر نے فرمایا۔ خدا کی قسم
یہ کام بہر حال اچھا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بار بار اس کام کے
سرانجام دینے پر زور دیا۔ حتیٰ کہ ایسا وقت آن پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا
سینہ بھی صدیق اکبر اور عمر کے سینہ کی طرح اس کام کے لیے کھول دیا۔ پھر
میں نے اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف لوگوں سے رابطہ
قائم کیا۔ بالآخر میں نے کھجور کے پتوں، سفید پتھروں پر لکھا ہوا قرآن
لوگوں سے حاصل کر لیا۔ اور جن کے سینوں تک جو محفوظ تھا۔ وہ بھی حاصل
کر لیا۔ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ابوخزیمہ الانصاری کے سوا اور کسی کے
پاس سے نہ ملی۔ وہ آیت یہ ہے لقد جاءکم رسول من
انفسکم تا آخر۔ اس طرح جو صحیفہ جمع ہوا۔ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کے پاس ان کی وفات تک رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاحیات
اسے اپنے پاس رکھا۔ ان کے وصال کے بعد ان کی بیٹی حضرت حفصہ
رضی اللہ عنہا کے پاس آ گیا۔

تبصرہ :-

بخاری شریف کی مذکورہ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم
کے جمع کرنے کا عمل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اس سے
قبل یعنی دورِ رسالت میں یہ کچھ نہ ہوا تھا۔ حالانکہ گزشتہ احادیث سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آیات کی
ترتیب اور سورتوں کی ترتیب کے ساتھ قرآن موجود تھا۔ ان دونوں باتوں میں

کوئی تعارض نہیں۔ دونوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور با برکت میں آیات کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن قرآن کریم مکمل طور پر یعنی الحمد سے والناس تک کسی ایک جگہ یا کسی ایک شخص کے پاس موجود نہ تھا۔ بلکہ اسی ترتیب کے ساتھ اس کے مختلف حصے مختلف حضرات کے پاس تھے۔ اور کچھ دوسروں کو بعض ازبر تھا۔ جنگ یمامہ میں جب بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ تو خطرہ تھا کہ آئندہ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ تو اسی ترتیب کے مختلف حصہ جات مختلف حضرات سے ایک جگہ اکٹھے کرنے کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابت کے کندھوں پر ڈالی گئی۔ تاکہ وہ خطرہ دور ہو جائے۔

لہذا دور رسالت میں دی گئی ترتیب آیات اور سور کو صرف ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔ نئی ترتیب دینے کی کوشش ہرگز نہ تھی۔ اور اللہ رب العزت نے ان حضرات کی ان انتھک کوششوں کو بارآور فرمایا۔ تو خدا نے اپنے کلام کی حفاظت کا کوئی ذریعہ تو استعمال فرمانا تھا۔ یوں پہلی مرتبہ قرآن پاک کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی سعادت ان حضرات کو خدا نے عطا فرمائی۔

صدیق اکبر کے دور خلافت میں قرآن کریم کو ایک جگہ اکٹھا کرنے میں احتیاط کا عالم

فتح الباری

ولابن ابی داؤد ایضا فی المصاحف من طریق

يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب قال قام عمر
فقال من كان تلقى من رسول الله صلى الله
عليه وسلم شيئا من القرآن فليأت به
وكانوا يكتبون ذلك في الصحف والالواح
والعسب قال وكان لا يقبل من احد شيئا
حتى يشهد شاهدان وهذا يدل على
ان زيدا كان لا يكتفي بمجرد وجدانه
مكتوبا حتى يشهد من تلقاه سماعا
مع كون زيد كان يحفظه وكان يفعل
ذلك مبالغة في الاحتياط وعند ابن
ابي داود ايضا من طريق هشام بن عروة
عن ابيه ان ابا بكر قال لعمر ولزيد
اقعدا على باب المسجد فمن جاءكما
بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه
ورجاله ثقات مع انقطاعه وكان المراد
بالشاهدين الحفظ والكتاب او المراد انهما
يشهدان على ان ذلك المكتوب كتب بين
يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم
او المراد انهما يشهدان على ان ذلك
من الوجوه التي نزل بها القرآن وكان
غرضهم ان لا يكتب الا من عين ما كتب

حضرت عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ دونوں مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جاؤ۔ جو شخص دو گواہوں سے کر آئے۔ اور اپنے ساتھ قرآنی آیت و سورت ان گواہوں کی گواہی کے ساتھ پیش کرے۔ تو آپ سے لکھ لو۔

اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ اگرچہ یہ منقطع ہے۔

دو گواہوں سے مراد کیا ہے۔ ایک یہ کہ حفظ و کتابت دونوں طرح سے آیت کی شہادت مل جائے۔ دوسری مراد یہ کہ دو آدمی یہ گواہی دیں۔ کہ یہ لکھی ہوئی آیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے جانے کی ہم گواہی دیتے ہیں۔ تیسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دو آدمی یہ گواہی دیں کہ کتابت انہی وجوہ اور طریقوں کے مطابق ہے۔ جن کے مطابق قرآن کریم نازل کیا گیا۔ ان گواہوں کی گواہی سے ان حضرات کا مقصد یہ تھا۔ کہ اس طرح وہ آیات دستیاب ہوں جو عین تحریر میں آ چکی تھیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی جاتی تھیں۔ محض حفظ پر اکتفا کرنا درست نہ سمجھتے تھے۔

عہد عثمانی میں جمع قرآن کے اسباب

قدرتی طور پر یہ خیال آتا ہے۔ کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کریم کو ایک جگہ جمع فرما دیا۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس کے جمع کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اور اس محنت و کاوش کے صلہ میں امت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کا لقب بھی دیا۔ اس کے کیا اسباب پیش آئے؟

اس امر کی نشاندہی اگرچہ بہت سی کتب احادیث سے ملتی ہے۔ مختصر طور پر

پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بھی کہ دور رسالت سے دور فاروقی تک قرآن کریم کی تلاوت مختلف قرأت و لغت سے جاری تھی۔ اسلام کے دور دراز پھیل جانے سے قرأت کا پھیلنا ایک لازمی امر تھا۔ حتی کہ اس پھیلاؤ کے دوران بعض لوگوں نے ایک مخصوص قرأت کو تو قرآن کہا لیکن دوسری قرأت کو خارج کہنا اور سمجھنا شروع کر دیا۔ نوبت جھگڑوں اور باہم نزاع تک پہنچ گئی۔ اس کیفیت کو صاحب فتح الباری نے بیان کیا۔ جس میں مدینۃ الرسول کی حالت بیان کی گئی۔

فتح الباری:

فَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ اَیْضًا فِی الْمَصَاحِفِ مِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ لَمَّا کَانَ فِیْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ جَعَلَ الْمُعَلِّمُ یُعَلِّمُ قِرَاءَةَ الرَّجُلِ وَالْمُعَلِّمُ یُعَلِّمُ قِرَاءَةَ الرَّجُلِ فَجَعَلَ الْغِلْمَانُ یَتَلَقَّوْنَ فَیَخْتَلِفُوْنَ حَتّٰی ارْتَفَعَ ذٰلِکَ اِلَی الْمُعَلِّمِیْنَ حَتّٰی کَفَّرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَبَلَغَ ذٰلِکَ عُثْمَانَ فَخَطَبَ فَقَالَ اَنْتُمْ عِنْدِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فَمَنْ نَاٰی عَنِّیْ مِنَ الْاَمْصَارِ اَشَدُّ اخْتِلَافًا فَکَاَنَّهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لَمَّا جَاءَهُ حُذَیْفَةُ وَاَعْلَمَهُ بِاخْتِلَافِ الْاَمْصَارِ تَحَقَّقَ عِنْدَهُ مَا ظَنَّهُ مِنْ ذٰلِکَ۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۳-۱۵ کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ:

ابن ابی داؤد نے ابو قلابہ کے طریق سے مصاحف کے بارے کہا یہ

روایت کی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں
حالات کچھ ایسے ہو گئے۔ کہ ایک استاد کسی ایک قراءۃ کی تعلیم دیتا۔ اور
دوسرا استاد کسی دوسری قرأت کو پڑھاتا۔ تو ان سے پڑھنے والے شاگردوں
نے باہم اختلاف کیا۔ حتی کہ یہی اختلاف ان کے اساتذہ تک پہنچ گیا۔
پھر نوبت یہ ہو گئی۔ کہ ایک کو دوسرا فارغ از اسلام قرار دینے لگا۔ حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب اس اختلاف کا علم ہوا۔ تو آپ نے لوگوں
کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ تم میری موجودگی اور میرے قریب ہو کر
اختلاف کر رہے ہو۔ تو ان لوگوں کا اختلاف تو تم سے کہیں زیادہ سنگین ہوگا
جو شہروں سے دور دیہات میں رہ رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت حذیفہ
رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے پاس حاضر ہوئے۔ اور انہیں مختلف شہروں
کی اختلافِ قرأت کے بارے میں یادداشت پیش کی۔ تو یوں حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے ظن کے حقیقی ہونے کا پتہ چل گیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے علاوہ دوسرے شہروں کی جو
کیفیت بیان کی۔ اور وہاں کے اختلافِ قرأت کی جو صورت دیکھی۔ اس کا نقشہ بھی
فتح الباری کے الفاظ میں حضرت حذیفہ نے یوں بیان کیا۔

فتح الباری

وَفِي رِوَايَةِ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ أَنَّ حُذَيْفَةَ قَدِمَ مِنْ غَزْوَةٍ فَلَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهُ حَتّٰى أَتٰى عُثْمَانَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَدْرِكِ النَّاسَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ غَزَوْتُ فَرْجَ أَرْمِيْنِيَّةَ فَإِذَا أَهْلُ الشَّامِ يَقْرَءُوْنَ بِقِرَاءَةِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَيَأْتُوْنَ بِمَا لَمْ

يَسْمَعُ اَهْلُ الْعِرَاقِ وَاِذَا اَهْلُ الْعِرَاقِ
يَقْرَءُوْنَ بِقِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
فَيَاْتُوْنَ بِمَا لَمْ يَسْمَعْ اَهْلُ الشَّامِ فَيُكَفِّرُ
بَعْضُهُمْ بَعْضًا .... وَمِنْ طَرِيْقِ مُحَمَّدِ
ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقْرَأُ حَتّٰى يَقُوْلَ
الرَّجُلُ لِصَاحِبِهٖ كَفَرْتَ بِمَا تَقُوْلُ فَرُفِعَ
ذٰلِكَ اِلٰى عُثْمَانَ فَتَعَاظَمَ فِيْ نَفْسِهٖ وَعِنْدَ
ابْنِ اَبِيْ دَاوٗدَ اَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ بُكَيْرِ بْنِ
الْاَشَجِّ اَنَّ نَاسًا بِعِرَاقٍ يَسْئَلُ اَحَدُهُمْ
مِنَ الْاٰيَةِ فَاِذَا قَرَاَهَا قَالَ اَلَا اِنِّيْ اَكْفُرُ
بِهٰذِهٖ فَفَشَا ذٰلِكَ فِي النَّاسِ فَكَلَّمَ
عُثْمَانُ فِيْ ذٰلِكَ۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴-۱۵
کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ:

عمارہ بن غزیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب
کسی جنگ سے واپس آئے تو سیدھے گھر آنے کی بجائے حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ اور عرض کی کہ امیر المؤمنین
لوگوں کو بچایئے۔ پوچھا کیا ہو گیا۔ حضرت حذیفہ نے کہا۔ میں نے
ارمینیہ کے علاقہ فرج میں لڑائی لڑی۔ تو میں نے دیکھا کہ شامی لوگ
حضرت ابی بن کعب کی قراءت کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں۔ اور

پڑھتے ہیں بعض الفاظ اس طرح ادا کرتے ہیں۔ کہ جس سے عراقی قطعاً
واقف نہیں۔ اور عراقیوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کو
اپنا رکھا تھا۔ اور وہ بھی بعض الفاظ اس طرح ادا کرتے تھے کہ شامی لوگ
نے وہ سنے تک نہ ہوتے۔ اس اختلاف کی وجہ سے بعض بعض کی
تکفیر کر رہے ہیں۔

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے طریق کے مطابق روایت ہے کہ ایک
آدمی قرآن پاک کی قرأت کرتا۔ تو اس کا ساتھی اسے کہہ دیتا۔ بھائی
تو نے کفر کیا ہے۔ یہ باتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچیں
تو انہوں نے ان کو اپنے دل میں بہت بڑا پایا۔

بکیر بن الاشج کی روایت کے مطابق ابن ابی داؤد کہتے ہیں۔ کہ بے شک
عراق میں بہت سے لوگ کسی اپنے ساتھی سے کسی ایک آیت
قرأت کے بارے میں دریافت کرتے۔ کہ اسے کس طرح پڑھنا چاہیئے؟
جب وہ پڑھ کر دکھاتا۔ تو سننے والا کہہ دیتا۔ خبردار! اس طرح پڑھنے
والے کا میں تکفیر کرتا ہوں۔ تو یہ بات لوگوں میں خوب پھیل گئی تو حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے حل کے لیے لوگوں سے صلاح مشورہ
شروع کیا۔

تاریخ قرآن اور جمع قرآن کی بحث کرنے والے حضرات اور ہمارے علماء کرام
سبھی اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ اختلاف قرأت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ
وسلم کی موجودگی میں بھی تھا۔ عرب میں بہت سے قبائل آباد تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا الگ
بعض الفاظ کی ادائیگی وغیرہ کا اختلاف ایک بدیہی امر ہے۔ جس کے لیے کسی دلیل
کی ضرورت نہیں۔ اسی اختلاف کی وجہ سے بعض قبیلوں کو دوسرے قبیلے کی

لغت پڑھنا شاق گزرا لیکن ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور زمانہ کی رفتار نے اس دشواری کو برداشت کرنے کی ہمت و سعت دی تھی۔ (الاتقان فی علوم القرآن) کے علاوہ ابن تیمیہ سے یہ باتیں منقول ہوئی ہیں۔ لیکن وہ دشواریاں اس اختلاف کو ابھرنے کا موقع نہ دیتیں۔ اور معاملہ درست زیادہ خراب ہوتا نظر آرہا تھا اس لیے اگر حالات و واقعات کی نزاکت کا احساس نہ کیا جاتا تو خطرہ تھا کہ۔

۱۔ مختلف قرأت کے مطابق قرآن پاک کے مختلف نسخہ جات لکھے جاتے۔ اور آگے چل کر ایک قرأت کے مطابق لکھنے اور پڑھنے والے دوسروں کی قرأت کو قرآن نہ مانتے۔ جس کی ابتداء ہو چکی تھی۔ تو پھر اس اختلاف کی وجہ سے ایک ایسا بڑا اختلاف کھڑا ہو جاتا جس کا انسداد ناممکن ہوتا۔ اور امت مسلمہ کا فرد قرآن پاک کی قرأت پر بھی ایک دوسرے پر کافر ہونے کا فتویٰ لگاتے۔

۲۔ عرب میں سات مشہور لغات کے علاوہ غیر لغت پر کوشش کرتے کہ غیر مشہور لغات میں قرآن کریم کی قرأت کو فروغ دیا جائے۔ جو فصاحت و بلاغت میں ان سات مشہور قرأتوں سے کہیں کم تھیں۔ اور ہر شخص اپنے مزاج اور اپنی پسند کے مطابق جس طرح چاہتا الفاظ قرآنیہ کو توڑ موڑ کر پڑھتا اور لکھتا۔ اور یوں تحریف تبدیل کا ایسا دروازہ کھل جاتا جس کا بند کرنا مشکل ہو جاتا۔ انہی خطروں اور خرابیوں کو بھانپ کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ سے مشورہ شروع کر دیا تاکہ فتنے کی اس آگ کو پھیلنے سے قبل ہی بجھا دیا جائے۔

اختلاف قراءت سے پیدا شدہ فتنہ تکفیر کے انسداد کے لیے حضرت عثمان غنی کا اقدام

بخاری شریف | حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ
وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّامِ فِي فَتْحِ أَرْمِينِيَةَ
وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ
اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ
لِعُثْمَانَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَدْرِكْ هٰذِهِ
الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ اخْتِلَافَ
الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى
حَفْصَةَ أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا
فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ فَأَرْسَلَتْ
بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ
وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَ
عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوهَا
فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ
الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ
وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ

بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۴۶ کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن)

ترجمہ:

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شامیوں کے ساتھ اہل عراقیوں کے خلاف ارمینیا اور آذربائیجان کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اس جنگ میں انہیں فتح ہوئی تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کے دین قرأت قرآن کا اختلاف پایا تو بہت ڈر گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! اس امت کو بچا لیجئے اور سنبھال لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ کی کتاب میں اختلاف کرتے کرتے بہت سے فرقے نکل جائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہلا کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان سے وہ صحیفے لے آئیں۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جمع کیا گیا تھا۔ اور کہا کہ ہم اس کی چند نقول لکھ کر یہ صحیفہ آپ کو واپس کر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفہ بھیج دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفہ حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن الزبیر، سعید بن العاص

اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کے سپرد کر کے فرمایا۔ اس کی نقلیں تیار
کرو۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشی حضرات کو
فرمایا۔ جب تمہارا اور زید بن ثابت کا کسی لفظ میں اختلاف ہو جائے۔
تو اسے قریش کی زبان میں تحریر کرنا۔ کیونکہ قرآن مجید انہی کی لغت میں اترا
تھا۔ ان حضرات نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل کرتے
ہوئے مختلف صحیفے (نقول) لکھ ڈالے تو حضرت عثمان نے وہ اصل
صحیفہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس لوٹا دیا۔ اور اس کی نقل کردہ جلدیں
مختلف ممالک میں ارسال کر دیں۔ اور ہدایات دیں کہ اس نسخہ سے قبل
کے نسخہ جات اگر کسی کے پاس ہوں۔ جو مختلف صحابہ کرام نے اپنے
طور پر تحریر کیے۔ جن میں اپنی اپنی قراءت کا بھی لب و لہجہ
تھا بعض اقوال کے مطابق انہیں دھو ڈالنے کا حکم دیا اور پھر انہیں جلا دیا
جائے۔ تاکہ قرآن کریم میں اختلافات سے بہر ممکن طور پر بچا جا سکے۔

وضاحت:

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک نسخہ مکہ مکرمہ ارسال کیا۔ ایک بحرین
ایک بصرہ ایک شام اور ایک کوفہ بھیجا۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی حکم صادر فرمایا۔ کہ
میرے بھیجے گئے مصحف کی مزید نقول تیار کی جائیں۔ اور انہیں دوسرے لوگوں
تک پہنچایا جائے۔

گزشتہ اوراق میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی مختلف قراءت اور
اور لغات میں تلاوت صرف جائز تھی۔ کوئی فرض و واجب نہ تھی کیونکہ اختلاف
قراءت ایک ضرورت تھی۔ جس کی بنا پر اسے جائز رکھا گیا نہ کہ مختلف قراءت کیا

پڑھنا اور بات ہے۔ اور قرآن کریم کا نزول ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کے لیے اللہ رب العزت نے اس وقت کی مروجہ و مشہور لغات میں سے لغت قریش کا انتخاب فرمایا۔ تمام لغات میں لغت قریش کی فوقیت کی یہ بہت بڑی وجہ تھی۔ اور دوسری بات یہ بھی تھی کہ مختلف لغات بولنے والے بھی کم و بیش اسی لغت کو اپنانے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس لیے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے کے مطابق یہ طے کیا۔ کہ قرآن کریم کے الفاظ کو لغت قریش کے مطابق باقی رکھا جائے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ و دیگر حفاظ قرآن کی کاوشوں سے جمع شدہ نسخہ کو جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا اس کی لغت قریش کے مطابق سات عدد نقول تیار کرنے کی ہدایات جاری فرمائیں اور مختلف بستیوں میں کو روانہ کر دی گئیں۔ ایک نسخہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا۔

بعض صحابہ کرام کے پاس اپنے طور پر لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخہ جات موجود تھے۔ ان میں بعض آیات پاک کے معانی اور تفسیری نوٹ بھی تھے۔ اور ہر ایک نے اپنی لغت کے مطابق الفاظ کو لکھا تھا۔ اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان نسخہ جات کو پانی سے صاف کر دینے اور پھر جلا دینے کی ہدایات بھی دیں۔ تاکہ امت مسلمہ رسم الخط اور صرف ایک ہی لغت اور ایک ہی نسخہ پر متفق ہو جائے۔ یہ تھا اس قریب کے معنی جب قرات کے اختلافات سے کئی پیاں کی کوششیں چل نکلی تھیں۔ تو بعد کے ادوار کی ان قرات سے جو اختلافات کا تعلق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے ذہن میں ابھرا تھا۔ اس کے پیش نظر آپ کی یہ ہدایات ایک بہترین سیاسی دور اور احتیاطی تدابیر تھیں۔

چنانچہ صحابہ کرام نے اس بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کی۔ اور انہیں آفرین کہا۔

قول اوّل:۔

اس سلسلہ میں ایک قول گزر چکا ہے جس کا مختصر طور پر یہ بیان ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق جو مصحف جمع ہوا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے صحیفے مختلف صحابہ کرام کے پاس تھے جن میں بعض پر کچھ تفسیری نوٹس بھی تھے۔ اور ان میں الفاظ کو ہر ایک نے اپنی لغت کے مطابق لکھا تھا۔ اب جو صحیفہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تیار کرایا اس میں صرف لغت قریش کو اپنایا گیا۔

قول دوم:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع شدہ صحیفہ سات قراءات پر مشتمل

تھا۔ اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سات کی بجائے لغت قریش کو محفوظ رکھا۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

قول سوم:

دور صدیقی میں جمع کردہ قرآن میں الحمد تا والناس ہی اگرچہ تمام سورتیں تھیں اور ہر سورت کی ابتداء و انتہاء وہی تھی جس کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم متعین و مقرر فرما گئے تھے۔ لیکن یہ ترتیب کہ سب سے اول سورۃ فاتحہ پھر البقرہ اور سب سے آخر میں والناس ہو۔ یہ ترتیب خلافت عثمانی میں دی گئی۔ سیدنا صدیق اکبر اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما وغیرہ کے پیش نظر یہ بات تھی۔ کہ ادھر ادھر سے تمام قرآنی آیات اور سورتوں کو یکجا کر دیا جائے۔ تاکہ حفاظ کرام کے شہید و وصال سے کوئی دشواری نہ رہے۔

قول چہارم:

بعض علماء اس طرف گئے ہیں۔ کہ دور صدیقی میں جمع کردہ صحیفہ اور حضرت عثمان غنی کے جمع کردہ صحیفہ کی ترتیب بعینہٖ وہی تھی۔ جو آجکل ہے۔ کیونکہ اسی مصحف کی چند نقول تیار کر کے آپ نے مختلف ممالک کو روانہ فرمائیں۔

ایک سوال:

دور صدیقی یا دور عثمانی میں قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب دی جو چلی آتی ہے۔ اگرچہ ہر سورت کی ابتداء و انتہاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعین کر دی تھی۔ لیکن یہ ترتیب کیسے وجود میں آئی۔ کیا صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے یہ

ترتیب رکھی۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایات کی روشنی میں ایسا ہوا۔

جواب:-

علماء کرام کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ قرآنی سورتوں کی ترتیب میں کسی صحابی وغیرہ کے اجتہاد کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ترتیب منقول تھی۔ یعنی جس طرح ہر سورت کی ابتداء و انتہا آپ نے متعین فرمائی تھی اسی طرح ہر سورت کا مقام بھی آپ نے ہی مقرر فرما دیا تھا۔ ہاں ایک جگہ ضروری وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام نے اپنی اجتہادی بصیرت سے کام لیا۔ وہ مقام سورۃ الانفال اور سورۃ البراءۃ ہے۔ کہ ان کی ابتداء و انتہا کا تعین نہ ہو سکا۔ تو صحابہ کرام نے ان کو دو سورتوں کی شکل میں موجود رکھا لیکن سورۃ البراۃ کی ابتداء معروف طریقہ سے یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر نہ کی۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کریم پر داد تحسین دی گئی

فتح الباری، الاتقان

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ مِنْ طَرِيقِ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ لَا تَقُولُوا فِي عُثْمَانَ إِلَّا خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا فَعَلَ الَّذِي فَعَلَ فِي الْمَصَاحِفِ إِلَّا عَنْ مَلَإٍ مِنَّا قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي هٰذِهِ

النّاس اليوم قد بلغني أنّ بعضهم يقول إنّ قراءتي خير من قراءتك و هذا يكاد أن يكون كفرًا قلنا فما ترى قال أرى أن نجمع النّاس على مصحفٍ واحدٍ فلا تكون فرقة ولا اختلاف قلنا فنعم ما رأيت۔

(۱۔ فتح الباری جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۵۔
کتاب فضائل القرآن)
(۲۔ الاتقان جلد اول صفحہ نمبر ۵۹
النوع الثامن عشر فی جمعہ
و ترتیبہ)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عثمان کے بارے میں صرف اچھے کلمات ہی کہنا چاہیئے۔ خدا کی قسم! انہوں نے قرآن کریم کے جمع کرنے میں ہم جیسے سرکردہ صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اور جو بعد میں نامکمل یا انتشار شدہ نسخہ جات کو تلف کرنے کا حکم دیا۔ وہ بھی ہمارے مشورے سے تھا۔ حضرت عثمان غنی نے ہمیں بلایا جب ہم آگئے تو پوچھا۔ قرآن کریم کی قرأت نے جو اختلافی صورت پیدا کردی ہے۔ اس کے متعلق تم کیا رائے دیتے ہو۔ کیونکہ مجھے بتلایا گیا ہے۔ کہ کچھ لوگ اپنی قرأت کو دوسروں کی قرأت کے مقابلہ صحیح کہتے ہیں۔ اور یہ اختلاف قریب ہے۔ کہیں کفر تک نہ پہنچا دے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہم نے پوچھا حضرت آپ کی کیا رائے ہے!

فرمانے لگے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تمام لوگ ایک قرأت پر متفق ہو جائیں۔ نہ کوئی فرقہ رہے اور نہ اختلاف۔ ہم نے کہا۔ آپ کی رائے بہت عمدہ ہے۔

فتح الباری وَفِیْ رِوَایَۃِ سُوَیْدِ بْنِ غَفْلَۃَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا لِعُثْمَانَ فِیْ اِحْرَاقِ الْمَصَاحِفِ اِلَّا خَیْرًا۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۸)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوید بن غفلہ روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو قرآن کریم کے نسخے صحابہ کرام کے پاس موجود تھے جلانے کا حکم دیا۔ اس بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اچھا ہی کہو۔

مختلف نسخہ جات قرآنیہ کے جلانے سے قبل انہیں دھو کر صاف کر دینے کا حکم تھا

فتح الباری وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ قِلَابَۃَ فَلَمَّا فَرَغَ عُثْمَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ کَتَبَ اِلٰی اَھْلِ الْاَمْصَارِ اِنِّیْ قَدْ صَنَعْتُ کَذَا وَکَذَا۔ وَمَحَوْتُ مَا عِنْدِیْ فَامْحُوْا مَا عِنْدَکُمْ۔ وَالْمَحْوُ اَعَمُّ اَنْ یَکُوْنَ بِالْغَسْلِ اَوِ التَّحْرِیْقِ ....

وَقَدْ جَزَمَ عِيَاضٌ بِأَنَّهُمْ غَسَلُوهَا بِالْمَاءِ ثُمَّ أَحْرَقُوهَا مُبَالَغَةً فِي إِذْهَابِهَا۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۷)

ترجمہ:

ابو قلابہ کی روایت میں ہے۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کتابت مصحف سے فارغ ہو گئے۔ تو آپ نے مختلف شہروں کے باشندوں کو لکھا۔ میں نے یہ کام کیا ہے۔ جو میرے پاس پہلے سے لکھے ہوئے نسخے تھے۔ میں نے انہیں تلف کر دیا۔ تم بھی انہیں مٹا دو۔ (لہٰذا اس جمع کردہ نسخہ کو خود پڑھو۔ اس کی نقول تیار کرو اور دوسرے لوگوں تک پہنچاؤ) یہاں مٹانے کا حکم عام ہے۔ چاہے پانی سے دھو کر حروف کو محو کر دیا جائے۔ یا آگ میں جلا کر۔۔ .... قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جزم کیا ہے کہ ان حضرات نے پہلے پانی سے حروف تراشیدہ کو دھویا۔ پھر مٹے ہوئے اوراق وغیرہ کو جلا دیا۔ تاکہ نئے جمع شدہ صحیفہ کے ہوتے ہوئے ان کا نام و نشان تک نہ رہے۔

دورِ صدیقی اور دورِ عثمانی میں جمع قرآن کے تقاضے مختلف تھے

الاتقان

قَالَ ابْنُ التِّيْنِ وَغَيْرُهُ اَلْفَرْقُ بَيْنَ جَمْعِ اَبِيْ بَكْرٍ وَجَمْعِ عُثْمَانَ اَنَّ جَمْعَ اَبِيْ بَكْرٍ كَانَ لِخَشْيَةِ اَنْ يَذْهَبَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ بِذِهَابِ حَمَلَتِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مَجْمُوْعًا فِيْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ فَجَمَعَهٗ فِيْ صَحَائِفَ مُرَتَّبًا لِاٰيَاتِ سُوَرِهٖ عَلٰى مَا وَقَفَهُمْ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَمْعَ عُثْمَانَ كَانَ لَمَّا كَثُرَ الْاِخْتِلَافُ فِيْ وُجُوْهِ الْقِرَاءَاتِ حَتّٰى قَرَءُوْهُ بِلُغَاتِهِمْ عَلَى اتِّسَاعِ اللُّغَاتِ فَاَدّٰى ذٰلِكَ بَعْضَهُمْ اِلٰى تَخْطِئَةِ بَعْضٍ فَخَشِيَ مِنْ تَفَاقُمِ الْاَمْرِ فِيْ ذٰلِكَ فَنَسَخَ تِلْكَ الصُّحُفَ فِيْ مُصْحَفٍ وَاحِدٍ مُرَتَّبًا السُّوَرَ وَاقْتَصَرَ مِنْ سَائِرِ اللُّغَاتِ عَلٰى لُغَةِ قُرَيْشٍ مُحْتَجًّا بِاَنَّهٗ نَزَلَ بِلُغَتِهِمْ وَاِنْ كَانَ وُسِّعَ فِيْ قِرَاءَتِهٖ

بلغة غيرهم رفعا للحرج والمشقة في ابتداء الأمر فرأى أن الحاجة إلى ذلك قد انتهت فاقتصر على لغة واحدة۔

(الاتقان جلد اول ص ۶۱ النوع الثامن عشر)

ترجمہ

ابن تین وغیرہ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن کے کاموں کو بیان کرتے ہوئے یہ فرق بتلایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خوف کے پیش نظر قرآن جمع فرمایا۔ کہ کہیں اس طرح قرآن اس کے یاد کرنے والوں کی فوتیدگی سے اس کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ ایک جلد میں اکٹھا مکمل قرآن مجید موجود نہ تھا۔ تو اس خوف کے پیش نظر انہوں نے مختلف صحیفوں کو یکجا جمع کر دیا۔ اور ان میں آیات کی ترتیب وہی رکھی جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اور یہ بات کھل کر سامنے آئی کیونکہ وقت پیش آئی کہ لوگوں نے مختلف لغات کے لیئے حفاظ مقرر کر لیا۔ اپنی اپنی لغت میں پڑھنے کی وجہ سے ایک لغت کے پڑھنے والے دوسری کی لغت کو غلط تصور کرنے لگے۔ اور ایک دوسرے کو غلط کہنے لگے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس اختلاف سے گھبرا گئے۔ اور پھر یہ طے پایا۔ کہ قرآن کریم کے مختلف مسودات کو ایک ہی جگہ پر ایک کی سی ترتیب پر اکٹھا کر دیا جائے۔ جو ترتیب صدیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے رکھی تھی۔ اور مختلف لغات کی بجائے صرف

لغت قریش پر اکتفا کیا جائے کیونکہ اسی لغت پر قرآن کریم نازل ہوا تھا۔
اگرچہ تنگی و مشقت کے پیش نظر دوسری لغات میں بھی قرآن کریم کی تلاوت
کی اجازت تھی لیکن یہ اجازت ابتداء اسلام میں تھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ
عنہ نے سوچا کہ اب وہ ضرورت اور حاجت ختم ہو چکی ہے۔ لہذا
انہوں نے صرف ایک لغتِ قریش ہی پر قرآن کریم کو تحریر کروا کر
جمع کیا۔

آج کی قراءت وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل امین نے آخری دورِ قرآن میں اپنائی

الاتقان وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَشْتَةَ فِي الْمَصَاحِفِ وَ ابْنُ
اَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ سِيرِينَ
عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ . قَالَ الْقِرَاءَةُ الَّتِي
عُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ الْقِرَاءَةُ الَّتِي
يَقْرَؤُهَا النَّاسُ الْيَوْمَ

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَشْتَةَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ كَانَ
جِبْرِيلُ يُعَارِضُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كُلَّ سَنَةٍ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ مَرَّةً فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ عَارَضَهُ مَرَّتَيْنِ فَيَرَوْنَ اَنْ تَكُوْنَ قِرَاءَتُنَا هٰذِهٖ عَلَى الْعَرْضَةِ الْاَخِيْرَةِ۔

وَقَالَ الْبَغَوِيُّ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ يُقَالُ اِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ شَهِدَ الْعَرْضَةَ الْاَخِيْرَةَ الَّتِيْ بُيِّنَ فِيْهَا مَا نُسِخَ وَمَا بَقِيَ وَكَتَبَهَا لِلرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَأَهَا عَلَيْهِ وَكَانَ يُقْرِئُ النَّاسَ بِهَا حَتّٰى مَاتَ وَلِذٰلِكَ اعْتَمَدَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فِيْ جَمْعِهٖ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ كَتْبَ الْمَصَاحِفِ۔

(الاتقان جلد ۱ ص ۱۵۰ - النوع السادس عشر مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:-

ابن سیرین عن عبیدہ کے طریق سے روایت ہے۔ کہ وہ قراءت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سال پیش کی گئی جس سال آپ کا وصال شریف ہوا وہ یہی قراءت تھی جس کو آج ہر شخص پڑھتا ہے۔

ابن سیرین سے روایت ہے۔ کہ جبرئیل امین علیہ السلام ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے پھر جب وہ سال آیا جس میں آپ نے وصال فرمایا۔ تو جبرئیل امین نے اس مرتبہ رمضان شریف میں دو دور کیے تاکہ یہ علم ہو سکتے ہیں۔ کہ آج کل ہماری قراءت دونوں دوروں سے دور کی

قراءت ہے۔
بغوی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
قرآن پاک کے آخری دور کے حاضرین میں سے تھے۔ اسی دور میں ناسخ و
منسوخ بیان کر دیے گئے۔ اور پھر اسی قراءت کے مطابق انہوں نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سنایا۔ دوسرے لوگوں کو بھی اسی قراءت
کے مطابق پڑھاتے تھے۔
حتیٰ کہ زید بن ثابت کا انتقال ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا صدیق اکبر
اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے ان پر اعتماد کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قرآن
کریم کے جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

☆

فصل دوم

موجودہ قرآن کریم کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ معہ دلائل

اس وقت جو عالم اسلام میں قرآن کریم لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پایا جاتا ہے۔ اور دور صحابہ سے متواتر چلا آرہا ہے۔ اس کے بارے میں اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ اس میں بکثرت تحریف پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قرآن کریم کے الفاظ، آیات اور سورتوں کے بارے میں یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ ان میں تحریف روایات متواترہ کے ساتھ ثابت ہے۔ ان کی معتبر کتب میں ہے۔ کہ تحریف قرآن کی دو ہزار سے زیادہ روایات موجود ہیں۔ اور مسئلہ امامت وہ واحد مسئلہ ہے کہ اس میں دوسرے مسائل کی نسبت تحریف بہت زیادہ ہے۔ مذکورہ دو ہزار روایات اہل تشیع کے محدثین کے نزدیک مستفیض اور متواتر ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک یہ روایات تحریف قرآن پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ سب روایات ان کے ائمہ معصومین کی فرمودہ ہیں۔ اس کے برخلاف ائمہ معصومین سے ایک آدھ روایت بھی ایسی موجود نہیں۔ جو خبر واحد صحیح ہو۔ اور یہ بتلاتی ہو۔ کہ موجودہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ اور کامل و اکمل صورت میں موجود ہے۔

ان کی کتب تو یہاں تک کہتی ہیں۔ کہ موجود قرآن کریم بالکل من گھڑت اور جعلی ہے (معاذ اللہ) اصل قرآن تو امام مہدی اپنے ساتھ غار میں لے کر دنیا والوں سے چھپ گئے۔ نہ اس کی کوئی نقل ہوئی۔ نہ کوئی دوسرا نسخہ کسی کے پاس دستیاب ہے۔ جب امام موصوف ظہور فرمائیں گے۔ تو اصلی قرآن ساتھ لے کر آئیں گے۔ اور پھر لوگوں کو دیکھنا نصیب ہو گا۔

اہل تشیع کی کتابوں میں یہ مذکور ہے۔ کہ اس مذہب کے تقریباً تمام مجتہدین اور قابل اعتبار لوگ اس امر پر متفق ہیں۔ کہ قرآن کریم تحریف شدہ ہے۔ اگر دو چار دنیا میں اتفاق کریں۔ تو ان کے اختلاف سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً شریف مرتضیٰ، شیخ صدوق، ابوجعفر طوسی اور ابو علی طبرسی اگر اپنے ہم مذہب و ہم مشرب علماء کے ساتھ تحریف قرآن پر متفق نہیں۔ تو ائمہ معصومین کے فیصلہ کے برعکس ان کی کون سنے گا کیونکہ مذہب شیعہ میں اصل اصول احادیث ائمہ معصومین کی ہیں تو جب کسی ایک امام سے یہ چار یا ان کے ساتھی کوئی ایک آدھ روایت بھی پیش نہ کر سکے۔ اور نہ ہی کر سکیں گے۔ کہ جس میں ان کی تائید کا پہلو نکلتا ہو تو پھر اس مجرے بازار میں ان کی کون سنے گا۔

اس بارے میں یہ بھی ذہن نشین رہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ ان چار علماء نے بھی از روئے تقیہ یہ وطیرہ اپنایا ہو۔ ورنہ درحقیقت ان سے اس امر کی توقع ہو ہی نہیں سکتی۔ جیسا کہ عرصے سے تمام اہل تشیع اپنے عقائد اور اپنے ائمہ کی ہدایات کے بالکل خلاف چلتے ہوئے موجود قرآن کو از روئے تقیہ صحیح اور غیر محرف مانتے ہیں۔ ان سے اگر کوئی پوچھ بیٹھے۔ کہ اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ موجود قرآن غیر محرف کامل اور مکمل ہے۔ اور یہ تواتر سے ثابت ہے۔ تو پھر اس کے محرف ہونے کے قائل کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہو گے۔ تو پھر

ابویعقوب کلینی، نعمت اللہ جزائری اور مرزا حسین نوری وغیرہ علماء نے اہل تشیع کو کافر
کیوں قرار نہیں دیتے؟ حالانکہ ان سے تقریباً ہزار روایات ایسی موجود ہیں جن کے
ذریعہ تحریف قرآن کی توثیق و تائید کی گئی ہے۔

اس سے ذرا اور آگے چلیں۔ اور ان سے پوچھا جائے۔ کہ اگر موجود قرآن کریم
کو تم اصلی مانتے ہو۔ اور اس کو اصلی نہ ماننے والے کو دائرہ اسلام سے خارج
جانتے ہو۔ تو پھر دل کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ۔ کہ تمہاری کتابیں ائمہ معصومین کی ایسی
روایات سے اٹی پڑی ہیں۔ جن میں حضرت علی المرتضیٰ سمیت دیگر ائمہ نے دو ٹوک
فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ موجود قرآن من گھڑت اور تبدیل شدہ ہے۔ ان ائمہ کرام کے
بارے میں کیا کہتے ہو؟

ان سوالات کے ذریعہ یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آجائے گی۔ کہ یہ لوگ ان
قائلین تحریف کو ہرگز ہرگز کافر نہیں کہیں گے۔ بلکہ ان کو اپنے مذہب کا مرکز اور
محور تسلیم کریں گے۔ تو اس سے پتہ چل جائے گا۔ کہ موجود قرآن کو غیر محرف
اور کامل ماننا محض تقیہ کے طور پر ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے وہ چار
مذہب شیعہ سے متوقف بطور تقیہ ہی کہتے ہوں۔

اس امر کی ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ جن حضرات صحابہ کرام نے
جمع قرآن کریم ایسی عظیم خدمت سرانجام دی۔ یہ حضرات اہل تشیع کی ایک آنکھ
نہیں بھاتے۔ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ (معاذ اللہ) کافر اور
مرتد ہیں۔ اور اہل بیت کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ تو پھر ان حضرات سے
یہ کیونکر توقع ہو سکتی ہے۔ کہ قرآن کریم کو مکمل اور غیر محرف جمع کریں؟ اس کی
تائید اس امر سے ہوتی ہے۔ کہ کتب شیعہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں
جن میں مذکور ہے۔ کہ صحابہ کرام نے موجود قرآن سے بہت سی ایسی آیات اور

صورتیں شامل ہیں۔ جن میں فضائل اہل بیت اور ائمہ اہل بیت کے اسماء گرامی درج ہیں۔

لیکن اس کے برعکس ہم اہل سنت و جماعت یہ کہتے ہیں حق بجانب ہیں۔ کہ ائمہ معصومین سے جو تحریف قرآن کے سلسلہ کی روایات کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ ان کا ان حضرات ائمہ کرام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ وہاں کی مضبوط کی تمام روایات اہل تشیع کی اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ اور پھر ان من گھڑت روایات کو جس ڈھٹائی سے ائمہ حضرات اور اہل بیت کرام کی طرف منسوب کر دیا گیا یہ کوئی کم توہین نہیں۔

نوٹ:

تحریف قرآن کریم کے موضوع پر جب اہل تشیع سے آپ کو عاجز پاتے ہیں۔ اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ اسے سنیو! اگر تم ہمیں قرآن کریم کے نامکمل اور محرف ہونے کا الزام دیتے ہو۔ تو تم بھی تو یہی عقیدہ رکھتے ہو۔ خود تمہاری اہل سنت کی کتب میں بھی اس موضوع کی کئی ایک روایات موجود ہیں۔ جن سے تحریف قرآن کا پتہ چلتا ہے۔

لیکن یاد رہے۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات کتب اہل سنت سے یہ لوگ پیش کرتے ہیں۔ ان کا تعلق ناسخ اور منسوخ التلاوت سے ہے۔ اور اختلافات قرأت کا ان میں ذکر ہے۔ ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ صرف ہمارا ہی نہیں۔ اہل تشیع بھی اس کے قائل ہیں۔ جیسا کہ عنقریب تیسری فصل میں اس کی تفصیلی بحث آ رہی ہے۔ اس لیے اس مسئلہ کی کوئی اختلافی حیثیت نہیں۔ ہاں اگر حقیقی اختلافی کوئی بات ہے۔ تو وہ تحریف قرآن ہے۔ ہم اہل سنت کا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے جو قرآن کریم جس حال میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے

تھے۔ بعینہ اسی حالت میں اس وقت سے آج تک اور قیامت تک موجود ہے اور موجود رہے گا۔ اس میں ذرا سی تحریف و تبدیلی ہوئی۔ اور نہ ہی اس کا امکان ہے" اہل تشیع کا اس بارے میں یہ موقف ہے۔

"موجود قرآن کریم ہر قسم کی تحریف سے بھرا پڑا ہے۔ الفاظ ہوں یا سورتیں آیات ہوں یا کلمات ہر قسم کی تحریف اس میں ہوئی ہے"

"اہل تشیع" کے اس عقیدہ اور موقف کو ہم صرف زبانی ہی نہیں کہہ رہے بلکہ ان کی کتابیں اس کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ آئیے ذرا ان کی کتب میں جھانک کر دیکھیں۔ کہ لکھتے کیا ہیں۔ اور عقیدہ کیا ہے؟

تحریف کی پہلی قسم

کتب شیعہ سے متعلق تحریف قرآن پر حوالہ جات

اصلی قرآن امام مہدی لائیں گے اور وہی اس کی تلاوت بھی کریں گے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حوالہ نمبر (۱)

اصول کافی: عَنْ سَالِمِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ عَلَى مَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ فَقَالَ

أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ اقْرَأْ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْقَائِمُ فَإِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَأَ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى حَدِّهِ وَأَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِيْ كَتَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ أَخْرَجَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّاسِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهُ وَكَتَبَهُ فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَدْ جَمَعْتُهُ مِنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالُوْا هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيْهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا أَبَدًا إِنَّمَا كَانَ عَلَيَّ أَنْ أُخْبِرَكُمْ حِيْنَ جَمَعْتُهُ لِتَقْرَؤُوْهُ۔

(۱) اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۳ کتاب فضل القرآن مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) اصول کافی ص ۶۷۱ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم

(۳) انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۲ نور فی الصلوٰۃ مطبوعہ تبریز طبع جدید

(۴) انوار نعمانیہ ص ۳۶۰ طبع قدیم

ترجمہ:-

سالم بن سلمہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کو قرآن سنایا۔ میں نے بھی وہ قرآنی حروف سنے۔ لیکن وہ عام لوگوں میں
پڑھے جانے والے الفاظِ قرآن سے مختلف تھے۔ حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس قراءت سے باز رہو۔ اور امام قائم کے
ظہور تک اسی طرح قرآن پڑھو۔ جس طرح دیگر لوگ پڑھتے ہیں۔ پھر جب
امام قائم آئیں گے۔ وہ قرآن کو ٹھیک سے پڑھیں گے۔ اور اس قرآنی نسخہ
کو لوگوں کے سامنے ظاہر کریں گے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے
تحریر کیا تھا۔ امام موصوف نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب
وہ نسخہ تحریر کر لیا۔ اور اس کی کتابت سے فراغت پائی۔ تو آپ نے لوگوں
سے فرمایا یہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جس کو اس نے اپنے پیغمبر
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ میں نے اسے
دو تختیوں سے جمع فرمایا۔

لوگوں نے یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر اترنے والا قرآن تو ہمارے پاس ہے۔ اور اس کا صحیفہ یہیں
موجود ہے۔ ہمیں تمہارے جمع کردہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ خدا کی قسم! اس دن کے بعد
ہمیشہ کے لیے تم اس قرآن کو نہ دیکھ سکو گے۔ جو میرے پاس ہے۔ مجھ
پر یہ لازم تھا کہ جمع کرنے کے بعد تم کو اس کی اطلاع کرتا۔ تاکہ تم اسے
پڑھتے۔ سو میں نے اطلاع کر دی۔

مکمل قرآن حضرت علی المرتضیٰ نے سات دن میں جمع کیا۔ (امام باقر)

حوالہ نمبر ۱

روضہ کافی: خُطْبَةٌ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ خُطْبَةُ الْوَسِيلَةِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُكَايَةَ التَّمِيمِيِّ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ النَّضْرِ الْفِهْرِيِّ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ أَرْمَضَنِي اخْتِلَافُ الشِّيعَةِ فِي مَذَاهِبِهَا فَقَالَ يَا جَابِرُ أَلَمْ أَقِفْكَ عَلَى مَعْنَى اخْتِلَافِهِمْ مِنْ أَيْنَ اخْتَلَفُوا وَمِنْ أَيِّ جِهَةٍ تَفَرَّقُوا قُلْتُ بَلَى يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ فَلَا تَخْتَلِفْ إِذَا اخْتَلَفُوا يَا جَابِرُ إِنَّ الْجَاحِدَ لِصَاحِبِ الزَّمَانِ كَالْجَاحِدِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي أَيَّامِهِ يَا جَابِرُ اسْمَعْ وَعِ قُلْتُ إِذَا شِئْتَ قَالَ اسْمَعْ وَعِ وَبَلِّغْ حَيْثُ انْتَهَتْ بِكَ رَاحِلَتُكَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَطَبَ النَّاسَ بِالْمَدِينَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ أَيَّامٍ مِنْ

وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَذٰلِكَ
حِيْنَ فَرَغَ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ وَتَاْلِيْفِهٖ ......
فَاِنَّ الذِّكْرَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ ضَلَالٌ وَالسَّبِيْلَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ مَالَ
وَالْاِيْمَانَ الَّذِيْ بِهٖ كَفَرَ وَالْقُرْاٰنَ الَّذِيْ اِيَّاهُ هَجَرَ
وَالدِّيْنَ الَّذِيْ بِهٖ كَذَّبَ۔

(۱) کتاب الروضہ من الکافی جلد ۸
ص ۱۸ / خطبۃ الوسیلہ طبع تہران
طبع جدید
(۲) کتاب الروضہ من الکافی جلد ۸
ص ۱۹، ۱۲، ۳ / طبع قدیم)

ترجمہ:

(حضرت امام باقر) امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا خطبہ وسیلہ۔

جابر جعفی روایت کرتا ہے کہ میں نے ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ کی
خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزاری۔ اے رسول اللہ کے لخت جگر!
شیعہ مذہب کے باہمی اختلافات نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ فرمایا۔ اے
جابر کیا میں تجھے یہ نہ بتلا دوں کہ ان کے اختلاف کی اصل وجہ کیا ہے
یہ کیوں ہوا اور کس وجہ سے یہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے ہیں؟ میں نے
عرض کیا۔ ہاں اے فرزند مصطفیٰ ضرور کیجئے۔ فرمایا۔ جابر! جب وہ اختلاف کریں
تو ایسا نہ کرنا۔ بے شک صاحب زمان کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دور اقدس میں حضرت علی المرتضیٰ کا تھا۔ اے جابر!
سن اور یاد رکھ۔ میں نے عرض کی۔ اگر یہ بات ہے۔ تو میں ضرور سنوں گا

اصلی قرآن حضرت علی المرتضیٰ نے گم کر دیا تھا جس کو امام مہدی قیامت کے قریب بوقت ظہور اپنے ساتھ لائیں گے۔

(نعمت اللہ جزائری)

حوالہ نمبر ۱

الانوار النعمانیہ اَنَّہٗ قَدِ اسْتَفَاضَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ
الْقُرْاٰنَ کَمَا اُنْزِلَ لَمْ یُؤَلِّفْہُ اِلَّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ
عَلَیْہِ السَّلَامُ بِوَصِیَّۃٍ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ فَبَقِیَ بَعْدَ مَوْتِہٖ سِتَّۃَ اَشْہُرٍ مُشْتَغِلًا
بِجَمْعِہٖ فَلَمَّا جَمَعَہٗ کَمَا اُنْزِلَ اَتٰی بِہٖ اِلَی
الْمُتَخَلِّفِیْنَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ فَقَالَ لَہُمْ ہٰذَا کِتَابُ اللّٰہِ کَمَا اُنْزِلَ
فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَۃَ بِنَا اِلَیْکَ
وَلَا اِلٰی قُرْاٰنِکَ عِنْدَنَا قُرْاٰنٌ کَتَبَہٗ عُثْمَانُ
فَقَالَ لَہُمْ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْہُ بَعْدَ

هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا يَرَاهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَظْهَرَ وَلَدِي
الْمَهْدِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِيْ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنِ
زِيَادَةٌ كَثِيْرَةٌ وَهُوَ خَالٍ مِنَ التَّحْرِيْفِ وَذٰلِكَ
اَنَّ عُثْمَانَ قَدْ كَانَ مِنْ كُتَّابِ الْوَحْيِ لِمَصْلَحَةٍ
رَاٰهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَهِيَ اَنْ لَّا يُكَذِّبُوْهُ
فِيْ اَمْرِ الْقُرْاٰنِ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا اِنَّهٗ مُفْتَرًى اَوْ اِنَّهٗ
لَمْ يَنْزِلْ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ كَمَا قَالَ اَسْلَافُهُمْ
بَلْ قَالُوْا هُمْ اَيْضًا وَكَذٰلِكَ جَعَلَ مُعَاوِيَةَ
مِنَ الْكُتَّابِ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ لِمِثْلِ
هٰذِهِ الْمَصْلَحَةِ اَيْضًا وَعُثْمَانُ وَاَضْرَابُهٗ
مَا كَانُوْا يَحْضُرُوْنَ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ جَمَاعَةِ
النَّاسِ فَمَا يَكْتُبُوْنَ اِلَّا مَا نَزَلَ بِهٖ جِبْرَئِيْلُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ الْمَلَاِ اَمَّا الَّذِيْ كَانَ يَاْتِيْ
بِهٖ دَاخِلَ بَيْتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَلَمْ
يَكُنْ يَكْتُبُهٗ اِلَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لِاَنَّ لَهُ الْمَحْرَمِيَّةَ دُخُوْلًا وَخُرُوْجًا فَكَانَ
يَتَفَرَّدُ بِكِتَابَةِ مِثْلِ هٰذَا وَهٰذَا الْقُرْاٰنُ
الْمَوْجُوْدُ الْاٰنَ فِيْ اَيْدِي النَّاسِ هُوَ خَطُّ
عُثْمَانَ وَسَمَّوْهُ الْاِمَامَ وَاَحْرَقُوْا مَا سِوَاهُ
اَوْ اَخْفَوْهُ وَبَعَثُوْا بِهٖ زَمَنَ تَخَلُّفِهٖ اِلَى الْاَقْطَارِ
وَالْاَمْصَارِ وَمِنْ ثَمَّ تَرٰى قَوَاعِدَ خَطِّهٖ

تخالف قواعد العربية مثل كتابة الالف بعد واو المفرد وحذفها بعد واو الجمع وغير ذلك وسموه رسم الخط القرآني ولم يعلموا انه من عدم اطلاع عثمان على قواعد العربية والخط.

(۱) فوائد نعمانیہ تالیف نعمت اللہ جزائری
جلد دوم ص ۳۶۰-۳۶۱ فی البصرة
مطبوعہ تبریز طبع جدید)
(۲) انوار نعمانیہ طبع قدیم کلمی ص ۲۳۶
مطبوعہ ایران)

ترجمہ:

تحریف قرآن کی پانچویں دلیل مشہور مستفیض احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم جس طرح نازل کیا گیا۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق صرف امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تقریباً چھ ماہ تک حضرت علی قرآن کریم کے جمع کرنے میں مصروف رہے جب جمع کر چکے جس طرح کہ اترا تھا۔ تو اس جمع شدہ صحیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندی کی مسند خلافت پر بیٹھنے والوں کے پاس لائے۔ اور فرمایا یہ ہے وہ کتاب اللہ کہ جس کا نسخہ آیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تو ہمیں تمہاری کوئی ضرورت ہے

اور نہ ہی تمہارے جمع کردہ قرآن کے ہم محتاج ہیں۔ ہمارے پاس حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا صحیفہ موجود ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد فرمایا۔ اچھا! آج کے بعد ہمیشہ
کے لیے تم اس قرآن کو دیکھنے سے محروم رہو گے۔ اور میرے بیٹے مہدی
کے ظہور سے پہلے کسی ایک کو بھی اس کا دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن میں بہت سی زیادہ باتیں
تھیں۔ اور وہ تحریف سے بالکل خالی تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصلحت
کے تحت کاتبان وحی میں شامل کیا تھا۔ اور وہ یہ تھی۔ کہ کہیں یہ بھی اپنے
بڑوں کی طرح یہ نہ کہتا پھرے۔ کہ قرآن من گھڑت کتاب ہے۔ اور
جبرئیل امین اسے لے کر نہیں آئے۔ بلکہ انہوں نے تو اپنا گھڑ لیا تھا
اسی طرح حضرت معاویہ کو بھی اسی مصلحت کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی وفات سے صرف چھ ماہ قبل کتابت وحی کے لیے مقرر کیا تھا
عثمان اور ان جیسے دوسرے کاتبان وحی تو اور لوگوں کے ساتھ صرف
مسجد میں ہی حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو وہ وہی وحی لکھتے۔ جو جبرئیل
علیہ السلام عام لوگوں میں لے کر آتے تھے۔ لیکن وہ وحی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے کاشانۂ اقدس میں آتی۔ تو اسے لکھنا حضرت امیر المومنین کا کام تھا۔ کیونکہ
آپ ہی وہاں پر جانے کے مجاز تھے۔ تو اس قسم کی وحی کی کتابت
میں آپ کے ساتھ کوئی دوسرا کاتب شریک نہ تھا۔

لوگوں کے پاس اب جو قرآن موجود ہے۔ وہ عثمان کا تحریر کردہ
ہے جسے لوگوں نے امام بنا لیا تھا۔ اور اس قرآن کے علاوہ جو

الأمين يفضي إلى طرح الأخبار المستفيضة بل المتواترة الدالة بصريحها على وقوع التحريف في القرآن كلاماً ومادةً وإعراباً

۱- انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷

تذکرہ طرق فی الصلوۃ

طبع جدید مطبوعہ تبریز)

۲- انوار نعمانیہ طبع قدیم ص ۲۴۳

وسطی)

ترجمہ:

موجودہ قرآن کے محرف ہونے کی تیسری دلیل۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ موجودہ قرآن بذریعہ تواتر ثابت ہے کہ یہ وحی الٰہی ہے۔ اور اس کا مکمل طور پر جبرئیل امین کے ذریعہ نازل ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر وہ اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ تردید کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہوں گی۔ جن میں یہ موجود ہے۔ کہ یہ قرآن الفاظ، مادہ اور اعراب کے لحاظ سے بدلا ہوا ہے۔

بقول شیعہ حضرت علی المرتضیٰ نے ایک سائل کے جواب میں تحریف قرآن کی واضح نشاندہی کی

حوالہ نمبر ۵:

احتجاج طبرسی:

سوال:-

ایک بے دین زندیق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے علی! مجھے ذرا یہ بتاؤ کہ خداتعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے عیوب، نقائص اور ان پر ملامت اور عتاب کو قرآن کریم میں صاف صاف الفاظ میں ذکر کر دیا لیکن وہ لوگ جو ان حضرات سے کہیں زیادہ جرم و قصور کے مرتکب تھے تو ان کے نام صراحتاً ذکر کیے اور نہ ہی ان کی ملامت اور عتاب واضح طور پر کی گئی۔ بلکہ یہاں کنایہ و اشارہ سے کام لیا گیا؟

جواب: اَنَّ الْكِنَايَةَ عَنْ اَسْمَاءِ اَصْحَابِ الْجَرَائِرِ الْعَظِيْمَةِ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ لَيْسَتْ مِنْ فِعْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنَّمَا هِيَ مِنْ فِعْلِ الْمُغَيِّرِيْنَ وَالْمُبَدِّلِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ وَاعْتَاضُوْا

الدُّنْيَا مِنَ الدِّيْنِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰى
قِصَصَ الْمُغَيِّرِيْنَ بِقَوْلِهٖ اَلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ
الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَبِقَوْلِهٖ وَاِنَّ
مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَلْوُوْنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ وَ
بِقَوْلِهٖ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ بَعْدَ
فَقْدِ الرَّسُوْلِ مِمَّا يُقِيْمُوْنَ بِهٖ اَوَدَ بَاطِلِهِمْ
حَسَبَمَا فَعَلَتْهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى بَعْدَ فَقْدِ
مُوْسٰى وَعِيْسٰى مِنْ تَغْيِيْرِ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ
وَتَحْرِيْفِ الْكَلِمِ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَبِقَوْلِهٖ يُرِيْدُوْنَ
لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا
اَنْ يُتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ يَعْنِيْ اَنَّهُمْ
اَثْبَتُوْا فِي الْكِتَابِ مَا لَمْ يَقُلْهُ اللّٰهُ لِيَلْبِسُوْا
عَلَى الْخَلِيْقَةِ فَاَعْمَى اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ حَتّٰى تَرَكُوْا
فِيْهِ مَا دَلَّ عَلٰى مَا اَحْدَثُوْا فِيْهِ وَبَيَّنَ عَنْ
اِفْكِهِمْ وَتَلْبِيْسِهِمْ وَكِتْمَانِ مَا عَمِلُوْا مِنْهُ
وَلِذٰلِكَ قَالَ لَهُمْ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَضَرَبَ مَثَلَهُمْ بِقَوْلِهٖ فَاَمَّا الزَّبَدُ
فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ
فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ فَالزَّبَدُ فِيْ هٰذَا
الْمَوْضِعِ كَلَامُ الْمُلْحِدِيْنَ الَّذِيْنَ اَثْبَتُوْهُ

فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ يَضْمَحِلُّ وَيَبْطُلُ وَيَتَلَاشَى عِنْدَ التَّحْصِيلِ وَالَّذِي يَنْتَفِعُ النَّاسُ مِنْهُ فَالتَّنْزِيلُ الْحَقِيقِيُّ الَّذِي لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ وَالْقُلُوبُ تَقْبَلُهُ وَالْاَرْضُ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ فَهِيَ مَحَلُّ الْعِلْمِ وَقَرَارُهُ وَلَيْسَ يَسُوغُ مَعَ عُمُومِ التَّقِيَّةِ التَّصْرِيحُ بِأَسْمَاءِ الْمُبَدِّلِينَ وَلَا الزِّيَادَةُ فِي آيَاتِهِ عَلَى مَا أَثْبَتُوهُ مِنْ تِلْقَائِهِمْ فِي الْكِتَابِ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۳۷۷ تا ۳۷۸
احتجاج امیر المومنین علیہ السلام
علی زندیق فی آی متشابہہ مطبوعہ
نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

منافقین میں بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگوں کا تذکرہ علیحدگی یہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں کا کام ہے۔ جنہوں نے قرآن میں تغیر و تبدل سے کام لیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور دین کے عوض دنیا مول لی۔ اللہ تعالیٰ نے تغیر و تبدل کرنے والوں کا مختصر آیات میں ذکر کیا۔ ایک جگہ فرمایا۔ وہ لوگ کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تاکہ اس کے بدلے تھوڑی قیمت وصول کر لیں۔ (سورۃ بقرہ ۷۹) ایک اور جگہ فرمایا۔ اور ان میں سے ایک گروہ تحقیق ایسا ہے کہ وہ تلاوت کتاب کیا

اپنی زبان کو موڑتے ہیں (آل عمران ع ۸) اور فرمایا ہے جب راتوں کو ان باتوں کا مشورہ کرتے ہیں۔ جو خدا کو ناپسند ہیں۔ (النساء ع ۱۴) ترجمہ شیعہ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد وہ ایسی باتوں کا چوری چھپے مشورہ کریں گے۔ جن سے وہ یہ کوشش کریں گے۔ کہ ان کی گول مول باتیں ڈھکی چھپی رہیں۔ اور باطل آمیز باتیں قائم رہیں۔ یہ اسی طرح کی کوشش ہے۔ جیسی کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد توراۃ اور انجیل میں توڑ پھوڑ کی تھی۔ اور ان کتابوں میں درست شدہ کلمات میں ردوبدل کر دیا تھا۔

اور وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ اور اللہ کو اور کچھ منظور نہیں ہے سوائے اس کے کہ اپنے نور کو پورا کرے۔ (ترجمہ شیعہ)

یعنی انہوں نے قرآن کریم میں وہ باتیں شامل کر دیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی نہ تھیں۔ یہ اس لیے تاکہ مخلوق خدا کو دھوکہ دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایسا اندھا کر دیا۔ کہ انہوں نے قرآن میں ایسی باتیں رہنے دیں جن سے اس بات کا صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن میں بعض نئی آیتیں ملا لیں۔ اور کچھ مقامات پر ہیرا پھیری کی۔ اور قرآن میں اللہ نے بھی بتلا دیا کہ ان لوگوں نے کیا کیا بہتان تراشے۔ کیا کیا مکروفریب کیا اور اپنے اعمال کو چھپانے کے لیے کیا کچھ نہ کیا؟ اسی لیے تو اللہ رب العزت نے انہیں کہا: حق کو باطل کے لباس میں کیوں ظاہر کرتے ہو۔ علامہ مرحوم اس کی مثال ایک روایت میں یوں بیان فرمائی۔ دو سپہ جھگڑ رہے تھے کا رہو جاتا ہے

اور دوسری وہ جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے وہ زمین میں رہ جاتا ہے اس آیت میں جھاگ سے مراد بے دین لوگوں کا وہ کلام ہے۔ جو انہوں نے قرآن پاک میں شامل کر دیا ہے۔ یہی وہ کلام ہے کہ جب تحقیق اور تدقیق کے میدان میں اسے لا کھڑا کیا جائے۔ تو لاشئ محض اور باطل ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں جو کلام لوگوں کو نفع دیتا ہے۔ وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں نازل فرمایا۔ یہ اسی کی شان ہے کہ باطل نہ اس کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور نہ پیچھے سے اس کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ اور لوگوں کے دل اسی کو قبول کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں زمین سے مراد محل علم اور اس کی قرار گاہ ہے۔ اور یہ کسی تہذیب نہیں دیتا۔ کہ تقیہ کے نام ہونے کی وجہ سے ان تحریف و تبدیل کرنے والوں کے نام وضاحت سے ساتھ لکھے جائیں۔ اور نہ ہی یہ مناسب ہے۔ کہ ان زیادتیوں کی پوری پوری نشاندہی کی جائے جو ان لوگوں نے قرآن کریم میں داخل کر دیں۔

مندرجہ بالا حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ بڑے بڑے منافق مجرموں کے ناموں کی قرآن میں تصریح نہ ہونا ایسا اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام ذکر کیے تھے لیکن اس صراحت میں تغیر و تبدل کیا گیا اور یہ فعل ان لوگوں کا ہے جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور دین کو دنیا کے عوض بیچا۔

۲۔ عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر انہی لوگوں نے قرآن پاک میں ایسی باتیں درج کر دیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے نہ اتاری تھیں۔

۳۔ ان دھوکہ بازوں کے دھوکے سے عوام کو مطلع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل و دماغ کو ایسا اندھا کر دیا کہ وہ ان تحریف والی باتیں درج کر گئے جو ان کی زیادتی کی نشاندہی کرتی ہیں۔

۴۔ ہم اگرچہ ان زیادتی کے مرتکب افراد کو بخوبی جانتے ہیں، وہ ان کی قرآن کریم کی زیادتیاں بھی ہم پر منکشف ہیں لیکن تقیہ کے عام ہونے کی وجہ سے ان سے پردہ اٹھانا۔ وحی ان کے مراحت تمام تبلانا اور ان آیات کی تحقیق کرنا جائز نہیں۔

بقول شیعہ فی الیتامیٰ اور فانکحوا ما طاب لکم کے درمیان ایک تہائی قرآن نکال دیا گیا ہے۔

(حضرت علی)

حوالہ نمبر ۶۔ احتجاج طبرسی:

سوال

ایک بے دین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔
فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ الایۃ سے سوال اگر تمہیں یہ خطرہ لاحق

ہو کر تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے۔ تو پھر اپنی پسند کی عورتوں
سے شادی کر لو۔ اس آیت کریمہ میں یتیموں کے ساتھ انصاف کرنے اور عورتوں
کے ساتھ نکاح کرنے دو باتوں کا ذکر ہے۔ جن کا باہم کوئی ربط نظر نہیں آتا کیونکہ
تمام عورتیں یتیم نہیں ہوتیں۔ لہٰذا اس بے ربطی کی وجہ بیان فرمائی جائے۔

جواب: وَاَمَّا ظُهُوْرُكَ عَلٰى تَنَاكُرِ قَوْلِهٖ فَاِنْ
خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا
طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ "وَلَيْسَ يُشْبِهُ الْقِسْطُ
فِي الْيَتَامٰى نِكَاحَ النِّسَآءِ وَلَا كُلُّ النِّسَآءِ اَيْتَامٌ
فَهُوَ مِمَّا قَدَّمْتُ ذِكْرَهٗ مِنْ اِسْقَاطِ الْمُنَافِقِيْنَ
مِنَ الْقُرْاٰنِ وَبَيْنَ الْقَوْلِ فِي الْيَتَامٰى وَبَيْنَ نِكَاحِ
النِّسَآءِ مِنَ الْخِطَابِ وَالْقِصَصِ اَكْثَرُ مِنْ ثُلُثِ
الْقُرْاٰنِ وَهٰذَا وَمَا اَشْبَهَهٗ مِمَّا ظَهَرَتْ حَوَادِثُ
الْمُنَافِقِيْنَ فِيْهِ لِاَهْلِ النَّظَرِ وَالتَّاَمُّلِ وَوَجَدَ
الْمُعَطِّلُوْنَ وَاَهْلُ الْمِلَلِ الْمُخَالِفَةِ لِلْاِسْلَامِ
مَسَاغًا اِلَى الْقَدْحِ فِي الْقُرْاٰنِ وَلَوْ شَرَحْتُ
لَكَ كُلَّ مَا اُسْقِطَ وَحُرِّفَ وَبُدِّلَ مِمَّا يَجْرِيْ
هٰذَا الْمَجْرٰى لَطَالَ وَظَهَرَ مَا تَحْظُرُ التَّقِيَّةُ
اِظْهَارَهٗ مِنْ مَنَاقِبِ الْاَوْلِيَآءِ وَمَثَالِبِ
الْاَعْدَآءِ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۳۷۷
احتجاج امیر المومنین علیہ السلام علی
زندیق فی آی متشابہ مطبوعہ نجف
اشرف طبع جدید)

ترجمہ:-

فَاِنَّ حَسْبَکُمْ اَلَم کے متعلق جو تجھے اس بات کی اطلاع جو ہو چکی کہ یہ خوب فصاحت ہے۔ تو اس کی وجہ وہی ہے۔ جو اس سے قبل میں نے بیان کر دی۔ وہ یہ کہ منافقین نے قرآن پاک میں سے بہت سی آیات و سورتیں نکال ڈالی ہیں۔ فی الیتامیٰ اور فانکحوا کے درمیان ایک تہائی قرآن کے برابر قصص جات اور خطابات تھے۔ جو ان منافقین نے نکال دیئے۔ اسی طرح اس کی ہم شکل بہت مقامات ہیں۔ جن میں حذف و تغیر کر دیئے۔ ان کو منافقین کی اس خرابات کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔ اور انہیں کی حرکت کی بنا پر فرقہ معطلہ اور مختلف مذاہب کے ماننے والے قرآن کریم میں اعتراض کی گنجائش پاتے ہیں۔ اور اگر میں تجھے وہ تمام آیات و خطابات بتلا دوں۔ جن کو قرآن سے نکال دیا گیا۔ اور تحریف شدہ جگہوں کی نشاندہی کر دوں۔ اور تبدیل شدہ مقامات بیان کر دوں۔ تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ دوستوں کی اچھائیاں اور دشمنوں کی برائیاں بالکل ظاہر ہو جائیں گی۔ لیکن ان تمام باتوں کے اظہار سے تقیہ آڑے آتا ہے۔

اس حوالہ کی عبارت سے ثابت ہوا کہ

۱۔ منافقین (جو اہل تشیع کے نزدیک صحابہ کرام ہیں معاذ اللہ) نے قرآن پاک میں سے بہت کچھ نکال دیا ہے۔

۲۔ فی الیتامی اور فانکحوا کے درمیان سے تقریباً تیسرے حصے قرآن کے برابر اٹھا دیا گیا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے۔ کہ اگر میں ان تمام تحریف و تبدیل شدہ باتوں کی نشاندہی کرنا چاہوں۔ تو قرآن کے لیے دفتر درکار ہے۔

۴۔ ان تحریف شدہ باتوں میں دشمنان اہل بیت کی مذمت اور محبان اہل بیت کی مدح سرائی تھی۔

۵۔ اگر تقیہ آڑے نہ آتا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان سب کو بیان کر دیتے۔

بقول شیعہ موجودہ قرآن میں منافقین نے کفر کے ستون کھڑے کر دیئے۔ حضرت علی!

سوال:

زندیق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیائے کرام

سے بڑھ کر ذکر فرمائی۔ لیکن بہت سے ایسے مقامات بھی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تنقیص بھی ذکر کی۔ تو ان دونوں باتوں کا باہم تضاد ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

احتجاج طبرسی:۔

حوالہ نمبر ۱:۔

جواب:۔ وَاَمَّا مَاذَکَرْتَهُ مِنَ الْخِطَابِ الدَّالِّ عَلٰی تَهْجِیْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَالْاِزْرَاءِ بِهٖ وَالتَّانِیْبِ لَهٗ مَعَ مَا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ مِنْ تَفْضِیْلِهٖ اِیَّاهُ عَلٰی سَائِرِ اَنْبِیَائِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کَمَا قَالَ فِیْ کِتَابِهٖ وَبِحَسَبِ جَلَالَةِ مَنْزِلَةِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ عِنْدَ رَبِّهٖ کَذٰلِكَ عَظُمَ مِحْنَتُهٗ لِعَدُوِّهِ الَّذِیْ عَادَمِنْهُ فِیْ شِقَاقِهٖ وَنِفَاقِهٖ کُلَّ اَذًی وَمَشَقَّةٍ لِدَفْعِ نُبُوَّتِهٖ وَتَکْذِیْبِهٖ اِیَّاهُ وَسَعْیِهٖ فِیْ مَکَارِهِهٖ وَقَصْدِهٖ لِنَقْضِ کُلِّ مَا اَبْرَمَهُ وَاجْتِهَادِهٖ وَمَنْ وَالَاهُ عَلٰی کُفْرِهٖ وَعِنَادِهٖ وَنِفَاقِهٖ وَاِلْحَادِهٖ فِیْ اِبْطَالِ دَعْوَاهُ وَتَغْیِیْرِ مِلَّتِهٖ وَمُخَالَفَةِ سُنَّتِهٖ وَلَمْ یَرَ شَیْئًا اَبْلَغَ فِیْ تَمَامِ

كَيْدِهِمْ مِنْ تَغْيِيرِهِمْ عَنْ مُوَالَاةِ وَصِيِّهِ
وَإِيحَاشِهِمْ مِنْهُ وَصَدِّهِمْ عَنْهُ
وَإِغْرَائِهِمْ بِعَدَاوَتِهِ وَالْقَصْدِ لِتَغْيِيرِ
الْكِتَابِ الَّذِي جَاءَ بِهِ وَإِسْقَاطِ مَا فِيهِ
مِنْ فَضْلِ ذَوِي الْفَضْلِ وَكُفْرِ ذَوِي الْكُفْرِ
مِنْهُ وَمِمَّنْ وَافَقَهُ عَلَى ظُلْمِهِ وَبَغْيِهِ
وَشِرْكِهِ وَلَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ ذَلِكَ مِنْهُمْ فَقَالَ
"إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ
عَلَيْنَا" وَقَالَ "يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ
اللَّهِ" وَلَقَدْ أَحْضَرُوا الْكِتَابَ كَمَلًا
مُشْتَمِلًا عَلَى التَّأْوِيلِ وَالتَّنْزِيلِ وَالْمُحْكَمِ
وَالْمُتَشَابِهِ وَالنَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ لَمْ يَسْقُطْ
مِنْهُ حَرْفُ أَلِفٍ وَلَا لَامٍ فَلَمَّا وَقَفُوا عَلَى مَا
بَيَّنَهُ اللَّهُ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ
وَأَنَّ ذَلِكَ إِنْ أُظْهِرَ نَقَضَ مَا عَهِدُوهُ قَالُوا
لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ نَحْنُ مُسْتَغْنُونَ عَنْهُ
بِمَا عِنْدَنَا وَكَذَلِكَ قَالَ "فَنَبَذُوهُ
وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا
قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ" ثُمَّ دَفَعَهُمُ
الِاضْطِرَارُ بِوُرُودِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهِمْ
عَمَّا لَا يَعْلَمُونَ تَأْوِيلَهُ إِلَى جَمْعِهِ وَ

تَأْلِيفِهِ وَتَضْمِينِهِ مِنْ تِلْقَآئِهِمْ مَا يُقِيمُونَ بِهِ دَعَائِمَ كُفْرِهِمْ فَصَرَخَ مُنَادِيهِمْ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِنَا بِهِ وَوَكَّلُوا تَأْلِيفَهُ وَنَظْمَهُ إِلَى بَعْضِ مَنْ وَافَقَهُمْ عَلَى مُعَادَاتِ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ فَأَلَّفَهُ عَلَى اخْتِيَارِهِمْ وَمَا يَدُلُّ لِلْمُتَأَمِّلِ لَهُ عَلَى اخْتِلَالِ تَمْيِيزِهِمْ وَافْتِرَائِهِمْ وَتَرَكُوا مِنْهُ مَا قَدَّرُوا أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ وَزَادُوا فِيهِ مَا ظَهَرَ تَنَاكُرُهُ وَتَنَافُرُهُ وَعَلِمَ اللّٰهُ أَنَّ ذٰلِكَ يَظْهَرُ وَيَبِينُ فَقَالَ " ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَانْكَشَفَ لِأَهْلِ الْاِسْتِبْصَارِ عَوَارُهُمْ وَافْتِرَاؤُهُمْ وَالَّذِي بَدَأَ فِي الْكِتَابِ مِنَ الْإِزْرَاءِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ فِرْيَةِ الْمُلْحِدِينَ وَلِذٰلِكَ قَالَ " وَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا "

(۱) احتجاج طبرسی جلد اول ص۲۴۳-۲۴۴

احتجاج امیر المومنین علی ترجمہ ق ا م

مطبوعہ معرفت: اشرف طبع جدید ۱

متن ترجمہ:

وہ جو تو نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے ایسا خطاب کیا ہے۔ جو آپ کی برائی اور سرزنش پر دلالت کرتا ہے۔ باوجودیکہ آپ کی فضیلت تمام نبیوں پر ظاہر کر دی ہے۔ سو اللہ عزوجل نے مشرکین میں سے ہر نبی کا دشمن بنا دیا ہے۔ جیسا کہ اپنی کتاب میں فرمایا۔ اور جس قدر جناب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے اسی قدر آپ کو اپنے دشمن سے ابتلا بھی زیادہ ہوا۔ جس کی دشمنی اور نفاق کے سبب آپ کو ہر طرح کی اذیت اور تکلیف پہنچی کیونکہ اس نے آپ کی نبوت سے انکار کر دیا۔ اور آپ کو جھٹلایا اور آپ کو تکلیف دینے میں کوشش کی۔ اور جس چیز کا آپ نے اقرار کیا۔ اس نے اس کا توڑنے کا قصد کیا۔ اور خود اس نے اور کفر و عناد و نفاق والا ہو گیا۔ اس کے مددگاروں نے جدوجہد کی کہ آپ کے وصی کو باطل کر دیں۔ اور آپ کے وصال کو بدل ڈالیں۔ اور آپ کی سنت کی مخالفت کریں۔ اس دشمن نے اپنی تمام بزرگی ہی میں کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہ دیکھی۔ کہ لوگوں کو اس کے وصی سے نفرت دلائے۔ اور اس سے وحشت پیدا کر دے۔ اور لوگوں کو اس سے روکے۔ اور ان کو اس کی عداوت پر برانگیختہ کرے۔ اور اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ اس کتاب کو

بدل دیں جو دو لایا۔ اور اس میں سے وہ حصہ نکال ڈالیں جس میں اہل فضیلت
کی فضیلت اور اہل کفر یعنی اس دشمن اور ظلم و بغاوت و شرک میں اس کے
مددگاروں کا کفر روشن ہے۔ بے شک اللہ کو ان کی یہ روش معلوم ہے
اسی واسطے فرمایا۔ یقیناً وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں بے جا دخل دیا کرتے
ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے
کو بدل دیں۔۔ حالانکہ ان کو ایسا کامل قرآن دکھا دیا گیا۔ جو تاویل تنزیل اور
محکم و متشابہ اور ناسخ منسوخ پر مشتمل تھا اور جس کا ایک سے ایک الف یا
لام تک ساقط نہ ہوا تھا۔ پس وہ اہل حق و اہل باطل کے ناموں سے جو
اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمائے تھے واقف ہو گئے اور سمجھ
گئے اگر یہ ظاہر ہو گیا تو ہمارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا تب کہنے لگے
کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہمارے پاس جو ہے اس کی موجودگی میں
ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پھر انہوں نے اس
عہد کو پس پشت ڈال دیا اور کتاب خدا کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ لیا
تو کیا ہی بری وہ قیمت ہے جو لیتے ہیں۔

پھر وہ منافقین ایسے مسائل کے پیش آنے سے جن کی تاویل وہ نہ
جانتے تھے۔ قرآن کے جمع کرنے اور اس میں اپنی طرف گھڑ کر باتیں
بڑھانے پر مجبور ہو گئے جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم
رکھ سکیں۔ چنانچہ ان کے منادی کرنے والے نے پکار کر کہا کہ جس
کے پاس قرآن کا کوئی حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آئے۔ پھر انہی منافقوں
نے قرآن کی جمع و ترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کیا۔ جو دوستان خدا
علیہم السلام کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا۔ لہٰذا اس نے قرآن کو ان کی

مرضی کے موافق جمع کیا۔ جو بات نہ نازل کرنے والوں کو ان منافقوں کی
تبدیلی اور ان کا اقرار باقی ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے قرآن میں وہ
باتیں بڑھا دیں جو وہ سمجھے کہ ان کے حق میں ہیں۔ حالانکہ وہ ان کے
خلاف ہیں۔ اور وہ کیں کیں وہ عبارتیں بڑھا دیں۔ دین کا خلاف فصاحت اور
قابل نفرت ہونا ظاہر ہے۔ اور اللہ نے جان لیا کہ یہ ظاہر و روشن ہو جائے گا
اس لیے فرمایا۔ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ یہ ان کے علم کی پہنچ
ہے۔ اور اہل بصیرت پر ان کا عیب اور افترا منکشف ہو گیا۔ قرآن
میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ظاہر ہوتی ہے۔ وہ ملحدوں کی الحاق
کی ہوئی ہے۔ اسی واسطے اللہ نے فرما دیا اور یقیناً وہ کہتے ہیں بری
اور جھوٹی بات ۔"

اس عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون حکمت ہے کہ ہر نبی کا دشمن اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق مقرر فرمایا۔ چونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ اس لیے ان کا دشمن یعنی ابو بکر بھی سب سے بڑا دشمن تھا جس نے آپ کی تخلیق کا ہی سوچا اور آپ کی نبوت سے انکار کیا۔

۲۔ اس دشمن نے آپ کے دین کو مٹانے اور آپ کے دعاوی کو باطل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقوق ورثہ کو غصب کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اور ان کی عداوت پر
اصرار ۔

۳۔ اس کے بعد اپنے من گھڑت تفسیروں سے قرآن پاک میں سے ان آیات کو نکال ڈالا جن میں اہل بیت کے فضائل کا ذکر تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ آیات بھی حذف کر دیں۔ جو ان کے ساتھیوں کے کفر و شرک کو ظاہر کرتی تھیں۔

۴۔ ان لوگوں کو جن آیات و مسائل کا علم نہ تھا۔ ان میں من مانی تبدیلی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور قرآن پاک کو جمع کرنے کی ذمہ داری اس شخص کے کندھوں پر ڈالی۔ جو اہل بیت کا پکا دشمن تھا۔

۵۔ جہاں جہاں قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر و تذلیل اور تادیب پائی جاتی ہے۔ وہ آیات اللہ کی نازل کردہ نہیں۔ بلکہ ان منافقین کی بنائی ہوئی ہیں۔ جنہیں انہوں نے قرآن میں داخل کر دیا۔

۶۔ قرآنی آیات کی تاویل نہ جاننے کی بنا پر ان شر پسندوں نے قرآن میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے۔

حاصل کلام:

حوالہ جات مذکورہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ اہل تشیع اس موجودہ قرآن کو کامل اور مکمل قرآن نہیں مانتے۔ بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اصلی اور کامل و مکمل قرآن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ لیکن وہ اصلی قرآن جب لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو حضرت عمر نے اس کی ضرورت سے انکار کر دیا۔ جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غصہ میں آ کر اس اصلی قرآن کو ایسا گم کر دیا۔ کہ امام مہدی کے ظہور تک کسی کو اس کی شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہو گی۔ امام مہدی جب آئیں گے۔ تو اصلی قرآن وہ لے کر آئیں گے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب اثنا اہل تشیع نے یہ دیکھا۔ کہ اس طرح تو

امت بغیر قرآن کے صدیوں تک رہے گی۔ لہٰذا اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے
کوئی بندوبست ہونا چاہیئے۔ تو یہ کہا گیا کہ جب تک اصلی قرآن امام غائب لے کر نہیں آتے
اس وقت تک موجودہ قرآن کے احکامات اوامر ونواہی پر ہی عمل کیا جائے گا بلکہ اس
کی اس حد تک تائید کی گئی کہ ایک شخص نے جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے
سامنے اصلی قرآن پڑھا تو آپ نے اس کو اس کی تلاوت کرنے سے سختی سے منع کر دیا
اور حکم صادر فرمایا کہ جس قرآن کو دوسرے عام لوگ پڑھتے ہیں اسی کی تلاوت کیا کیجئے
اصلی قرآن امام مہدی سے کرائیں گے۔

مقام غور:

حوالہ نمبر۳: میں انوار نعمانیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فَقَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ
هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا يَرَاهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَظْهَرَ وَلَدِي
الْمَهْدِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمر بن الخطاب و دیگر حاضرین کو کہا
آج کے بعد تم میں سے کوئی بھی اس قرآن کو ہرگز نہ دیکھ پائے گا اور
میرے لخت جگر امام مہدی کے ظہور سے قبل کسی ایک کو بھی اصلی قرآن
دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے جمع شدہ قرآن کو ایسا گم کر دیا تھا کہ ظہور
مہدی سے قبل اس کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ وہ گم کردہ اصلی
قرآن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور کے ایک عام قاری کے ہاتھ

کیسے لگ گیا ؟

بہر حال بات یہ ہو رہی تھی کہ اصل قرآن جب نہیں ہے۔ تو پھر تحریف شدہ اور نامکمل موجودہ قرآن کی ہی تلاوت کر لی جائے۔ اہل تشیع کے نزدیک یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے جسے انہوں نے اپنے ائمہ کے حوالے سے ثابت کیا ہے۔ کہ موجودہ قرآن محرف اور نامکمل ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان جوابات سے جو آپ نے ایک زندیق کو دیئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل قرآن میں ان منافقین کے نام تھے جو تحریف قرآن کے بانی ہیں۔ انہوں نے خود اپنے نام پڑھ کر وہ قرآن سے نکال ڈالے کہ لوگوں کو اس بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکے۔

ائمہ اہل بیت کو اگرچہ ان محرفین کے نام و پتہ سب کچھ یاد تھا لیکن از روئے تقیہ ان کا چرچا کرنا مناسب نہ دیکھا۔ ان منافقین محرفین کے نام اور ان کی قبائح و شرانگیزی بھی درج تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ اہل بیت کی تعریفی آیات بھی تھیں جو ان کی تحریف کی نظر ہو گئیں۔ یہاں تک کہ موجودہ قرآن کا تقریباً تیسرا حصہ ناپید کر دیا گیا۔ اگر وہ موجود ہوتا۔ تو تقریباً چالیس پارے کا قرآن ہوتا۔

لیکن ان تمام تحریفات کے ہوتے ہوئے خدا کو یہ منظور تھا۔ کہ ان محرفین منافقین کی اس شرارت کا کسی نہ کسی طرح ذکر قرآن میں باقی رہنا چاہیئے۔ کہ ان کے قلب و ذہن کو اندھا کر دیئے گئے۔ اور ایسے بے شمار شواہد و دلائل باقی رہ گئے جو ان کی ان حرکات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً کتابت کی غلطیاں، عربی و نحوی ترکیب کا غلط استعمال اور الفاظ قرآن کے غلط معانی وغیرہ۔ اس سلسلہ میں مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بقول شیعہ قرآن کا تیسرا حصہ اہل بیت کی شان میں تھا۔ (حضرت علی)

حوالہ نمبر۱:

اصول کافی:

عَنِ الْاَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْلُ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَثْلَاثًا ثُلُثٌ فِيْنَا وَفِيْ عَدُوِّنَا وَثُلُثٌ سُنَنٌ وَاَمْثَالٌ وَثُلُثٌ فَرَائِضُ وَاَحْكَامٌ۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۶۲۷
کتاب فضل القرآن : باب النوادر
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن نباتہ کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک تین اجزاء اور حصوں پر اترا تھا۔ ایک تہائی حصہ ہم اہل بیت اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں تھا۔ ایک تہائی پہلی امتوں کے واقعات اور مثالوں پر مشتمل تھا۔ اور باقی ماندہ تیسرے حصہ میں فرائض و احکام تھے۔

تبصرہ :

موجودہ قرآن کریم میں جیسا کہ ہر مسلمان اس سے بخوبی آگاہ ہے چند گنتی کی آیات ایسی ہیں۔ جن میں شان اہل بیت مذکور ہے۔ تو مرویات اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ پورے قرآن کا ایک تہائی حصہ شان اہل بیت میں اترا تھا۔ تو سوال کیا جا سکتا ہے۔ ان چند آیات کو چھوڑ کر بقیہ حصہ کدھر گیا؟ تو یہی جواب ہوگا۔ کہ اسے موجودہ قرآن سے نکال دیا گیا ہے۔ اور اس روایت سے وہ تحریف ثابت بھی یہی کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اسے تحریف قرآن کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی جیسا کہ اس روایت میں منسوب ہے۔ تو حاشا وکلا آپ رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ اس طرح ان کے ساتھ محبت کے دعویداروں نے وہ سلوک کیا جو یہود و نصاریٰ سے بھی نہ ہو سکا۔ تو یہی اہل بیت کی اس روایت سے بالکل عیاں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اہانت قرآن کریم بھی ملحوظ ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا سورت میں ستر قریشیوں کے نام بمع ولایت تھے

حوالہ نمبر ۹ :

اصول کافی :۔

عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ قَالَ

دَفَعَ إِلَيَّ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُصْحَفًا وَقَالَ
لَا تَنْظُرْ فِيْهِ فَفَتَحْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيْهِ "
لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" فَوَجَدْتُ فِيْهَا اسْمَ
سَبْعِيْنَ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ قَالَ فَبَعَثَ إِلَيَّ ابْعَثْ
إِلَيَّ بِالْمُصْحَفِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۱ کتاب
فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ
تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

احمد بن محمد بن ابی نصر کہتا ہے کہ مجھے امام رضا رضی اللہ عنہ نے قرآن
کا ایک نسخہ عطا فرمایا۔ اور ساتھ ہی ہدایت کی کہ اس میں نہ دیکھنا لیکن میں نے
ان کے حکم کے خلاف اسے کھولا۔ اور سورۃ لم یکن الذین پڑھی
تو میں نے اس سورت میں ستر قریشیوں کے نام بمعہ ان کے آباؤ اجداد کے ناموں
کے دیکھے۔ امام رضا رضی اللہ عنہ نے میری طرف پیغام بھیجا کہ قرآن کا
یہ نسخہ مجھے بھیج دو۔

مقام غور

چودہ سو سال سے دنیا کے تمام گھروں میں جو قرآن کریم موجود ہے۔ اس کی
سورۃ لم یکن الذین میں کسی ایک قریشی کا نام تک موجود نہیں۔ چہ جائیکہ ان کے آباؤ
اجداد کا نام بھی لکھا ہو۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ستر آدمی ان میں سے ہی ہوں گے
جنہیں دشمنان اہل بیت کہا گیا ہے۔ اسی لئے ان کے نام خود انہوں نے یا ان کے ساتھی
صحابہ کرام نے نکال دیئے تھے۔ معلوم ہوا کہ جب ایک سورت میں اس قدر تحریف

کی گئی۔ تو تمام قرآن میں تحریف کس قدر ہوگی۔ لہٰذا قرآن کے محرف ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہوا۔

۲۷ اصل قرآن، موجودہ قرآن سے تین گنا بڑا تھا

(حضرت امام جعفر صادق)

حوالہ نمبر ۱

تفسیر مجمع البیان

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ۔

(۱) اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۴ کتاب فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) اصول کافی طبع قدیم مطبوعہ نولکشور ص ۶۷۱

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ قرآن جسے جبریل علیہ السلام لے کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آتے دہے ۔ وہ ستروہزار آیات پر مشتمل تھا۔

نوٹ :-

اہل تشیع کے نزدیک مذکورہ بالا حوالہ میں اصل قرآن کی سترہ ہزار آیات بتلائی گئی ہیں۔ جس قرآن کی کتاب سے ہم نے من وعن پیش کر دیا۔ اب انہی کی کتابوں سے یہ بھی سنتے جائیے۔ کہ قرآن کریم کی کتنی آیات ہیں۔

حوالہ نمبر ۱:

تفسیر مجمع البیان | جَمِیْعُ اٰیَاتِ الْقُرْاٰنِ سِتَّۃُ اٰلَافِ اٰیَۃٍ وَمِائَتَا اٰیَۃٍ وَسِتٌّ وَثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً۔

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزء دسویں صفحہ نمبر ۴۰۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

قرآن کریم کی تمام آیات چھ ہزار دو سو چھتیس ہیں۔

لمحہ فکریہ :-

"اصل قرآن" کی کل آیات جب بقول اہل تشیع سترہ ہزار تھیں۔ اور موجود قرآن میں صرف ۶۲۳۶ آیات ہیں۔ تقریباً گیارہ ہزار آیات جو موجود قرآن کا دو تہائی حصہ بنتی ہیں۔ وہ کہاں ہیں؟ معلوم ہوا۔ وہ ساقط کر دی گئیں۔ اور یہی تحریف قرآن ہے۔

۲۔ تفسیر مجمع البیان کے حوالہ کے مطابق تھا لیکن حضرات اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ یہ
موجودہ قرآن کی آیات کی بیان کی گئی ہے جسے اہل تشیع بامر مجبوری قرآن مانتے ہیں
ورنہ ان کا عقیدہ اور ایمان کچھ اور ہی ہے۔ جو اصول کافی وغیرہ کتب میں بالکل واضح
الفاظ میں موجود ہے۔ یعنی موجودہ قرآن اصل قرآن نہیں ہے بلکہ محرف ہے۔ وہ اصل
قرآن وہ تھا جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ اب اس کو امام مہدی
ہی سامنے لائیں گے۔

"اصل قرآن" میں مہاجرین و انصار کی بہت سی برائیاں مذکور تھیں۔ (بروایت ابوذر غفاری)

حوالہ نمبر ۱: تفسیر صافی

وَفِی رِوَایَةِ اَبِی ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ
اَنَّهُ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ
جَمَعَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْقُرْآنَ وَجَآءَ بِهٖ
اِلَی الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَعَرَضَهٗ عَلَیْهِمْ
لِمَا قَدْ اَوْصَاهُ بِذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ فَلَمَّا فَتَحَهٗ اَبُوْبَکْرٍ
خَرَجَ فِیْ اَوَّلِ صَفْحَةٍ فَتَحَهَا فَضَائِحُ
الْقَوْمِ فَوَثَبَ عُمَرُ فَقَالَ یَا عَلِیُّ
اُرْدُدْهُ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِیْهِ فَاَخَذَهٗ

عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَانْصَرَفَ ثُمَّ اَحْضَرُوْا
زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَکَانَ قَارِیًا لِلْقُرْاٰنِ
فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ
جَآءَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَفِیْهِ فَضَائِحُ الْمُهَاجِرِیْنَ
وَالْاَنْصَارِ وَقَدْ اَرَدْنَا اَنْ تُؤَلِّفَ لَنَا
الْقُرْاٰنَ وَتُسْقِطَ مِنْهُ مَا کَانَ فِیْهِ فَضِیْحَةٌ
وَهَتْكٌ لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاَجَابَهٗ
زَیْدٌ اِلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ فَاِنْ اَنَا فَرَغْتُ
مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلٰی مَا سَئَلْتُمْ وَاَظْهَرَ عَلِیٌّ
الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ اَلَّفَهٗ اَلَیْسَ قَدْ بَطَلَ کُلُّ مَا
قَدْ عَمِلْتُمْ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ فَمَا الْحِیْلَةُ
قَالَ زَیْدٌ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِالْحِیْلَةِ فَقَالَ
عُمَرُ مَا الْحِیْلَةُ دُوْنَ اَنْ نَقْتُلَهٗ وَنَسْتَرِیْحَ مِنْهُ
فَدَبَّرَ فِیْ قَتْلِهٖ عَلٰی یَدِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ فَلَمْ
یَقْدِرْ عَلٰی ذٰلِكَ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۱۰ المقدمۃ السادسۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا فانی سے کوچ کیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن کریم جمع کر کے مہاجرین اور انصار کے پاس لائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی وصیت فرمائی تھی۔ اس جمع کردہ قرآن

کہ جب صدیق اکبر نے کھولا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے پہلے ہی ورق
میں قوم قریش کی برائیاں درج تھیں۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر چیخے۔ اور کہا۔
اسے علی رضی اللہ عنہ! اسے لے جاؤ۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں
تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور وہاں سے چل دیئے
اس کے بعد حضرت زید بن ثابت کو بلایا گیا۔ یہ اچھے قاری قرآن تھے
انہیں حضرت عمر نے حکم دیا۔ کہ قرآن کریم کا ایک جمع کردہ نسخہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ لائے تھے۔ اس میں مہاجرین و انصار کی بہت خرابیاں اور
رسوا کن باتیں درج تھیں۔ اب ہمارا ارادہ ہے۔ کہ تم قرآن جمع کرو۔ اور اس
میں ایسی باتیں نہ آنے پائیں۔ جو مہاجرین و انصار کی بے عزتی اور رسوائی
پر مشتمل ہوں۔ حضرت زید نے یہ ذمہ داری اٹھا لی۔ پھر پوچھنے لگے۔ اگر میں
تمہاری خواہش کے مطابق قرآن جمع کر کے لاؤں۔ اور ادھر حضرت علی
رضی اللہ عنہ اپنا جمع کردہ قرآن لے آئیں۔ تو کیا تمہارے سارے کیے
پر پانی نہ پھر جائے گا؟
اس کے بعد حضرت عمر نے کہا۔ پھر کوئی حیلہ و تدبیر ہونی چاہیئے
حضرت زید نے کہا۔ آپ لوگ اس معاملہ میں بہتر تدبیر نکال سکتے ہیں۔
تو حضرت عمر نے کہا۔ حیلہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو قتل کروا دیں۔ تاکہ ہماری گلو خلاصی ہو جائے۔ اس کاروائی کا جامہ
پہنانے کے لیے حضرت خالد بن الولید کو استعمال کیا گیا۔ لیکن وہ
بے بس تھے

خلاصہ:

معلوم ہوا کہ جو نسخہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لائے تھے۔ اس میں جا بجا

مہاجرین و قریش کی مذمت اور برائی کی آیات تھیں۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے جب کہ نسخہ
لکھوا کر اپنے مطلب کے مطابق بنا کر پایۂ تکمیل پر حضرت عثمان تک پہنچے اور ایک ہی ایسا نسخہ تیار
کروا کے کلی شائع کیا ۔ ۔ ۔ تو اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت کو مقرر کیا گیا اور
حضرت علی المرتضیٰ کے حق کے غصب ۔ ۔ ۔ پر معلوم ہوا۔ کہ اصل
قرآن میں مہاجرین و انصار کی بہت زیادہ ہتک اور مذمت درج تھی۔ جو نکال دی
گئی۔ لہذا موجودہ قرآن میں ان آیات کو خارج کر کے تحریف کی گئی ہے۔

اصلی قرآن کی چند آیات موجود قرآن میں نہیں

(علی بن ابراہیم)

حوالہ نمبر ۲ تفسیر صافی: اَقُوْلُ الْمُسْتَفَادُ مِنْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وَغَيْرِهَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنْ طَرِيْقِ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَيْسَ بِتَمَامِهِ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بَلْ مِنْهُ مَا هُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَمِنْهُ مَا هُوَ مُغَيَّرٌ مُحَرَّفٌ وَاِنَّهُ قَدْ حُذِفَ عَنْهُ اَشْيَاءُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا اِسْمُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ وَمِنْهَا لَفْظَةُ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ غَيْرَ مَرَّةٍ وَمِنْهَا اَسْمَاءُ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ مَوَاضِعِهَا وَمِنْهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَ

اَنَّهُ لَيْسَ اَيْضًا عَلَى التَّرْتِيْبِ الَّذِي الْمَرْضِيُّ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ وَاَمَّا مَا كَانَ خِلَافَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِقَارِئِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ خَيْرَ اُمَّةٍ تَقْتُلُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقِيْلَ لَهٗ كَيْفَ نَزَلَتْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ اِنَّمَا نَزَلَتْ خَيْرَ اَئِمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۱۰ مطبوعہ
انتشارات علمیہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:۔

میں کہتا ہوں۔ ان اخبار و روایات سے جو کہ اہل بیت کے طریقہ سے مروی ہونگی۔ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو قرآن اب ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ کل طور پر وہ قرآن نہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نقل کیا گیا تھا۔ بلکہ اس میں کچھ حصہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ الفاظ کے بالکل خلاف ہے۔ اور کچھ وہ ہے۔ جس میں تغیر و تبدیل اور

تحریف کردی گئی ہے۔ یقیناً اس میں سے بہت سی چیزیں نکال دی گئیں اس کی محذوفات
زیادہ ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے جو بہت سی جگہوں سے حذف کیا
گیا۔ اسی طرح منافقوں کی رسوائی کی وضاحت کی گئی تھی۔ جو اب نہیں ہے۔ منافقوں کے نام
بھی تھے۔ وہ بھی حذف کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں نکال دی گئیں
اور یہ موجود قرآن ترتیب کے اعتبار سے بھی اس ترتیب پر نہیں جس کو اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ علی بن ابراہیم نے یہی
کہا ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ موجود قرآن میں اللہ تعالیٰ
کے نازل کردہ الفاظ کے خلاف ہے۔ اس کی مثال كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ
أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت
کے پڑھنے والے کو فرمایا کیا بہترین امت نے حضرت علی اور حسین بن علی
رضی اللہ عنہما کو شہید کیا۔ اس کو خیر امت کہا گیا ہے جو قاری نے پوچھا
یا حضرت! پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کن الفاظ سے نازل فرمائی تھی؟
فرمایا اس طرح تھی۔
كُنْتُمْ خَيْرَ أَئِمَّةٍ أُخْرِجَتْ الخ۔ یعنی لفظ "امت"
کی جگہ "ائمہ" تھا۔

کلینی قمی اور طبرسی تحریف قرآن کے معتقد اور پرچارک تھے

حوالہ نمبر۲: تفسیر صافی:

وَ اَمَّا اِعْتِقَادُ مَشَايِخِنَا فِيْ ذٰلِكَ فَالظَّاهِرُ مِنْ ثِقَةِ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوْبَ الْكُلَيْنِيْ اَنَّهٗ كَانَ يَعْتَقِدُ التَّحْرِيْفَ وَ النُّقْصَانَ فِي الْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ رَوٰى رِوَايَاتٍ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى فِيْ كِتَابِهِ الْكَافِيْ وَ لَمْ يَتَعَرَّضْ بِقَدْحٍ فِيْهَا مَعَ اَنَّهٗ ذَكَرَ فِيْ اَوَّلِ الْكِتَابِ اَنَّهٗ كَانَ يَثِقُ بِمَا رَوَاهُ فِيْهِ وَ كَذٰلِكَ اُسْتَاذُهٗ عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْقُمِّيْ فَاِنَّ تَفْسِيْرَهٗ مَمْلُوْءٌ مِنْهُ وَ لَهٗ غُلُوٌّ فِيْهِ وَ كَذٰلِكَ الشَّيْخُ اَحْمَدُ ابْنُ اَبِيْ طَالِبِ الطَّبْرَسِيْ فَاِنَّهٗ اَيْضًا نَسَجَ عَلٰى مِنْوَالِهِمَا فِيْ كِتَابِ الْاِحْتِجَاجِ۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۴
المقدمۃ السادسۃ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال ہمارے مشائخ کرام کا تحریف قرآن کے بارے میں عقیدہ تو اس بارے میں ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی تحریف اور اس میں تبدیلی کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب اصول کافی میں اس موضوع کی بہت سی روایات ذکر کیں۔ اور ان پر کہیں بھی کوئی اعتراض و تاویل و تردید کا اظہار نہیں کیا۔ حالانکہ شروع کتاب میں انہوں نے صاف صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا جائے گا۔ وہ میرے نزدیک باوثوق بات ہوگی۔ یونہی ان کے استاد علی بن ابراہیم القمی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کیونکہ ان کی تفسیر ایسی باتوں سے بھری پڑی ہے۔ بلکہ یہ تو حد سے بڑھ گئے۔ شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی بھی ان دونوں کے نقش قدم پر چلے۔ اور ان کی کتاب الاحتجاج اس کی گواہ ہے۔

مذکورہ عبارت کا پس منظر:

صاحب تفسیر صافی محسن کاشانی عبارت مذکورہ بالا سے قبل ایک سوال کا جواب دے رہا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ ہمارے ائمہ حضرات کا یہ فرمان ہے کہ جو حدیث تمہیں ملے اُسے قرآن پر پیش کرو۔ اگر موافق قرآن ہو تو اس پر عمل کرو ورنہ چھوڑ دو۔ لیکن اگر قرآن ہی محرف ہو۔ اور اس میں تغیر و تبدیل کر دیا گیا ہو۔ تو ایسی صورت میں حدیث کو اس پر پیش کرنا اور نا موافق ہونے کی صورت میں حدیث کو چھوڑ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

محسن کاشانی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ موجود قرآن کے

محرّف ہوئے ہیں اگرچہ کوئی شک نہیں کیونکہ اس میں سے نام علی، اسماء آل بیت اور منافقین کے نام بہت سی جگہوں سے نکال دیئے گئے لیکن موجودہ قرآن کے اعتبار سے اس سے مستفید ہونا اور نفع حاصل کرنا جو کچھ موجود ہے۔ لہٰذا ہمارے ائمہ نے احادیث کی صحت کو جانچنے کے لیے انہیں قرآن کریم پر پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔

محسن کاشانی کہتا ہے کہ اس قسم کی آیتیں محض تاویلات ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ہمارے مشائخ نے بالکل صراحت کر دی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل اور غیر محرف نہیں۔ بلکہ اس میں بہت کچھ تحریفات کر دی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے تشیع کے مذہبی ستون کلینی، قمی اور الطبرسی موجودہ قرآن کو محرف گردانتے ہیں۔

اگرچہ بعض جمہور اہل تشیع کی ان عبارات کی کچھ لوگوں نے تاویلیں کی ہیں جو وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ حضرات تحریف قرآن کے قائل نہیں لیکن محسن کاشانی کہتا ہے کہ یہ تاویلیں کرنے والے اس بات سے بے خبر ہیں کہ جمہور اہل تشیع کا یہی عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن محرف اور متبدل ہے۔ لہٰذا اس اجتماعی عقیدہ کے خلاف تاویلات کا کوئی وزن نہیں۔

بقول شیعہ تحریف قرآن،، پر تقریباً دو ہزار مستند روایات شاہد ہیں۔ (نعمت اللہ جزائری، باقر مجلسی)

حوالہ نمبر ۱ فصل الخطاب:

وَهِيَ كَثِيرَةٌ جِدًّا حَتَّى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَةُ اللهِ الْجَزَائِرِيُّ فِي بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهِ كَمَا

يُحكىٰ عَنْهُ أَنَّ الْأَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلىٰ ذٰلِكَ تَزِيْدُ عَلىٰ أَلْفَيْ حَدِيْثٍ وَادَّعىٰ اِسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيْدِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ بَلِ الشَّيْخُ اَيْضًا صَرَّحَ فِي التِّبْيَانِ بِكَثْرَتِهَا بَلِ ادَّعىٰ تَوَاتُرَهَا جَمَاعَةٌ يَأْتِيْ ذِكْرُهُمْ فِيْ اٰخِرِ الْمَبْحَثِ وَنَحْنُ نَذْكُرُ فِيْهَا مَا يَتَّضِحُ دَعْوَاهُمْ مَعَ قِلَّةِ الْجَمَاعَةِ وَنُبَيِّنُ فِيْ اٰخِرِهَا مَا ضُعِّفَتْ بَعْضُ الشُّبُهَاتِ الَّتِيْ اَوْرَدَهَا عَلَيْهَا جَمَاعَةٌ اَنَّهَا لَا يَنْبَغِيْ صُدُوْرُهَا عَنْهُمْ مِنْ ضُعْفِهَا مَرَّةً وَقِلَّتِهَا اُخْرٰى وَعَدَمِ دَلَالَتِهَا عَلَى الْمَطْلُوْبِ تَارَةً وَمُخَالَفَتِهَا لِلْمَشْهُوْرِ اُخْرٰى وَاعْلَمْ اَنَّ تِلْكَ الْاَخْبَارَ مَنْقُوْلَةٌ مِّنَ الْكُتُبِ الْمُعْتَبَرَةِ الَّتِيْ عَلَيْهَا مُعَوَّلُ اَصْحَابِنَا فِيْ اِثْبَاتِ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَالْاٰثَارِ النَّبَوِيَّةِ۔

(فصل الخطاب فی اثبات التحریف
ص ۲۵۱-۲۵۲ مؤلفہ حسین بن
محمد تقی النوری الطبرسی مطبوعہ تہران
طبع قدیم ۱۲۹۸ھ)

ترجمہ:-

تحریف قرآن کی روایات بکثرت ہیں۔ یہاں تک کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی تصنیفات میں کہا ہے۔ جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ اخبار و روایات جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ دو ہزار سے بھی بڑھ گئی ہیں

ان روایات کو ایک جماعت نے روایت مشہورہ دیکھا ہے جن میں
شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ شامل ہیں۔ بلکہ شیخ نے تو تہذیب الاحکام
میں ان روایات کو دو حد سے بھی زیادہ بتایا ہے۔ اور ان کے متواتر
ہونے کا دعویٰ ایک جماعت نے کیا ہے۔ جن کا ذکر اس بحث کے
آخر میں آرہا ہے۔ اور ہم اس بحث کے اختتام پر ان شبہات کا بھی ذکر
کریں گے۔ جو کچھ لوگوں نے ان روایات پر بطور اعتراض کیے ہیں۔ حالانکہ
ایسے اعتراضات انہیں کرنے نہیں چاہئیں تھے۔ کیونکہ ایک تو وہ
ضعیف ہیں۔ دوسرے ان کی تعداد زیادہ ہونے کے برابر ہے تیسرے
یہ کہ وہ کسی مقصود کے لیے ذکر ہوئے اس پر دلالت نہیں کرتے اور
چوتھے یہ کہ وہ اخبار مشہورہ کے خلاف ہیں۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے۔ کہ وہ روایات جو کہ ان حضرات نے تحریف قرآن کے ضمن میں پیش کی ہیں۔ وہ ان کتابوں سے منقول ہیں۔ جن پر علماء اہل تشیع اصحاب کا احکام شرعیہ اور آثار نبویہ کے ثابت کرنے کا دارومدار ہے۔

تلخیص عبارت مذکورہ

موجودہ قرآن کے تحریف شدہ ہونے پر اہل تشیع کے علماء کے پاس تقریباً دو ہزار روایات موجود ہیں۔ جن کے مستفیض و مشہور ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔
بلکہ ایک جماعت نے تو انہیں متواتر قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان روایات کے ناقلین نے انہیں اُن کتابوں سے نقل کیا۔ جو مذہب شیعہ میں احکام شرعیہ کے ثبوت میں ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ شیخ کاشانی اسی بنا پر کہتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے

ان روایات پر اعتراضات و شبہات وارد کیے۔ چونکہ وہ شیعیت و نا تمام ہیں اور مذہب
شیعہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف پڑتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان شیعی معترضین کے اعتراضات
کا جواب اسی بحث کے آخر میں دیں گے۔ ویسے انہیں ایسا کرنا نہیں چاہیئے تھا۔
کیونکہ انداز استدلال اور سیاق و سباق سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے
کہ موجودہ قرآن میں تحریف و تبدیلی اہل تشیع کے ہاں ایک متفق علیہ بات ہے۔ اسی
لیے ان لوگوں کی تردید کی ضرورت پیش آئی جو ان کے اجماعی عقیدہ پر معترض ہوئے
(ایسے معاملات مدمجزہ اور روایات کی نسبت ان لوگوں نے اشاعت حدیث کو محفوظ علامہ
مجلسی کی طرف کی ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ فلاں ایضاً شیخ عظیم

قرآن میں کمی بیشی ہو چکی ہے (امام باقر رضی اللہ عنہ)

حوالہ نمبر ۲: فصل الخطاب:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ لَوْلَا اَنَّہٗ زِیْدَ
فِی الْقُرْاٰنِ وَنُقِصَ مَا خَفِیَ حَقُّنَا عَلٰی
ذِیْ حِجًی۔

(فصل الخطاب فی اثبات تحریف
القرآن ص ۲۴۱۔ مطبوعہ ایران
طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر قرآن میں کمی بیشی نہ کی گئی
ہوتی۔ تو کسی عقلمند شخص پر ہمارا حق چھپا ہوا نہ رہتا۔

اگر قرآن کی تلاوت اس طرح ہوتی جس طرح وہ اترا تھا۔ تو دو آدمی بھی اختلاف والے نہ ہوتے

حضرت امام جعفر

حوالہ نمبر۱ فصل الخطاب:

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ لَوْ قُرِئَ الْقُرْاٰنُ حَتّٰی مَا اُنْزِلَ مَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِثْنَانِ۔

(فصل الخطاب ص ۲۳۸، ۲۳۴
مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

ابو بکر بن محمد نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے۔ اگر قرآن کریم کو اس کی اصلی حالت کے ساتھ پڑھا جاتا۔ تو دو آدمی بھی ایسے نہ رہتے جو اس میں باہم اختلاف رکھتے ہوں۔

اصلی قرآن میں اہل بیت کے نام تھے
(قول امام جعفر)

حوالہ نمبر۱ فصل الخطاب

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ قُرِئَ الْقُرْآنُ كَمَا أُنْزِلَ لَأَلْفَيْتَنَا فِيهِ مُسَمَّيْنَ۔

(۱) فصل الخطاب ص ۳۰ مطبوعہ
ایران طبع جدید)

(۲) تفسیر صافی جلد اول ص ۲۵
المقدمۃ السادسۃ مطبوعہ
تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اگر قرآن پاک کو اسی انداز کے ساتھ پڑھا جاتا جیسا کہ اتارا گیا تھا تو تم اس میں ہم (اہل بیت) کا نام ضرور پاتے۔

روزِ قیامت قرآن اپنی تحریف کی شکایت کرے گا

حوالہ نمبر ۱۹ فصل الخطاب | عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثَلٰثَۃٌ یَشْکُوْنَ اَلْمُصْحَفُ وَالْمَسْجِدُ وَالْعِتْرَۃُ یَقُوْلُ الْمُصْحَفُ یَا رَبِّ حَرَّفُوْنِیْ وَمَزَّقُوْنِیْ وَیَقُوْلُ الْمَسْجِدُ یَا رَبِّ عَطَّلُوْنِیْ وَضَیَّعُوْنِیْ وَتَقُوْلُ الْعِتْرَۃُ یَا رَبِّ قَتَلُوْنَا وَطَرَدُوْنَا وَشَرَّدُوْنَا۔

(فصل الخطاب ص ۲۴۳-۲۴۴
مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ بروز قیامت تین چیزیں اللہ کی بارگاہ میں شکایت کریں گی۔ قرآن کریم مسجد اور عترت رسول۔ قرآن کہے گا۔ اے میرے پروردگار! لوگوں نے مجھ میں ردو بدل کیا۔ اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ مسجد عرض کرے گی۔ اے میرے رب! لوگوں نے مجھے بے آباد کیا۔ اور تنگ کر دیا۔ عترت رسول عرض گزار ہوگی۔ اے رب! لوگوں نے ہمیں قتل کیا۔ ہماری باتوں کو پس پشت ڈال دیا اور ہمیں بکھیر دیا۔

ذکر کردہ چار روایات کا خلاصہ

امام باقر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے کسی کاشانی نے یہ کہا کہ اگر قرآن مکمل ہوتا۔ تو ہم سے جھگڑا کرنے والوں پہ ہمارا حق واضح ہو جاتا چونکہ جھگڑنے والوں نے ان سے جھگڑا کیا لہذا معلوم ہوا کہ قرآن نامکمل ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ قول کا خلاصہ یہ کہ اگر قرآن ایسے ہی الفاظ سے پڑھا جاتا۔ جن میں نازل ہوا تھا۔ تو دو آدمی بھی باہم اختلاف کرتے نظر نہ آتے۔ چونکہ دو آدمی کیا بڑے بڑے لوگوں کا باہم اختلاف ہے۔ اس لیے قرآن کریم ان الفاظ پر مشتمل نہیں جس کے ساتھ پڑھا جاتا تھا بلکہ اس میں تحریف کر دی گئی ہے۔

تحریف قرآن یہی دوسری وجہ ہے۔ جس کی شکایت خود قرآن بارگاہ الٰہی میں کرے گا۔ اگر تحریف نہ ہوتی۔ تو شکایت بھی نہ ہوتی۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوا کہ اہل تشیع کے ہاں تحریف قرآن کا عقیدہ موجود ہے۔

لہذا موجودہ قرآن محرف اور تبدیل شدہ ہے۔ اصل قرآن وہ تھا جو غیر محرف اور کامل تھا۔

اگر منافقوں کو کچھ اور آیات کا پتہ چلتا تو وہ انہیں بھی نکال دیتے لیکن اللہ کو ایسا منظور نہ تھا حضرت علی

حوالہ نمبر ۲ فصل الخطاب

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ عَلِمَ الْمُنَافِقُوْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ تَرْكِ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ الَّتِيْ بَيَّنْتُ لَكَ تَأْوِيْلَهَا لَأَسْقَطُوْهَا مَعَ مَا أَسْقَطُوْا مِنْهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَاضٍ حُكْمُهُ بِاِيْجَابِ الْحُجَّةِ عَلٰى خَلْقِهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اَغْشٰى اَبْصَارَهُمْ وَجَعَلَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً عَنْ تَاَمُّلِ ذٰلِكَ فَتَرَكُوْهُ بِحَالِهِ وَحُجِبُوْا عَنْ تَاْكِيْدِ الْمُلْتَبِسِ بِاِبْطَالِهِ۔

(فصل الخطاب صفحہ نمبر ۳
مطبوعہ تہران)

(بعض شیعہ مولویوں نے تحریف قرآن کے سلسلہ میں اپنے ہاں پائی جانے والی روایات میں کئی الفاظ کی نشاندہی کی ہے کہ یہ وہ الفاظ ہیں جو قرآن سے

نکال دیئے گئے۔ ان کے بارے میں ان بعض مولویوں کا یہ خیال فقط کہ موجودہ قرآن کی آخیر کے ضمن میں آ گئے ہیں۔ ان سے قرآن کریم کا محرف ہونا ثابت کرنا درست نہیں۔
صاحب فصل الخطاب ان مولویوں کی تردید میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیچ دیگر سے کچھ اقوال درج کرتا ہے۔ یہ بھی اسی سلسلہ کا ایک قول ہے۔)

ترجمہ:

قول اول۔ اگر منافقین (جنہوں نے قرآن میں تحریف کی) کو ان آیت کی اس تاویل کا پتہ چل جاتا جو ہم نے تجھے بتائی ہے۔ تو پھر وہ ان آیات کی طرح انہیں بھی قرآن سے نکال دیتے جنہیں وہ نکال چکے ہیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر اتمام حجت کے طور پر اپنا حکم گزرنے والا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ دوسری چیز کے لیے حجت مکمل کرتا ہے۔ اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔ جس کی بنا پر وہ ان آیات میں غور و فکر کرنے کے بعد دوسروں کی طرح انہیں بھی اکھاڑنے اور ان کے حال پر ہی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے (ان میں تحریف نہ کر سکے)

منافق جہالت کی بنا پر بعض آیات کو قرآن سے نکال سکے (حضرت علی)

حوالہ نمبر ۱۲ فصل الخطاب:۔ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ذِكْرُهُ بِسَعَةِ رَحْمَتِهِ وَرَأْفَتِهِ بِخَلْقِهِ وَعِلْمِهِ بِمَا يُحْدِثُهُ

المبدلون من تغيير كتابه فقسم كلامه ثلاثة أقسام فجعل قسما منه يعرفه العالم والجاهل وقسما لا يعرفه إلا من صفا ذهنه ولطف حسه وصح تمييزه ممن شرح الله صدره للإسلام وعد عليه السلام من هذا التقسيم قوله تعالى سلام على آل ياسين قال عليه السلام لأن الله تعالى سمى النبي صلى الله عليه وآله بهذا الاسم حيث قال يس والقرآن الحكيم إنك لمن المرسلين لعلمه بأنهم يسقطون قول سلام على آل محمد كما أسقطوا غيره۔ (فصل الخطاب ص ۱۰ طبع ایران)

ترجمہ:۔

(دلیل دوم) پھر خود رب العزت نے اپنی وسیع رحمت اور مخلوق پر مہربانی کی بنا پر نیز اس کو جانتے ہوئے کہ قرآن کریم کی تحریف کرنے والے کیا کیا تحریف کریں گے۔ اپنے کلام (قرآن) کو تین اقسام میں تقسیم کر دیا ہے ایک قسم تو ایسی ہے جسے عالم وجاہل سبھی جانتے ہیں۔ اور دوسری قسم وہ کہ جس کو ذہن کی صفائی اور لطافت حس والے ہی جان سکتے ہیں۔ یہاں حضرت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے اسلام کے لیے کشادہ فرما دیئے ہیں۔ اور یہ حق وباطل کی تمیز کر سکتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس دوسری قسم کی اللہ تعالیٰ کے اس قول

کو شمار فرمایا۔ جو سلام علی ال یٰسین فرمایا۔ مشیت رب العزت نے اپنے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام نور لکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ یٰسٓ
والقرآن الحکیم الخ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بخوبی علم تھا کہ اگر میں
نے سلام علی ال یٰسین کی جگہ سلام علی ال محمد کہہ دیا تو
منافق اس کو قرآن سے نکال دیں گے۔ جیسا کہ اور بہت سی چیزیں انہوں
نے قرآن سے نکال باہر کر دی ہیں۔

تقیہ آڑے نہ آتا۔ تو میں نکالی گئی تمام آیات کی نشاندہی کر دیتا (حضرت علی)

حوالہ نمبر ۲ فصل الخطاب

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ شَرَحْتُ لَكَ كُلَّ
مَا أُسْقِطَ وَحُرِّفَ وَبُدِّلَ مِمَّا يَجْرِي هَذَا
الْمَجْرَى لَطَالَ وَظَهَرَ مَا تَحْظُرُ التَّقِيَّةُ
إِظْهَارَهُ مِنْ مَنَاقِبِ الْأَوْلِيَاءِ وَمَثَالِبِ الْأَعْدَاءِ۔

(فصل الخطاب ص ۱۲ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-

قول سوم۔ اگر میں تیرے سامنے ان آیات کی تشریح کر دیتا۔ جنہیں قرآن سے
نکال دیا گیا۔ جن میں تحریف کی گئی۔ اور ان میں تبدیلی کی گئی۔ اور جیسے دوسری
تحریفات ہیں کی گئیں۔ تو بات کافی طویل ہو جاتی۔ اور تقیہ جس کے اظہار

سے اٹھا لیا ہے۔ تو وہ ظاہر ہو جاتیں۔ (وہ کیا باتیں تھیں) اہل بیت کے دشمنوں کی برائیاں اور ان کے دوستوں کی خوبیاں۔

تبصرہ:-

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درج شدہ آخری اقوال اس امر کی واضح نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ موجودہ قرآن مکمل اور غیر محرف نہیں۔ ہاں اتنا ہوا کہ بعض آیات میں منافق تحریف بایں وجہ نہ کر سکے کہ وہ ان کی تاویل نہ جان سکے۔ اور یہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ اس کے کلام میں کچھ آیات و کلمات ایسے موجود رہنے پائیں۔ جو اس امر کی نشاندہی کریں۔ کہ منافقین نے اس میں تحریف کی ہے۔ لہٰذا ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے۔ وہ دیکھ نہ سکے۔ اور ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔ وہ سمجھ نہ سکے۔ ورنہ وہ ان آیات سے بھی وہی سلوک کرتے جو دوسری آیات سے کیا تھا۔

اسی روش کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے بعض الفاظ ایسے بھی نازل فرمائے کہ اگر ان کے متبادل اور بدلے الفاظ نازل کیے جاتے۔ تو وہ بھی تحریف کی لپیٹ میں آ جاتے مثلاً منافقین۔ بلکہ اگر "آل محمد" ہوتا۔ تو پھر منافق یہ بھی نہ رہنے دیتے۔ بہرحال تحریف قرآن کا مسئلہ اتنا طویل ہے۔ کہ اس کے لیے دفتر درکار ہیں۔ باوجود اس کے کہ میں (حضرت علی) ان تمام آیات کو جانتا ہوں۔ اور بتلانا چاہوں تو بتلا بھی سکتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ مسئلہ تقیہ ایسا نہیں کرنے دیتا۔ کیونکہ یہ تو ہمارے دین کی جان اور ایمان کی اصل ہے۔ مسئلہ مختصر یہ کہ ان اقوال نے ثابت کر دیا۔ کہ اہل تشیع کا عقیدہ یہی ہے۔ کہ موجودہ قرآن محرف شدہ اور نامکمل ہے۔ والعیاذ باللہ:

٭

تحریف قرآن کا انکار ناقابل معافی

جرأت ہے (علامہ حائری شیعی امامی)

حوالہ نمبر ۳۲ تفسیر لوامع التنزیل

اوّل۔ اصل ثانی است کہ نسخ تحریف قرآن مخصوص فیہا است بیانہ بگفتہ

اما بنابریں باختلاف احادیث علماء دریں مسئلہ اختلاف شدہ است۔
بعضے بہ تحریف قائل شدہ اند و جمعے از تحریف محض منکر اند۔ قائلین تحریف
می نویسند کہ احادیث صحاح در طریق خاصہ و طرق عامہ کہ دال است بر وقوع
بسیاری از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرأت است۔
مکابرت، احراق عثمان مصحف ابی بن کعب و مصحف عبداللہ بن مسعود مشہور
است۔ با وجود آنہا دعوے اینکہ قرآن ہمیں است کہ در مصاحف مشہور
است خالی از اشکال نیست پس بنابرایں می آید کہ خود ایشان مراد از قرآن
محفوظ کہ روایت فہمیدہ می شود قرآنے باشد کہ نزد ائمہ معصومین در علم است ایشان
لہٰذا دلائل اثبات تحریف دلائل بسیار است و بعضے از قائلین مخصوص اثبات
تحریف کتب و رسائل تصنیف کردہ اند از آں جملہ مجلسی ثالث حضرت علامہ
میرزا حسین نوری مخصوص فصل الخطاب فی تحریف الکتاب بہ تفصیل تمام تصنیف
فرمودہ است و ما دریں مقام بعض عبارات از روایات قائلین بہ تحریف
را بیان کنیم در کتاب مرآۃ العقول علامہ مجلسی قدس سرہ می فرماید کہ نقل

حکم میکنند با آنکه چوں قرآن متفرق و منتشر باشد نزد مردم و شخصیکه غیر معصوم است ہر گاہ متصدی جمع کردن شود عادۃً مستحیل و محال است کہ جمع آں کامل و مطابق واقع شود۔

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چہارم
ص ۵۵ مطبوعہ ہاشم پریس لاہور)

ترجمہ:۔

میں مصنف تفسیر لوامع التنزیل لکھتا ہوں۔ کہ فرقہ امامیہ کے ہاں بھی مسئلہ تحریف قرآن مختلف فیہ ہے۔ احادیث کے اختلافات کی وجہ سے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ بعض وہ ہیں۔ جو تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اور ایک جماعت تحریف قرآن سے مطلق منکر ہے۔ تحریف ماننے والے کہتے ہیں کہ صحاح اربعہ کی وہ احادیث جو کہ حد تواتر کے طریقہ کے مطابق موجود ہیں۔ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کریم میں سے بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔ ان روایات کی تعداد اور صحت اس حد تک ہے کہ ان کو جھٹلانا ایک بہت بڑی جرأت ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ابی بن کعب اور مصحف عبداللہ بن مسعود کو جلا دینا مشہور واقعہ ہے۔ اس بات کے ہوتے ہوئے پھر یہ دعویٰ کرنا کہ موجودہ قرآن ہی مکمل قرآن ہے۔ اشکال اور اعتراض سے خالی نہیں۔ بلکہ تواتر کو کی جرأت کرنا اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ قرآن محفوظ ہے۔ اس کا مطلب ان (قائلین تحریف) کے نزدیک یہ لیا جائے گا۔ کہ محفوظ قرآن ہے۔ جو کہ ائمہ حضرات کے پاس ہے۔ ان لوگوں کے اس کے علاوہ ایسے دلائل ہیں۔ جو تحریف قرآن کو ثابت کرتے ہیں

ان تحریف کے قائلین میں سے بعض نے تو اثبات تحریف میں کتابیں بھی تصنیف کیں۔ رسالہ جات لکھے۔ من جملہ ان میں سے حضرت علامہ مرزا حسین نوری کی تالیف بھی ہیں۔ جن کی اسی موضوع پر مشہور کتاب "فصل الخطاب فی تحریف الکتاب" ہے۔ جس میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور اس مقام پر ہم بعض عظیم الشان دلیلیں اور واضح براہین ذکر کریں گے جو قائلین تحریف کی تائید میں ہیں۔

مرآۃ العقول میں علامہ مجلسی کہتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جب قرآن کریم ان لوگوں کے پاس متفرق اور منتشر صورت میں ہو۔ جو غیر معصوم ہیں۔ پھر یہی لوگ اسے اگر جمع کرنے کی ٹھان لیں۔ تو بطور عادت اس کا مکمل اور مطابق واقع جمع ہونا ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

خلاصہ :-

علامہ حائری نجفی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ ہمارے علماء امامیہ میں تحریف قرآن کے مسئلہ پر کچھ لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن حق کس طرف ہے؟ گزشتہ اوراق میں آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ کہ تحریف قرآن کے مسئلہ پر کچھ گنتی کے چار مولوی ہیں۔ جن کی پشت پر کسی امام کا قول بطور تائید ہرگز نہیں۔ اسکا بنا پر وہ ڈنکے کی چوٹ سے کہہ رہے ہیں۔ کہ تحریف قرآن کا انکار ایک بہت بڑی جرأت اور دلیری کی ہے۔ جبکہ کثرت سے صحیح احادیث آئمہ حضرات سے اس بارے میں موجود ہیں۔ اور پھر جب یہ مشہور واقعہ ہم سب کے سامنے ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض کے مصاحف نذر آتش کر دیئے تھے۔ تو یہ احتمال بہر حال موجود ہے۔ کہ ان جلائے گئے مصاحف کے بعد جب نیا صحیفہ جمع کیا گیا۔ تو اس میں کمی بیشی لازمی ہے۔

چونکہ تحریف قرآن اہل تشیع کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اسی لیے اس عقیدہ کے حامیوں میں سے بعض حضرات نے اپنے اس عقیدہ کے اثبات پر متعدد نامور کتب تصنیف کیں۔ مثلاً مرزا حسین نوری کی "فصل الخطاب" اور علامہ مجلسی کی "مرآۃ العقول" اپنی مثال آپ ہیں۔ صاحب "مرآۃ العقول" نے کتنی عمدہ دلیل ذکر کی۔ کہ دور رسالت میں مختلف پتھروں اور ہڈیوں وغیرہ پر بکھرا پڑا قرآن جب جمع کیا گیا۔ تو عادۃً یہ کیونکر ممکن کہ تمام مواد اکٹھا ہو گیا ہوگا۔ رہا حفاظت قرآن کا اللہ کا وعدہ۔ تو وہ یوں ہے کہ وہ راسخین فی العلم کے دلوں میں اللہ نے اسے محفوظ فرما دیا ہے۔ اور یہ ائمہ اہل بیت کے علاوہ دوسرا کون ہو سکتا ہے؟

لہٰذا ان تمام دلائل و روایات سے ثابت کر دیا کہ تحریف قرآن اہل تشیع کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اور موجودہ قرآن نامکمل اور محرف ہے۔

حوالہ نمبر ۲۳:

تفسیر لوامع التنزیل | بہرحال ایں روایات بالصراحت دلالت کنند بر آنکہ در ایں سورۂ مبارکہ معائب و مثالب بسیاری از اصحاب بکرات و مرات نازل شدہ بودند تا آنکہ ابن عباس و عمر خطاب و دیگراں را چناں مظنون شد کہ کسی از صحابی باقی نماند مگر آنکہ قطعی درحق او نازل می شود و عیب ایں است کہ سورۂ مبارکہ مذکورہ مطولاً مشتمل کاملہ بر چنانچہ ابو عبیدہ و ابن منذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ از سعید بن جبیر و ابو الشیخ و ابن مردویہ از ابن عباس روایات متضمن چنیں حالات بکثرت آوردہ اند لیکن ایں معائب و مثالب اصحاب فی الحال در ایں سورہ موجود نیست پس بالضرورت جز ایں نیست کہ بر استقاط ایں معائب تا کل شود مہ پارہ ناچار شد۔

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ ۱۰
طبع لاہور)

ترجمہ :-

بہر حال یہ روایات صراحت کے ساتھ اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اس سورۂ مبارکہ (سورۂ توبہ) میں ایک نہیں کئی بار صحابہ کے بکثرت عیوب ونقائص پر مشتمل آیات نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ابن عباس اور عمر بن خطاب وغیرہ صحابہ کو یہ خدشہ ہو گیا کہ کوئی بھی صحابی ایسا نہ رہے گا کہ جس کے عیوب ونقائص پر مشتمل آیات نازل نہ ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ اس سورۂ مبارکہ کو سورۂ فاضحہ (رسوا و ذلیل کرنے والی سورت) کا نام دیا گیا۔ ابو عبیدہ، ابو الشیخ اور ابن مردویہ سعید بن جبیر سے اور ابو الشیخ و ابن مردویہ ابن عباس سے ایسی بہت سی روایات ذکر کرتے ہیں جو ان حالات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ عیوب ونقائص اب اس سورت میں موجود نہیں۔ جس سے یہ بات لازماً کہی جا سکتی ہے کہ ان عیوب ونقائص پر مشتمل آیات کو حذف کرنے اور شامل نہ کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں۔

مسئلہ امامت پر ایمان رکھنے کا تقاضا ہے کہ قرآن

کو محرف مانا جائے (ملا باقر مجلسی)

حوالہ نمبر ۲۵ :-

فصل الخطاب :- وَيَحْتَوِيْهِ عَلٰى هَامِشِ نُسْخَةٍ

صَحِيحَةٍ مِنَ الْكَافِي كَانَ يَقْرَؤُهَا عَلَى وَالِدِهِ وَعَلَيْهَا
خَطُّهُمَا فِي آخِرِ كِتَابِ فَضْلِ الْقُرْآنِ عِنْدَ قَوْلِ الصَّادِقِ
الْقُرْآنُ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرَئِيلُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ سَبْعَةَ عَشَرَ أَلْفَ آيَةٍ مَا لَفْظُهُ لَا
يَخْفَى أَنَّ هٰذَا الْخَبَرَ وَكَثِيرًا مِنَ الْأَخْبَارِ
الصَّحِيحَةِ صَرِيحَةٌ فِي نَقْصِ الْقُرْآنِ وَتَغْيِيرِهِ
وَعِنْدِي أَنَّ الْأَخْبَارَ فِي هٰذَا الْبَابِ لَا يَقْصُرُ
عَنْ أَخْبَارِ الْإِمَامَةِ فَكَيْفَ يُثْبِتُونَهَا
بِالْخَبَرِ۔

(فصل الخطاب ص ۳۵۴)

ترجمہ:۔

(صاحب فصل الخطاب مرزا حسین نوری مذہب شیعہ کے اہل چیدہ
چیدہ علماء کی فہرست لکھنے کے بعد کہ جنہوں نے قرآن کریم کے ناقص
اور محرف ہونے کی صراحت کی ایک عظیم نامور مصنف ملا باقر مجلسی
کے متعلق تحریر کرتا ہے) کہ الکافی کے نسخہ صحیحہ کے حاشیہ پر کتاب
فضل القرآن کے آخر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایک قول
پر یہ عبارت تحریر ہے۔ الکافی کو ملا باقر مجلسی اپنے والد کے پاس
پڑھا کرتا تھا۔ اور اس کے صفحات پر جا بجا ان دونوں باپ بیٹوں
کی اپنے ہاتھ سے لکھی تحریر موجود ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کا قول یہ ہے۔ القرآن الذی جاء بہ جبرئیل الی محمد الخ
یعنی جو قرآن جبرئیل امین لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل

ہوئی ہے، وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ اس کے حاشیہ پر یہ تحریر کیا۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ یہ خبر (امام موصوف کا فرمانا کہ سترہ ہزار آیات تھیں) اور اس کے علاوہ بہت سی دیگر صحیح روایات صراحۃً یہ بتلاتی ہیں۔ کہ قرآن کریم ناقص ہے اور اس میں تغیر و تبدیل ہو چکا ہے۔ اور میرے نزدیک تو تحریف قرآن کے بارے میں مذکور روایات کسی طور پر اُن روایات سے کم نہیں۔ جو مسئلہ امامت کے بارے میں آئی ہیں۔ تو لوگ پھر مسئلہ امامت کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ (یعنی اگر اس قدر بکثرت روایات کے ہوتے ہوئے اگر تحریف قرآن کا عقیدہ ثابت نہ کیا جائے۔ تو پھر آخر کن روایات سے مسئلہ امامت کیسے ثابت ہو سکے گا؟ تو جب ہم سب اہل تشیع کا مسئلہ امامت پر ایمان و یقین ہے۔ حالانکہ اس بارے میں صحیح روایات بکثرت ہیں۔ تو پھر مسئلہ تحریف قرآن پر بھی ایمان ضروری ہے)

تلخیص:

ملا باقر مجلسی "اہل تشیع کا وہ عظیم محقق ہے۔ کہ جس کے بارے میں یہ کہا کرتے ہیں۔ "اگر ملا مجلسی نہ ہوتا تو ہمارے مذہب کا بہت بڑا حصہ مٹ جاتا" اس عظیم محقق نے تحریف قرآن کو ایک عجیب منطقی رنگ میں ثابت کر دیا۔ اس کا کہنا ہے۔ کہ ہم اہل تشیع کے نزدیک وہ مسئلہ امامت "جو ہمارے مذہب کی جان ہے۔ جب یہ مسئلہ بھی اُن روایات سے ہی ثابت ہے۔ جو ہماری معتبر کتب میں بکثرت وارد ہیں۔ اور سب کی سب تقریباً صحیح ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسی کثرت سے تحریف قرآن کی روایات کیوں موجود ہوں۔ اور پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے۔؟

Marfat.com

لہذا اگر قرآن کریم کی تحریف کے متعلق ان کثیر روایات کو اگر تسلیم نہ کیا جائے۔ جو درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ تو پھر مسئلہ امامت سے بھی ایک دستبردار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ اس مسئلہ کے متعلق روایات کوئی تحریف قرآن کی روایات سے زیادہ نہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب اہل تشیع مسئلہ امامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو تحریف قرآن پر بھی ان کا ایمان لازم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ موجودہ قرآن کے محرف اور نامکمل ہونے پر اہل تشیع کا ایمان محکم ہے۔

جو یہ کہے کہ میں نے مکمل قرآن جمع کر دیا وہ بہت بڑا جھوٹا ہے (امام باقر)

حوالہ نمبر ۲۶:

فصل الخطاب

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ مَا ادَّعٰى اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ اَنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهٗ وَحَفِظَهٗ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

فصل الخطاب ص مطبوعہ ایران

ترجمہ:۔

جابر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ جو یہ کہتا ہوا اور دعویٰ کرتا ہو۔ کہ اس نے تمام قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ جیسا کہ وہ اتارا گیا۔ تو وہ پرلے درجہ کا جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کریم کو نازل فرمایا۔ اس کو مکمل طور جمع کرنے والے اور یاد رکھنے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت ہی ہیں۔

"سورۃ لم یکن" سورۃ البقرہ جتنی طویل تھی۔ جس میں قریش کی رسوائی تھی (امام جعفر)

حوالہ نمبر ۲۶:۔

فصل الخطاب: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سُوْرَۃُ لَمْ یَکُنْ کَانَتْ مِثْلَ الْبَقَرَۃِ وَ فِیْہَا فَضِیْحَۃُ قُرَیْشٍ فَحَرَّفُوْہَا۔۔۔ قَالَ فَضْلُ بْنُ شَاذَانَ فِی الْاِیْضَاحِ وَرُوِیَ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَانَتْ مِثْلَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ قَبْلَ اَنْ تُغَیَّرَ مِنْہَا مَا ضَاعَ فَاِنَّمَا بَقِیَ فِیْ اَیْدِیْنَا مِنْہَا ثَمَانُ اٰیَاتٍ اَوْ تِسْعُ اٰیَاتٍ۔

(فصل الخطاب ص ۱۱۰ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ سورۃ

"لم یکن" سورۃ البقرہ کے برابر تھی۔ اور اس میں قریش کی ذلت اور رسوائی کی آیات تھیں۔ تو انہوں نے ان آیات کو نکال کر تحریف کی۔

فضل بن شاذان "الایضاح" میں روایت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

سورۃ لم یکن الذین کفروا سورۃ البقرہ کی مثل طویل تھی۔ یہ طوالت اس وقت تھی جب اس میں سے کچھ بھی ضائع نہ کیا گیا تھا۔ اور اب تحریف کے بعد اس کی آٹھ یا نو آیات رہ گئیں۔

تقریباً چالیس ہزار مصحف

حضرت عثمان نے جلا دیئے۔

کیونکہ ان میں اہل بیت کی تعریف

قریش کی مذمت تھی (باقر مجلسی)

حوالہ نمبر ۱۲۹:

تذکرۃ الائمہ: مشہور است کہ چون آنہا کہ در فضیلت امیرالمومنین و اہل بیت رسالت مشہور صلوات اللہ علیہم بود و در مذمت قریش و منافقین ایشان و بعضی در مذمت منافقین بود از عثمان بیرون کردہ مثل آیہ یا لیتنی لم اتخذ ابا بکر خلیلا کہ اصل کلام لا تتخذوا مشہور است کہ چہل ہزار مصحف بودہ است و بعد از آں عثمان از روایات

مصاحف را جمع کردہ و ملاعین آنرا بہ مدینہ فرستادند قریب بہ چہل ہزار بود
ہمہ را گرفت تا سوختند۔

(تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی ص ۲۷
مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-
مشہور ہے کہ قرآن مجید کا وہ حصہ کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
اور اہل بیت رسول کے فضائل ومناقب تھے۔ اور وہ حصہ بھی کہ جس
میں قریش کی مذمت اور ان کو رسوا کرنے والی آیات درج تھیں۔ اور اس
کے ساتھ وہ آیات کہ جن میں منافقین کی خوب مذمت کی گئی تھی۔ ان
تمام کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن سے نکال دیا ہے۔ اس
کی مثال یہ آیت دی جا سکتی ہے۔ یا لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا
کاش میں فلاں کو اپنا جگری دوست نہ بناتا۔ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔
یا لیتنی لم اتخذ ابا بکر خلیلا۔ اے کاش! میں
ابوبکر کو اپنا دوست نہ بناتا۔ مشہور یہ ہے کہ اس آیت میں ابوبکر
کا نام تھا۔
اور یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عثمان نے تمام اطراف سے
قرآن کریم کے نسخہ جات منگوا لئے۔ اور تمام ممالک اسلامیہ کے لوگوں
کو یہ نسخہ جات مدینہ منورہ بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ نسخہ جات چالیس ہزار کے
لگ بھگ تھے۔ ان تمام مصاحف کو حضرت عثمان نے نذر آتش
کر دیا تھا۔

خلاصہ: ملا باقر مجلسی کی اس عبارت سے صاف عیاں ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مملکت اسلامیہ سے تمام موجود مصاحف اس لیے منگوا لیے کہ ان میں اہل بیت کی مدح و منقبت تھی۔ اور ان کے ساتھ قریش و دیگر منافقین کی خوب مٹی پلید کی گئی تھی۔ اور یہ دونوں باتیں جناب عثمان کو ناگوار تھیں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے تمام مواد کو نذر آتش کر دیا۔ پھر جن آیات کو مناسب سمجھا رکھ لیا۔ اور جنہیں چاہا نکال دیا۔ لہٰذا موجودہ قرآن "مصحف عثمانی" تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ کا وہ کلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ وہ کامل اور مکمل طور پر موجود نہیں۔

اصل قرآن اور موجود قرآن میں تالیف، ترتیب، سوَر اور کلمات و آیات تک مخالفت ہے۔

(میرزا حسین نوری)

حوالہ نمبر ۲: فصل الخطاب اَنَّہٗ کَانَ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قُرْاٰنًا مَخْصُوْصًا جَمَعَہٗ بِنَفْسِہٖ بَعْدَ وَفَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَعَرَضَہٗ عَلَی الْقَوْمِ فَاَعْرَضُوْا عَنْہُ فَحَجَبَہٗ عَنْ اَعْیُنِہِمْ وَکَانَ عِنْدَ وَلَدِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَتَوَارَثُہٗ اِمَامٌ عَنْ اِمَامٍ کَسَائِرِ خَصَائِصِ الْاِمَامَۃِ

وتحذر ان النبوة وهو عند المهدي عجل الله فرجه يظهره للناس بعد ظهوره ويأمرهم بقراءته وهو مخالف لهذا القرآن الموجود من حيث التأليف وترتيب السور والآيات بل الكلمات ايضا ومن جهة الزيادة والنقيصة۔

(فصل الخطاب ص ۲۲ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مخصوص قرآنی نسخہ تھا۔ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے جمع فرمایا تھا۔ یہ مخصوص نسخہ جناب علی المرتضیٰ نے جب صحابہ کرام کو دیا۔ تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔ جس کا نتیجہ نکلا۔ کہ وہ مخصوص قرآن ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر یہی نسخہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک دوسرے کی طرف بطور وراثت منتقل ہوتا رہا۔ جس طرح کہ امامت کی خصوصیات اور نبوت کے خزانے بطور وراثت ان ائمہ اہل بیت میں منتقل ہوتے رہے اور اب وہ نسخہ حجۃ اللہ امام مہدی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جلدی غار سے باہر لائے۔ وہ جب آئیں گے۔ تو پھر وہ مخصوص نسخہ بھی ساتھ لائیں گے۔ اور لوگوں کو اس کے پڑھنے کا کہیں گے۔ یہ مخصوص نسخہ موجودہ قرآن کے ساتھ ترتیب و تالیف میں مختلف ہے۔ اور کلمات و آیات میں بھی ان دونوں میں اختلاف ہے۔ اور کمی بیشی میں بھی باہم مختلف ہیں۔

تلخیص :-

روایت بالا کے مطابق سے اصل قرآن ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی اولاد یعنی ائمہ اہل بیت کی طرف منتقل ہوتا ہوا امام مہدی کے پاس پہنچا۔ جس طرح کہ دوسرے امامت اور رموز نبوت ائمہ اہل بیت کے یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے ہوئے اب امام مہدی کے پاس ہیں۔ گویا اصل قرآن اور جملہ امامت و رموز نبوت اس وقت صرف ایک شخص کے پاس ہیں۔ جن کا اسم گرامی امام مہدی ہے۔ وہ ان کے ساتھ اس وقت کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ موجودہ قرآن اور اس اصل قرآن میں بہت زیادہ اختلافات پایا جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن محرف اور نامکمل ہے۔

نوٹ : مذکورہ روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سے امام مہدی روپوش ہیں اہل تشیع کا نہ کوئی امام ہے اور نہ ان کے پاس قرآن۔ یہی بتلا سکتے ہیں کہ اتنے طویل عرصہ میں ان اماموں کا کیسے گزر ہو گیا۔ اور قرآن کے نہ ہونے کی صورت میں احکام الٰہیہ ان کے پاس کہاں سے آگئے ؟ اپنی نمازوں میں کس قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔ اپنے عقائد کو کن آیات سے ثابت کرتے ہیں ؟

قرآن اصلی حالت میں امام مہدی ہی لیکر آئیں گے

حوالہ نمبر ۲ ترجمہ مقبول :

ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں کہ جو تغیر یہ لوگ کر دیا۔ تم اس کو اسی کے حال پر رہنے دو۔ اور اس تغیر کرنے والے کا عذاب کم کرو۔ یہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کر دو۔ قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر (امام مہدی) علیہ السلام کا حق ہے اور انہی کے وقت میں وہ حسب تنزیل خدا کے لوگ پڑھا جائے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ ص ۵۵)

تحریف کی دوسری قسم

کتب شیعہ سے بطور نمونہ دو سورتوں کا تذکرہ

جو بقول شیعہ اب قرآن میں نہیں ہیں لیکن

اصلی قرآن میں موجود تھیں

کتاب "دبستان المذاہب" میں عقائد اہل تشیع کے اصول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان نے بہت سے مصاحف جلائے۔ اور وہ سورت بھی ضائع کر دی جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے فضائل تھے۔ ہم انہی سورتوں میں سے ایک سورت مکمل طور پر ناظرین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ اس سے تحریف کی تائید ہو سکے۔

(تفسیر جامع التنزیل پارہ چہارم)

حوالہ نمبر (۱)

تفسیر لوامع التنزیل

سورۃ النورین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا بِالنُّوْرَيْنِ أَنْزَلْنَاهُمَا
يَتْلُوَانِ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ وَ يُحَذِّرَانِكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ۝ نُوْرَانِ بَعْضُهُمَا مِنْ بَعْضٍ وَأَنَا السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
فِيْ آيَاتٍ لَهُمْ جَنّٰتُ نَعِيْمٍ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ بَعْدِ مَا آمَنُوْا بِنَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ وَ مَا
عَاهَدَهُمُ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ يُقْذَفُوْنَ فِي
الْجَحِيْمِ ۝ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ وَعَصَوْا وَصِيَّ
الرَّسُوْلِ أُولٰئِكَ يُسْقَوْنَ مِنْ حَمِيْمٍ ۝ إِنَّ
اللّٰهَ الَّذِيْ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ بِمَا شَاءَ
وَ اصْطَفٰى مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَجَعَلَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
أُولٰئِكَ فِيْ خَلْقِهِ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ

لا إله إلا هو الرحمٰن الرحيم ۔ قد مكر
الذين من قبلهم برسلهم فأخذتهم
بمكرهم إن أخذي شديد أليم ۔ إن الله
قد أهلك عادا وثمودا بما كسبوا وجعلهم
لكم تذكرة أفلا تتقون ۔ وفرعون بما طغى
على موسى وأخيه هارون ۔ أغرقناه ومن تبعه
أجمعين ۔ ليكون لكم آية وإن أكثركم
فاسقون ۔ إن الله يجمعهم في يوم الحشر
فلا يستطيعون الجواب حين يسئلون ۔
إن الجحيم مأواهم وإن الله عليم حكيم ۔
يا أيها الرسول بلغ إنذاري فسوف يعلمون ۔
قد خسر الذين كانوا عن آياتي وحكمي
معرضون ۔ مثل الذين يوفون بعهدك
إني جزيتهم جنات النعيم ۔ إن الله لذو
مغفرة وأجر عظيم ۔ وإن عليا من
المتقين ۔ وإنا لنوفيه حقه يوم الدين ۔
ما نحن عن ظلمه بغافلين ۔ وكرمناه
على أهلك أجمعين ۔ فإنه وذريته
لصابرون ۔ وإن عدوهم إمام المجرمين ۔
قل للذين كفروا بعد ما آمنوا طلبتم
زينة الحيوة الدنيا واستعجلتم بها و

نَسِيْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَنَقَضْتُمُ الْعُهُوْدَ مِنْ بَعْدِ تَوْكِيْدِهَا
وَقَدْ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ۔ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ قَدْ اَنْزَلْنَا
اِلَيْكَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فِيْهَا مَنْ يَّتَوَفّٰهُ
مُؤْمِنًا وَ مَنْ يَّتَوَلَّهٗ مِنْ بَعْدِكَ يَظْهَرُوْنَ ۔
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ اِنَّهُمْ مُعْرِضُوْنَ ۔ اِنَّا
لَهُمْ مُحْضِرُوْنَ فِيْ يَوْمٍ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ
شَيْءٌ وَلَا هُمْ يُرْحَمُوْنَ ۔ اِنَّ لَهُمْ فِيْ
جَهَنَّمَ مَقَامًا عَنْهُ لَا يَعْدِلُوْنَ ۔
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السّٰجِدِيْنَ ۔
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ بِمَا
اسْتُخْلِفَ فَبَغَوْا هٰرُوْنَ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ
فَجَعَلْنَا مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ
وَلَعَنّٰهُمْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ فَاصْبِرْ
فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بِكَ
الْحُكْمَ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔
وَجَعَلْنَا لَكَ مِنْهُمْ وَصِيًّا لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ عَنْ اَمْرِيْ فَاِلَيَّ
مَرْجِعُهٗ فَلْيَتَمَتَّعُوْا بِكُفْرِهِمْ قَلِيْلًا
فَلَا تَسْئَلْ عَنِ النّٰكِثِيْنَ ۔ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ

قَدْ جَعَلْتُ ذٰلِكَ فِيْ أَعْنَاقِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا
عَهْدًا فَخُذْهُ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ۔ إِنَّ
عَلِيًّا قَانِتًا بِاللَّيْلِ سَاجِدًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ
وَيَرْجُوْا ثَوَابَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَهُمْ بِعَذَابِيْ يَعْلَمُوْنَ ۔
سَنَجْعَلُ الْأَغْلَالَ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ وَهُمْ
عَلٰى أَعْمَالِهِمْ يَتَنَدَّمُوْنَ ۔ إِنَّا بَشَّرْنَاكَ
بِذُرِّيَّتِهِ الصَّالِحِيْنَ ۔ وَإِنَّهُمْ لِأَمْرِنَا
لَا يُخْلِفُوْنَ ۔ فَعَلَيْهِمْ مِنِّيْ صَلَوَاتٌ
وَرَحْمَةٌ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا وَيَوْمَ
يُبْعَثُوْنَ ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يَبْغُوْنَ عَلَيْهِمْ
مِنْ بَعْدِكَ غَضَبِيْ إِنَّهُمْ قَوْمُ سَوْءٍ
خَاسِرِيْنَ ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ سَلَكُوْا
مَسْلَكَهُمْ مِنِّيْ رَحْمَةٌ وَهُمْ
فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُوْنَ ۔ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

(۱)۔ تفسیر [illegible]
ص ۱۵ - ۴۲ مطبوعہ [illegible]
(۲)۔ تذکرۃ الائمہ ص ۹ مطبوعہ ایران
(۳) فصل الخطاب ص ۱۸۰ - ۱۸۱

حوالہ نمبر ۲ تذکرۃ الائمہ

سورۃ الولایۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِالنَّبِیِّ وَالْوَلِیِّ الَّذِیْنَ بَعَثْنَاھُمَا یَھْدِیَانِکُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ نَبِیٌّ وَّ وَلِیٌّ بَعْضُھُمَا مِنْ بَعْضٍ وَّاَنَا الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ لَھُمْ جَنّٰتُ نَعِیْمٍ ۔ فَالَّذِیْنَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا کَانُوْا مُکَذِّبِیْنَ ۔ اِنَّ لَھُمْ فِیْ جَھَنَّمَ مَقَامٌ عَظِیْمٌ ۔ اِذَا نُوْدِیَ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ الضَّالُّوْنَ الْمُکَذِّبِیْنَ لِلْمُرْسَلِیْنَ مَا خَلَفَھُمُ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُنْظِرَھُمْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَعَلِیٌّ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ ۔

تذکرۃ الائمہ مصنفہ باقر مجلسی
صفحہ ۲۰ مطبوعہ ایران

تبصرہ :

قارئین کرام! سورہ نورین اور سورہ ولایت دونوں آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ دونوں سورتیں موجودہ قرآن میں کہیں بھی موجود نہیں ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں جہاں اور بہت سی باتیں مذکور ہیں۔ وہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام واضح اور صراحت الفاظ سے بھی موجود ہے۔ ان کے علاوہ اہل بیت کے فضائل اور ان کے بدخواہوں کی سرزنش بھی موجود ہے۔ چونکہ یہی دو باتیں ان پاروں میں سے اہم تھیں۔ جو بقول اہل تشیع تحریف قرآن کا سبب بنیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع صرف زبانی ہی تحریف قرآن کے دعویدار نہیں۔ بلکہ ان کے ہاں پوری کی پوری ایسی سورتیں دستیاب ہیں۔ جو ان کے دعووں کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ دو سورتیں بھی ان چند ایک میں سے ہیں۔ جو ان کے نزدیک موجودہ قرآن کے محرف اور ناقص ہونے کا زندہ ثبوت ہیں۔ انہیں اور ان جیسی بہت سی دیگر سورتوں اور آیات کو اہل بیت کے دشمنوں نے قرآن سے نکال دیا ہے۔ (معاذاللہ)

حوالہ نمبر ۳ تفسیر لوامع التنزیل

یہاں سورۃ نامہ کا ذکر ہو رہا ہے جو سورۃ ولایۃ تا ... کی ترتیب

که از قرآن تحریف کرده اند چنانچہ شیخ محمد بن علی ابن شہر آشوب مازندرانی
در کتاب مثالب النواصب آورده است که انہم اسقطوا من القرآن
تمام سورة الولایة یعنی ایشان تمام سورۂ ولایت را از قرآن مجید
ساقط کرده اند و نیز روایات متضمن سورۂ احزاب است که در شان اہل بیت
نازل شده بود و مانند سورۂ بقره بود و حالا زیاده از ہفتاد و سہ آیات
در آن نیست۔

(تفسیر جامع التفاسیر جلد پنجم بحوالہ
ص ۱۱۱ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

اسی طرح ایک مکمل سورت جو کہ سورۃ الولایت کے نام سے مشہور تھی تحریف
کے قائلین کہتے ہیں کہ اس سورۃ کو قرآن سے تحریف کر کے نکال
دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ محمد بن علی ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مثالب
میں لکھا ہے۔ ان منافقین نے سورت ولایت مکمل طور پر قرآن سے
نکال دی ہے۔ نیز سورہ احزاب کے متعلق روایات بھی تحریف
قرآن کی تائید کرتی ہیں۔ جن میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے دور اقدس میں یہ سورۃ سورۃ البقرہ کے برابر تھی۔ اور اب اس میں
بہتر آیات سے زیادہ آیات نہیں ہیں۔

الحاصل:

مذکورہ روایات و حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہو گئی
کہ اہل تشیع کے عقائد کے مطابق موجودہ قرآن میں ہر طرح کی تحریف پائی جاتی۔

گزشتہ اوراق میں ہم تمیں کے قریب حوالہ جات اس امر کا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ آخر میں بطور نمونہ ہم نے وہ دو مکمل سورتیں بھی درج کر دی ہیں۔ جو موجودہ قرآن میں ناپید ہیں۔ ان تمام حوالہ جات کو پڑھ کر ہر صاحب خرد اور عقل و ہوش رکھنے والا یہ باور کرے گا۔ کہ اہل تشیع واقعی موجودہ قرآن کو محرف اور نامکمل کہتے اور مانتے ہیں۔ اور مکمل و کامل قرآن جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ وہ اس وقت سے دنیا میں موجود نہیں جب سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو غائب کر دیا تھا۔ اور وہ بارہو امام مہدی ہی اس کو لے کر آئیں گے۔ اس کے بعد ہم چند ایسے حوالہ جات سپرد قلم کر رہے ہیں۔ جن میں کچھ آیات ذکر کی جائیں گی۔ اور ان میں اہل تشیع کے بقول جو تحریف ہوئی ہے۔ اس کو ذکر کیا جائے گا۔

تحریف کی تیسری قسم

آیات قرآنیہ میں تحریف و تبدیل

حوالہ نمبر ۱ فصل الخطاب

الخامس انه لا یمکن کون بعض تلک الزیادة من
غیر القرآن کزیادة (وصلوة العصر)
بعد قوله والصلوة الوسطی و (آل محمد
علی العالمین) بعد قوله تعالی آل ابرٰهیم
(وعائذا بک) بعد قوله تعالی واذا صرفت
ابصارهم تلقاء اصحاب النار قالوا
(ومحمد رسولی وعلی امیر المؤمنین)
بعد قوله الست بربکم و (مظلما) بعد
قوله تعالی فاسر باهلک بقطع من اللیل
و (حقه) بعد قوله تعالی وآت ذی
القربی (ولیعلموا فیها) بعد قوله تعالی وما

الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا بَيْنَهُمْ وَ الْأَصْلُ فَارَقُوْا وَقَرَأَ أَنَّهُ
يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ وَ الْأَصْلُ يَسْئَلُوْنَكَ الْأَنْفَالَ
وَقَرَأَ أَنَّهُ جَاهِدِ الْكُفَّارَ بِالْمُنَافِقِيْنَ وَ الْأَصْلُ
بِالْمُنَافِقِيْنَ وَ قَرَأَ أَنَّهُ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ
الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْأَصْلُ بِالنَّبِيِّ عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَقَرَأَ أَنَّهُ
خَلَفُوْا وَ الْأَصْلُ خَالَفُوْا وَقَرَأَ أَنَّهُ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُوْنَهُ وَ الْأَصْلُ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ
مِّنْ خَلْفِهِ وَرَقِيْبٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَقَرَأَ أَنَّهُ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ
وَلِوَالِدَيَّ وَ الْأَصْلُ وَلِوَالِدِيْ وَقَرَأَ أَنَّهُ وَاجْعَلْنَا
لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا وَ الْأَصْلُ وَاجْعَلْ لَنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ
وَقَرَأَ أَنَّهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَّوْ كَانُوْا وَ الْأَصْلُ
تَبَيَّنَتِ الْإِنْسُ أَنَّ الْجِنَّ لَوْ كَانُوْا وَقَرَأَ أَنَّهُ يَجْعَلُوْنَ
رِزْقَكُمْ وَ الْأَصْلُ شُكْرَكُمْ وَقَرَأَ أَنَّهُ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا
وَ الْأَصْلُ زَاغَتْ وَقَرَأَ أَنَّهُ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ وَ
الْأَصْلُ فَمَنْ يُكَذِّبُكَ وَ الْأَخْبَارُ فِي التَّكْذِيْبِ
وَ الْإِنْكَارِ لِكَوْنِ الْمَرْجُوْ مِمَّا ذَكَرْتُهُ مُتَوَاتِرٌ
وَ أَنَّهُ فِيْ مُصْحَفِهِ وَقِرَاءَتِهِ كَمَا ذَكَرَهُ
كَثِيْرَةٌ وَ غَيْرُ مَا يُقَرِّرُ أَيْضًا مُشْتَمِلٌ عَلَى تَعَدُّدِ
الْقِرَاءَاتِ بِنَاءً عَلَى الْقَوْلِ بِهَا۔

(فصل الخطاب ص ۲۰۴، ۲۰۶
طبع تہران)

تبصرہ:-

مرزا حسین نوری صاحب فصل الخطاب نے تحریف قرآن کے ضمن میں پانچویں بات
جو ذکر کی۔ اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جو لوگ قرآن پاک میں سے
نکالے گئے بعض کلمات کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ کلمات قرآن میں نہ ت
بلکہ کلمات قرآنیہ کی تفسیر کے ضمن میں آئے ہیں۔ جیسا کہ الصلوۃ الوسطیٰ کی تفسی
صلوۃ العصر کے الفاظ ہیں۔ ان لوگوں کا یہ قول قابل تسلیم نہیں۔ بلکہ واضح ترین بات
ہے۔ کہ موجودہ قرآن کے بعض کلمات کو لوگوں نے یا تو نکال دیا۔ یا ان کی جگہ کوئی او
گھڑ لگا دیا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا۔ تو کلمات قرآنیہ میں اہل بیت کی شان صاف صا
دکھائی دیتی۔ اسی امر کی چند مثالیں بھی مصنف دیتا ہے۔ مثلاً وانتم اذلۃ
بارے میں لکھتا ہے۔ کہ یہ دراصل وانتم ضعفاء تھا۔ بقول مصنف انت
اذلۃ کا معنی یہ کہ تم (اے محمد آپ اور آپ کے ساتھی) ذلیل تھے۔ کہ اللہ تعا
نے اپنے محبوب اور ان کے جاں نثاروں کو ذلیل کب کہہ سکتا ہے۔ لہٰذا اس جگہ
لفظ ضعفاء تھا۔ یعنی تم مالی طور پر کمزور تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرزا حسین نوری کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ موجودہ قرآ
میں ایک تحریف اس طرح ہوئی۔ کہ بعض کلمات سرے سے ہی نکال دیئے
اور دوسری تحریف یوں ہے۔ کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ لا کھڑا کیا گیا۔ ہم نے مذک
عبارت میں دو نشان استعمال کیے ہیں۔ جو الفاظ قوسین ( ) کے درمیان ہی
یہ وہ ہیں۔ جو بقول مرزا حسین قرآن سے نکال دیئے گئے۔ اور جو خط کشیدہ الف
ہیں۔
یہ اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ ان کی جگہ اصل لفظ اور تھے یہ تبدیل ش

کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اہل تشیع موجودہ قرآن کو محرف مانتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۲/ اصول کافی

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ لِمَ سُمِّیَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اللّٰہُ سَمَّاہُ وَھٰکَذَا اَنْزَلَ فِیْ کِتَابِہٖ " وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَ اَشْھَدَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلِیْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۴۱۲
کتاب الحجۃ باب نادر مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

جابر کہتے ہیں۔ میں نے امام ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی نام سے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ قرآن پاک میں یوں تھا۔ واذ اخذ ربک الآیۃ اس وقت کو یاد کرو جب آپ کے پروردگار نے حضرت آدم کی اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالا۔ اور انہیں اپنی جانوں پر گواہ بنایا۔ بعد پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول نہیں۔ اور علی امیر المؤمنین نہیں۔ سب نے کہا۔ ہاں تو ہمارا رب محمد تیرے رسول اور علی امیر المؤمنین ہیں۔

حوالہ نمبر ۳/۱۳ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ :

" وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (فِیْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ وَ [وِلَایَۃِ] الْاَئِمَّۃِ مِنْ بَعْدِہٖ) فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا هٰکَذَا نَزَلَتْ .

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۴
کتاب الحجۃ باب فیہ
نکت ونتف من التنزیل
فی الولایۃ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ :-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ یہ آیت یوں اس طرح نازل کی گئی تھی۔ جو اللہ اور پیغمبر کی پھر اس کا تصرف یوں ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی ولایت علی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کی ولایت کے بارے میں اطاعت کی تو بہت بڑی کامیابی ہے

سورۃ احزاب۔

حوالہ نمبر ۱۴ اصول کافی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ رَفَعَہٗ اِلَیْہِمْ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ " وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ " فِیْ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّۃِ " کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا "

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ خدا کی قسم! آیت "و لقد
عہدنا الی آدم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح نازل ہوئی۔ جیسا کہ
اوپر عربی میں مذکور ہے اور اس کا ترجمہ یہ بنتا ہے "اور تحقیق ہم نے آدم
سے بہت پہلے یہ عہد لیا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی، فاطمہ، حسن اور
حسین رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات ائمہ اہل بیت ہمارے کلمات ہیں۔
(یعنی ان کے متعلق کچھ باتوں کا حضرت آدم سے ہم نے عہد لیا) اور آدم
کی اولاد سے بھی یہی عہد لیا لیکن وہ بھول گئے قسم خدا کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت
اسی طرح ہی نازل ہوئی۔

حوالہ نمبر ۵/ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِھٰذِہِ الْاٰیَةِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ ھٰکَذَا "بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِہٖ اَنْفُسَھُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (فِیْ عَلِیٍّ) بَغْیًا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۷
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور
صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت "بئسما اشتروا" بہ ان الفاظ کے ساتھ
لے کر نازل ہوئے تھے۔ (جن کا ترجمہ یہ ہے) "وہ چیز بری ہے
جو کہ انہوں نے بغاوت کرتے ہوئے اپنی جانوں کو اس کے بدلے
میں خرید لیا۔ روایات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھی۔"

حوالہ نمبر ۱۷/ اصول کافی

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ هٰكَذَا "وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا (فِيْ عَلِيٍّ) فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

جابر روایت کرتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں آیت لے کر آئے "وان کنتم الخ" (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور اگر تمہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارے خاص بندے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی باتوں میں شک ہے تو کوئی ایک سورت اس جیسی لا دکھاؤ۔

حوالہ نمبر ۱۸/ اصول کافی

يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (فِيْ شَاْنِ عَلِيٍّ) وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

فِي الرَّعْدِ:- اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ (رَجُلًا) وَّعَلِيٌّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔

فِي الشُّعَرَاءِ:- وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اٰلَ مُحَمَّدٍ) اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

فِي النِّسَاءِ:- اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۔

فِي الصَّافَّاتِ:۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (فِي وِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ) مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۔

فِي الزُّخْرُفِ:۔ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (بِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ)

فِيْ طٰهٰ۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ (كَلِمَاتٍ فِيْ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْاَئِمَّةِ الْمَعْصُوْمِيْنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ الْحُسَيْنِ) فَنَسِيَ فَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔

فِي النَّجْمِ:۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ (فِيْ عَلِيٍّ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ) مَا اَوْحٰى۔

فِيْ اٰيَةِ الْكُرْسِيِّ:۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

فِي الْاَحْزَابِ:۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (بِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ) وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا۔

فِي الْحَمْدِ:۔ اَلْحَمْدُ (مِنَ اللّٰهِ) رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (هَذَاكَ) نَعْبُدُ

(وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ نُرْشِدُ لِسَبِيْلِ الْمُسْتَقِيْمِ لِسَبِيْلِ) الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سِوٰى) الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

(تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی ۔
ص ۲۰ - ۲۱ مطبوعہ تہران)

نوٹ :-

تذکرۃ الائمہ کی درج بالا عبارت میں جو الفاظ قوسین ( ) کے درمیان لکھا ہے وہ الفاظ وہ ہیں۔ جو بقول ملا باقر مجلسی اصل قرآن میں سے تھے۔ اور بقول انہیں صحابہ کرام نے اس لیے نکال دیا۔ کہ ان میں حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر اہل بیت کے فضائل درج کئے گئے تھے۔

اس عبارت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملا باقر مجلسی اور اس کے ہمنواؤں کے نزدیک موجودہ قرآن میں بعض جگہ تو کلمات کی تبدیلی کی گئی ہے۔ اور بعض جگہ سرے سے ہی کچھ الفاظ اڑا دیئے گئے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ اور آیۃ الکرسی میں تحریف و تبدیلی دیکھیں۔ تو صاف نظر آ جائے گا۔ کہ یہ وہ جگہیں ہیں۔ جو تقریباً ہر مسلمان کو زبانی یاد ہیں۔ لیکن جن الفاظ کی ملا باقر مجلسی نے تحریف و تبدیلی کی نشاندہی کی ہے۔ وہ تو موجودہ قرآن کے کسی نسخہ میں نظر آتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی کو ان لائمہ الفاظ کے ساتھ یاد ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک یہ بات بالکل واضح اور ثابت ہے۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ اور اس میں کلمات کی تبدیلی کے علاوہ بہت سی جگہوں سے الفاظ اور عبارت کی عبارت نکال دی گئی ہے۔ اور یہ سب کچھ صحابہ کرام نے کیا۔ اور ایسا کرنے کی ضرورت انہیں اس لیے پیش آئی۔ کہ ان الفاظ میں اہل بیت کے فضائل و کمالات کا ذکر تھا۔ اور صحابہ کرام قرآن انہیں دیکھنا پسند نہ کرتے تھے (والعیاذ باللہ)

حوالہ نمبر ۹ تفسیر قمی

وَاَمَّا مَا هُوَ عَلٰى خِلَافِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَهُوَ قَوْلُهٗ
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ فَقَالَ
اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِقَارِئِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ خَيْرَ اُمَّةٍ يَقْتُلُوْنَ
اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ فَقِيْلَ لَهٗ كَيْفَ نَزَلَتْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ
اِنَّمَا نَزَلَتْ كُنْتُمْ خَيْرَ (اَئِمَّةٍ) اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
اَلَا تَرٰى مَدْحَ اللّٰهِ لَهُمْ فِيْ اٰخِرِ الْاٰيَةِ تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
مِثْلُهٗ اٰيَةٌ قُرِئَ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا
لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَقَدْ سَاَلُوا اللّٰهَ عَظِيْمًا
اَنْ يَجْعَلَهُمْ اِمَامًا لِلْمُتَّقِيْنَ فَقِيْلَ لَهٗ يَا ابْنَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ كَيْفَ نَزَلَتْ فَقَالَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ
لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (وَاجْعَلْ
لَنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ) اِمَامًا۔ وَقَوْلُهٗ لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ
اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ
يُحْفَظُ الشَّيْءُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ الْمُعَقِّبُ مِنْ

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقِيلَ لَهُ وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّمَا اُنْزِلَتْ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ (مِنْ خَلْفِهِ وَرَقِيبٌ مِنْ) بَيْنِ يَدَيْهِ يَحْفَظُونَهُ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَمِثْلُهُ كَثِيرٌ وَاَمَّا مَا هُوَ مُحَرَّفٌ مِنْهُ فَهُوَ قَوْلُهُ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَشْهَدُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ (فِي عَلِيٍّ) كَذَا اُنْزِلَتْ اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلٰئِكَةُ يَشْهَدُونَ وَقَوْلُهُ يَآ اَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (فِي عَلِيٍّ) فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَقَوْلُهُ اِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا (آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ) لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا (آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ) اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ وَقَوْلُهُ وَلَوْ تَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا (آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ) فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَمِثْلُهُ كَثِيرٌ نَذْكُرُهُ فِي مَوَاضِعِهِ۔

(تفسیر قمی مقدمہ تفسیر ص ۱۰ المطبع
حسن منہ مکان حرمت
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

نوٹ :-

صاحب تفسیر ابراہیم قمی شیعی نے اپنے بحث سے مقامات کی نشاندہی کی کہ جہاں سے کچھ اپنے الفاظ نکال دیئے گئے یعنی الفاظ کے ساتھ مروایات آئی

گئیں۔ اور اسی ضمن میں تاشیعہ کے طور پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چند استدلالی
قرآن بھی نقل کیے۔ مثلاً "خیر امتہ" کا لفظ کس طرح برموقع و محل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ
اسی امت نے حضرت علی اور حسنین کریمین کو شہید کیا۔ تو سائل کے جواب میں فرمایا
یہاں "خیر امتہ" کی بجائے "خیر ائمۃ" تھا۔ اور اس کے علاوہ کچھ ان آیات کا تذکرہ بھی
صاحب تفسیر قمی نے بحوالہ امام جعفر صادق کیا۔ کہ جن میں اہل بیت کے فضائل تھے
اور ان کے دشمنوں (صحابہ کرام) کے نقائص و عیوب تھے۔ تو صحابہ کرام نے ان تمام
مقامات میں تحریف و تبدیلی کر دی۔ ہم نے تفسیر قمی کی عبارت کے وہ الحاقی الفاظ
کو اس نشان ( ) کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱: اصول کافی

عَنْ مُنَخَّلٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ هٰكَذَا ـ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا (فِیْ عَلِیٍّ) نُوْرًا مُّبِیْنًا۔

(۱) اصول کافی جلد اول ص ۴۱۷ کتاب الحجۃ باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ، مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) اصول کافی ص ۲۶۴ طبع قدیم مطبوعہ لکھنؤ

ترجمہ:۔

منخل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ امام موصوف نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت یوں لے کر آئے تھے۔ یا ایھا الذین اوتوا الکتاب (یعنی دو حرف فی علی) کے الفاظ اصل وحی میں تھے۔ جو اب موجود نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ قرآن کریم سے یہ لفظ نکال دیئے گئے ہیں)

حوالہ نمبر ۱۱ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْکٰفِرِیْنَ بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا وَاللّٰہِ نَزَلَ بِھَا جِبْرَئِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(اصول کافی کتاب الحجہ جلد ۱
ص ۴۲۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو بصیر روایت کرتا ہے۔ امام موصوف نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات یوں لے کر آئے تھے۔ سال سائل بعذاب واقع للکافرین بولایت علی لا۔ موجودہ قرآن میں للکافرین کے بعد «بولایۃ علی»

کے الفاظ موجود نہیں۔ لہٰذا یہ حذف کر دیئے گئے!

حوالہ نمبر ۱۲ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھٰکَذَا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّھُمْ لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ثُمَّ قَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فِیْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَاِنْ تَکْفُرُوْا بِوِلَایَۃِ عَلِیٍّ فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۲۴
کتاب الحجۃ باب نکتۃ
و نتف مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ابو حمزہ روایت کرتا ہے کہ امام موصوف نے فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام یہ آیت ان الفاظ سے لے کر آئے تھے
ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقہم الخ
پھر فرمایا۔ کہ یا ایہا الناس قد جاءکم الرسول میں دو مرتبہ در ولایت علی وو کا ذکر تھا۔

لیکن موجودہ قرآن میں نہ وآل محمد حقہم کے الفاظ موجود ہیں۔ اور نہ ہی ولایت علی کا کہیں آیت مذکورہ میں ذکر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اصل قرآن میں جبرئیل علیہ السلام یہ الفاظ لے کر اترے تھے۔ بعد میں مخالفین نے قرآن سے انہیں نکال دیا۔ لہٰذا موجودہ قرآن محرف اور نامکمل ہے۔

حوالہ نمبر ۱۳: فصل الخطاب

(سورۃ الانشراح میں تحریف)

الطبرسی فی مشارقه یرفعه بالاسناد الی المقداد ابن الاسود الکندی قال کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَھُوَ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اعْضُدْنِیْ وَاشْدُدْ اَزْرِیْ وَاشْرَحْ صَدْرِیْ وَارْفَعْ ذِکْرِیْ فَنَزَلَ جِبْرَئِیْلُ وَقَالَ اِقْرَأْ یَا مُحَمَّدُ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ بِعَلِیٍّ صِھْرِکَ۔ فَقَرَأَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَثْبَتَھَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَانْتَقَصَھَا عُثْمَانُ۔

(فصل الخطاب صفحہ نمبر ۳۴۳ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:۔

طبرسی نے مناقب آل نبی کی کتاب میں متعدد طرق سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے پردوں کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے تھے۔ اے اللہ! مجھے مضبوطی عطا فرما میری ہمت باندھ دے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا ذکر اونچا کر دے۔ تب ہی جبرئیل علیہ السلام اترے۔ اور عرض کیا حضور پڑھیے۔ الم نشرح الی آخر

اس سورۃ میں جبرئیل نے ورفعنا لک ذکرک کے بعد وجعلنا علیا صہرک کے الفاظ بھی اللہ کی طرف سے پہنچائے تھے۔ جنہیں بعد میں حضور نے پڑھا۔ اور ابن مسعود نے انہیں ثابت رکھا۔ لیکن عثمان غنی نے انہیں نکال دیا۔ اور اب یہ الفاظ موجودہ قرآن میں نہیں۔

حوالہ تفسیر فصل الخطاب

سورۃ القدر میں تحریف

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذٰلِكَ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ يَمْلِكُهَا بَنُو أُمَيَّةَ لَيْسَ فِيهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔۔۔ وَفِي بَعْضِ

اَصْحَابِنَا فِیْ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ لَیْسَ فِیْهَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِمْ عَلٰی اَوْصِیَآءِ مُحَمَّدٍ بِكُلِّ اَمْرٍ۔

(فصل الخطاب ص ۳۳۸ - ۱)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۃ القدر میں یہ الفاظ بھی نازل فرمائے تھے ...... لیلۃ القدر خیر من الف شھر علیٰ حکومۃ بنی امیۃ لیس فیھا لیلۃ القدر یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یہ وہ عرصہ ہزار مہینہ ہے کہ بنو امیہ حکمران ہوں گے اور اس عرصہ میں شب قدر نہ ہوگی۔

...... ہمارے بعض اصحاب نے روایت کی کہ سورۃ القدر یوں نازل ہوئی تھی ...... لیلۃ القدر خیر من الف شھر لیس فیھا لیلۃ القدر ...... یعنی شب قدر ایسے ہزار مہینہ سے بہتر ہے کہ جن میں لیلۃ القدر نہ ہو ......

باذن ربھم من عند ربھم علی اوصیاء محمد بکل امر۔

یعنی جبرئیل امین اور دوسرے فرشتے اس رات اپنے رب کے حکم سے آپ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصیاء کی طرف ہر قسم کا حکم لے کر اترتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ سورۃ القدر میں تین قسم کے الفاظ نکال دیئے گئے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں۔ یملکہا بنو امیۃ لیس فیہا لیلۃ القدر (۱) یعنی فیہا لیلۃ القدر (۲) من عند ربہم علی اوصیاء محمد۔ ان الفاظ کو عثمان غنی نے قرآن جمع کرتے وقت نکال دیا تھا کیونکہ ان میں دشمنانِ اہل بیت کی مذمت اور ائمہ اہل بیت کے فضائل مذکور تھے۔ لہٰذا اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک (بقول اہل تشیع) موجودہ قرآن مجید تبدیل شدہ اور نامکمل ہے۔

حوالہ نمبر ۵ قرب الاسناد:-

مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِالْحَمِيْدِ فِیْ سَنَةِ ثَمَانٍ وَّتِسْعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخْرَجَ اِلَیَّ مُصْحَفًا قَالَ فَتَصَفَّحْتُهُ فَوَقَعَ بَصَرِیْ عَلٰی مَوْضِعٍ مِنْهُ فَاِذَا فِيْهِ مَكْتُوْبٌ "هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمَا بِهَا تُكَذِّبَانِ فَاصْلِيَا فِيْهَا لَا تَمُوْتَانِ فِيْهَا وَلَا تَحْيَيَانِ" يَعْنِی الْاَوَّلَيْنِ۔

(قرب الاسناد جلد اول ص ابراہیم بن
عبداللہ بن جعفر قمی)

ترجمہ:۔

محمد بن جنید کہتا ہے۔ کہ گزشتہ شب میں مسجد حرام میں ابراہیم بن عبدالحمید سے جا ملا۔ کہنے لگا۔ میں حضرت امام جعفر صادق کے ہاں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک قرآنی صحیفہ دیا۔ میں نے اس کی ورق گردانی کی۔ میری نظر ایک جگہ پر پڑی۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں یہ الفاظ لکھے تھے (اوپر والی مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ ہے) یہ وہ جہنم ہے۔ جسے تم دونوں جھٹلاتے رہے۔ اب اس میں تم دونوں داخل ہو جاؤ۔ نہ اس میں تم زندہ رہو گے اور نہ ہی تم دونوں کو موت آئے گی۔ ان دونوں سے مراد کہ جنہیں بروز حشر یہ کہا جائے گا حقیقت میں پہلے دو خلیفہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

تبصرہ:۔

مقتب الاستاد ،، اہل تشیع کی معتبر کتب میں سے ایک ہے۔ جس کی مذکورہ بالا عبارت ایک تیسرے رخ کو آشکار کرنے کی متقاضی ہے۔ جہاں اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں۔ کیونکہ اس کی سورۃ رحمٰن کے اندر مذکورہ الفاظ موجود نہیں۔ حالانکہ بوقت نزول یہ الفاظ لکھے ہوئے جبرئیل لائے تھے۔ اور پکار رہے ہیں۔ ھذہ جھنم التی کنتما بھا تکذبان وقد اصلوھا۔ الخ وہ جمع کے صحیفوں کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اہل تشیع کے ہاں یہ چھپے مخفیہ کئے تھے۔

دوسری بات یہ کہ ان صحیفوں کے مخاطب حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ لیکن جب قرآن کے جمع کا مرحلہ آیا۔ تو پھر ان دونوں کو یہ کیسے گوارا ہوتا۔ کہ ان کے نام قرآن پاک میں اس طرح موجود رہیں۔ لہٰذا ان

دونوں کی ملی بھگت سے یا ان کو تبدیل کر دیئے گئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع
کے ہاں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا جنتی ہونا معاذ اللہ شیعوں کے ذریعہ ثابت ہے
اور پھر ان تمام خرافات کی نسبت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی
طرف کر کے اہل بیت کرام اور حضرت امام جعفر کو بدنام کیا گیا ہے۔ وہ کسی سے
مخفی نہیں ہے۔

فالعنة اللہ علی الکاذبین

موجودہ قرآن کے مکمل ہونے پر اہل تشیع کے پرفریب دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اول:-

ہم اہل تشیع کو اہل سنت و جماعت خواہ مخواہ یہ الزام دیتے ہیں کہ ہم تحریف و تبدیلی قرآن کے قائل اور معتقد ہیں۔ ہمارے مفسرین نے اس بات کو صراحت اور تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ کہ موجودہ قرآن ہمارے نزدیک غیر محرف اور مکمل ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تحریف، تبدیلی اور تغیر کا احتمال نہیں۔ دیکھئے علامہ فیض کاشانی نے اپنی مشہور تصنیف تفسیر صافی میں کیسے صاف صاف الفاظ میں اہل تشیع کا مسلک بیان کیا ہے

تفسیر صافی: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ رَدٌّ لِاِنْكَارِهِمْ وَاسْتِهْزَائِهِمْ وَلِذٰلِكَ اَكَّدَهٗ مِنْ وُجُوْهٍ (وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ) مِنَ التَّحْرِيْفِ وَالتَّغْيِيْرِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ نمبر ۹۰۹
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

کفار کا قرآن کریم کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کرنا اور قرآن پر پھبتیاں کسنا ان دونوں باتوں کا اللہ تعالیٰ نے رد فرماتے ہوئے کہا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ہم نے ہی یقیناً قرآن پاک کو اتارا۔ یہی وجہ تھی کہ اس جملہ کی اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے تاکید فرمائی۔ (یعنی حرف تحقیق اور ضمیر وغیرہ کے ساتھ) اور فرمایا۔ اس قرآن کریم کی تحریف، تغیر اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے بھی ہم ہی ہیں۔

سو اگر ہم قرآن میں تحریف و تبدیلی کے معتقد ہوتے۔ تو ہمارے یہ مفسرین اتنی شدومد کے ساتھ اس کی تردید نہ کرتے۔ اور یہ ہم سے کوئی توقع کر بھی کیسے سکتا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ اپنے کلام قرآن مجید کی ہر طرح سے حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ لیکن یہ اہل سنت کا ہمیں قائل تحریف و تبدیل قرار دینا ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔

جواب اول :

اہل تشیع کا موجودہ قرآن کے غیر محرف اور مکمل ہونے پر ایمان [illegible] سے استدلال کرنا اس وقت قابل اعتبار ہو سکتا ہے جبکہ وہ یہ ثابت کریں کہ موجودہ قرآن ہی مکمل قرآن ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ لیکن ہم گزشتہ اوراق میں مفصل و مبسوط طور پر بحث کر چکے ہیں کہ اہل تشیع کا موجودہ قرآن پر مکمل قرآن ہونے کا ایمان نہیں۔ وہ صاف صاف لکھتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ اصل قرآن وہ تھا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا اور جمع کر کے جب آپ نے دوسرے صحابہ کے سامنے پیش کیا۔ تو حضرت عمر کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے خود حضرت علی المرتضیٰ نے اسے گم کر دیا۔ اور فرمایا کہ امام مہدی کے ظہور سے قبل اصل قرآن تمہیں دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں ہم انوار نعمانیہ کا حوالہ پہلے پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ سند رہے اور یاد رہے کہ انوار نعمانیہ کے مصنف نعمت اللہ جزائری نے اس کتاب کے مضامین و مسائل کے بارے یہ التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں مذکور ہر ایک بات ہمارا مشہور عقیدہ ہے۔ اور اس کے تمام مسائل ائمہ معصومین سے منقول ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ: قَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَيْكَ وَلَا إِلَى قُرْآنِكَ عِنْدَنَا قُرْآنٌ كَتَبَهُ عُثْمَانُ فَقَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا يَرَاهُ

کو جیسے اہتمام کے ساتھ جمع کیا گیا۔ اور اس اہتمام سے جمع کرنے والے
صحابہ کرام اور دیگر اہل اسلام تھے۔ یہ تمام باتیں ہی ناقص اور کمزور استدلال
ہے

اور اسی طرح سورۂ حجر میں مذکورہ آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ
لَحٰفِظُوْنَ۔ سے موجودہ قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے پر استدلال کرنا بھی
نہایت کمزور ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں گزشتہ زمانہ کی بات ہو
رہی ہے۔ اور یہ آیت مکی سورت کی ایک آیت ہے۔ حالانکہ اس کے بعد بھی
مکی آیات اور سورتیں نازل ہوئیں۔ پھر اس کے بعد بہت سی سورتیں ہجرت
مدینہ کے بعد نازل ہوئیں۔

وضاحت:

علامہ قزوینی صاحب صافی نے قرآن مجید کے نامکمل ہونے پر اپنے
انداز میں اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے ایک استدلال پیش کیا۔ اور اس
میں ان لوگوں کا رد کیا۔ جو انا نحن نزلنا الذکر۔ سے یہ استدلال کرتے
ہیں کہ قرآن مکمل ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر
میں اللہ تعالیٰ نے نزلنا کا ذکر فرمایا۔ جو فعل ماضی ہے۔ اور گزشتہ زمانہ میں
نازل شدہ آیات و سورتوں کا ذکر کیا گیا۔ یعنی اس آیت کے اترنے سے قبل جو
حصہ اتر چکا تھا۔
اس کے بارے میں نزلنا کے بعد فرمایا۔ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے
والے ہیں۔
گویا جتنا قرآن اتر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری

اتفاق۔ اور جو آیات دوسری مکی آیت "انا نحن نزلنا الذکر" کے بعد اتریں۔ ان
کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ حالانکہ اس آیت کے مکی نازل ہونے کے بعد
اور بہت سی سورتیں مکہ میں اتریں پھر ان کے بعد ایک کثیر تعداد مدنی سورتوں کی ہے
لہذا اگر اس آیت سے ان سورتوں کی حفاظت کا استدلال پیش کیا جائے جو اس سے
قبل نازل ہو چکی تھیں تو یہ استدلال تو قابل قبول ہے لیکن ان سورتوں کی حفاظت
ربانی کی اس آیت سے شامل کرنا جو اس کے نزول کے بعد مکہ و مدینہ میں اتریں۔
قطعی درست نہیں۔ لہذا مکمل قرآن کی حفاظت کی دلیل یہ آیت ہرگز نہیں بن سکتی۔

قارئین کرام! آپ نے خود ایک بڑے شیعہ کی زبانی اس استدلال کی کمزوری
ملاحظہ کر لی۔ جسے بڑے زور و شور سے اہل تشیع پیش کر کے یہ باور کرانا چاہتے ہیں
کہ ہم اہل تشیع موجودہ قرآن کو غیر محرف مانتے ہیں۔ حتی کہ خواہ مخواہ ہم پر تحریف قرآن کا
الزام لگتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ شیعہ عوام و خواص جو آپ پر یہ حقیقت بیان کرتے ہیں
کہ ہم موجودہ قرآن کے مکمل ہونے کے معتقد ہیں۔ یہ محض موقع کے طور پر کہتے ہیں کیونکہ
مذہب شیعہ میں علامہ نوری طبرسی، یعنی اور نعمت اللہ شوستری جزائری کی نقل کردہ عبارات
اور کئی عبارات نہیں ہوتیں بلکہ حضرات ائمہ معصومین کے ارشادات ہوتے ہیں جن کا کوئی
شیعہ مجتہد انکار نہیں کر سکتا۔ اگر وہ شیعہ کہلائے۔ اور ان کتب میں مذکورہ عبارات
کا انکار کرے گویا ان کا انکار دراصل معصوم کے قول کا انکار ہے اور ائمہ معصوم
سے انکار صادر ہو تو وہ سے کم نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب سوم

صافی شرح اصول کافی پس دلالت نمی کند بر محفوظ بودن جمیع قرآن .... حفظ قرآن دلالت بر این نمی کند کہ نزد ہر کس محفوظ باشد بلکہ نزد امام زمان وجمعے کہ صاحب سر او نیند محفوظ باشد۔

(صافی شرح اصول کافی
جلد دوم جزء ششم کتاب فضل القرآن
باب النوادر ص ۷۵)

ترجمہ:۔

پس یہ آیت (وانا لہ لحافظون) اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ تمام قرآن محفوظ ہے .... قرآن کریم کے حفظ کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ یہ قرآن ہر شخص کے پاس محفوظ ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ قرآن کریم کا محفوظ ہونا صرف صاحب زمان امام مہدی علیہ السلام کے ہمراز حضرات کے لیے ہو۔

ان جوابات سے یہ معلوم ہوا کہ صاحب تفسیر صافی نے جو کچھ کہا۔ یعنی یہ کہ قرآن کریم
ہر قسم کی تبدیلی اور کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ اس قرآن سے مراد وہ قرآن ہے۔ جو

و۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ اور جسے بعد میں دشمنوں نے
دنیا کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔

ب۔ یا اس سے مراد اسی قدر قرآن کریم ہے۔ جو آیت مذکورہ کے نزول سے پہلے
موجود تھا۔

لیکن ملا قزوینی کے قول کے مطابق اس سے مراد موجود قرآن نہیں۔ دیکھئے
ملا قزوینی نے اہل تشیع کا بھرم رکھنے کے لیے کیا عجیب تطبیق دی ہے۔ وہ یہ کہ موجود
قرآن کو محرف اور نامکمل ہی سمجھتے رہو۔ اور یہی عقیدہ رکھو۔ کہ قرآن واقعی محفوظ ہے
اس میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن فرق صرف نیت اور عقیدے کے طور پر ہی ہو
سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اہل سنت و جماعت کو دھوکہ دینے کی خاطر تم یہ کہہ دو۔ کہ ہم قرآن
میں تحریف و تبدیلی کے ہرگز قائل نہیں۔ لیکن یہ نہ بتلاؤ۔ کہ یہ عقیدہ کس قرآن کے
بارے میں ہے۔ آیا اس قرآن کے متعلق جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع
کیا تھا۔ اور قرب قیامت امام مہدی اسے لے کر آئیں گے۔ یا موجودہ قرآن کہ جسے حضرت
عثمان غنی نے دیگر صحابہ کرام کی معاونت سے جمع کیا تھا؟ مختصر یہ کہ صاحب تفسیر
صافی نے جو قرآن کریم میں تحریف و تغیر اور کمی بیشی کا انکار کیا۔ اس قرآن کی نشاندہی
اس تفسیر کے شارح ملا قزوینی نے کر دی ہے۔ اور علامہ فیض کاشانی کی تفسیر کے
اجمال کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا۔ لہذا اس تفسیری نکتہ سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا یہ
کہنا کہ ہم موجودہ قرآن کو غیر محرف سمجھتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور اس تفسیر کے
مفسر کے عقائد کے بالکل خلاف۔

جواب چہارم:

ہم کہتے ہیں کہ اہل تشیع نے جو موجودہ قرآن کے غیر محرف اور غیر متبدل ہونے کا ثبوت مذکورہ آیت کی تفسیر سے پیش کیا۔ جس کو علامہ کاشانی نے لکھا۔ اس سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس سے اہل تشیع کا تحریف قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہم تحریف کے قائل نہیں کیونکہ علامہ کاشانی نے صرف آیت مذکورہ کا معنی لکھا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ موجودہ قرآن غیر محرف اور غیر متبدل ہے۔ اور کسی شی سے بالکل محفوظ ہے۔ اور یہ بات علامہ کاشانی ہرگز کہہ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اسی تفسیر کے مقدمہ سادسہ میں اس نے اپنے عقائد بیان کرتے ہوئے صاف صاف یہ لکھ دیا ہے۔

تفسیر صافی: وَاَمَّا اِعْتِقَادُ مَشَايِخِنَا فِيْ ذٰلِكَ فَالظَّاهِرُ مِنْ ثِقَةِ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوْبَ الْكُلَيْنِيْ طَابَ ثَرَاهُ اَنَّهٗ كَانَ يَعْتَقِدُ التَّحْرِيْفَ وَالنُّقْصَانَ فِي الْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ كَانَ رَوٰى رِوَايَاتٍ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى فِيْ كِتَابِهِ الْكَافِيْ وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِقَدْحٍ فِيْهَا مَعَ اَنَّهٗ ذَكَرَ فِيْ اَوَّلِ الْكِتَابِ اَنَّهٗ كَانَ يَثِقُ بِمَا رَوَاهُ فِيْهِ وَكَذٰلِكَ اُسْتَاذُهٗ عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْقُمِّيْ فَاِنَّ تَفْسِيْرَهٗ مَمْلُوٌّ مِنْهُ وَلَهٗ غُلُوٌّ فِيْهِ وَكَذٰلِكَ الشَّيْخُ اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ الطَّبْرَسِيْ

فَإِنَّهُ أَيْضًا نَسَجَ عَلَى مِنْوَالِهِمَا فِي كِتَابِ الْاِحْتِجَاجِ۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۴
المقدمۃ السادسۃ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:-

بہر حال موجودہ قرآن کے محرف ہونے کے متعلق ہم اہل تشیع کے
مشائخ اور اکابر کا عقیدہ کیا ہے؟ تو اس بارے میں ثقۃ الاسلام محمد بن
یعقوب الکلینی کا ظاہر یہ عقیدہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی تحریف اور
کمی بیشی کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب دو الکافی میں
اس عقیدے کی تائید میں بہت سی روایات پیش کیں۔ لیکن ان روایا
ت میں سے کسی ایک روایت پر بھی اعتراض اور جرح نہیں کی۔ حالانکہ
یہ خود اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ میں اس کتاب میں
جو بھی روایت لکھوں گا۔ وہ میرے نزدیک ثقہ ہوگی۔ پھر انہی کی طرح
ان کے استاد علی بن ابراہیم القمی بھی تحریف قرآن کے معتقد ہیں کیونکہ
ان کی تفسیر بھی اس عقیدے کی تائید کی روایات سے بھری پڑی
ہے۔ اگرچہ انہوں نے اس معاملہ میں غلو زیادتی بھی کی ہے۔ پھر
ان دونوں کی طرح الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی بھی یہی عقیدہ
رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب الاحتجاج میں دونوں کی طرز و
ڈھنگ اپنایا ہے۔ جو ان دونوں کا تھا۔

قارئین کرام! آپ نے بغور مطالعہ فرمایا جس آیت کے ذریعہ اہل تشیع

نے موجودہ قرآن کو غیر محرف ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور بطور استدلال اسے پیش کیا۔ یہ محض دھوکہ دہی اور فریب ہے۔ کیونکہ اس غیر محرف اور غیر تبدیل قرآن سے ان کی مراد موجودہ قرآن نہیں جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے جمع ہوا۔ بلکہ وہ قرآن مراد ہے۔ جو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ اور امام مہدی کے پاس ہے۔ قریب قیامت وہ اسے ظاہر کریں گے۔ یہ چالاکی اور مکاری ان لوگوں نے اس لیے کی۔ تاکہ الزام سے بچ بھی جائیں۔ اور اپنا کام بھی کر دکھائیں۔ جب موجودہ قرآن پران کا ایمان ہی نہیں ہے۔ تو پھر اس قرآن سے تحریف اور تبدیلی کی نفی پر کسی آیت کو بطور استدلال پیش کرنا انہیں کس طرح زیب دیتا ہے۔

دلیل دوم :

اہل سنت و جماعت ہم اہل تشیع پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ تم جن ائمہ معصومین کے معتقد ہو۔ ان میں سے کسی ایک کی طرف سے ایسی روایت منقول نہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو۔ کہ قرآن کریم میں تحریف نہیں ہوئی۔ اور قرآن مجید کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ موجود قرآن غیر محرف اور مکمل ہے۔ اور اس بارے میں حضرات ائمہ معصومین کے جد اعلیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ کلمہ دوٹوک اعلان ہے۔

نہج البلاغہ: اِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وَ اِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْاٰنَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُوْرٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ

ولا بدلہ من ترجمان۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۵ فی التحکیم
وذالک بعد سماعہ لامر
الحکمین مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:
جنگ صفین کے دوران جب خوارج نے تحکیم پر بات ختم کی۔
آپ کے پیروکاروں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں
اختلاف کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا) ہم نے درحقیقت مردوں
کو حکم نہیں بنایا۔ ہمارا حکم صرف قرآن ہے۔ لیکن اس کی حقیقت یہ
ہے کہ یہ مجلد قرآن دو گتوں کے درمیان ہے۔ وہ صرف لکھا ہوا ہے
خود وہ اپنی زبان سے بول نہیں سکتا۔ لہٰذا اس کا کوئی
ترجمان ہونا چاہیئے۔

جنگ صفین میں مسئلہ تحکیم کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
فرمایا حقیقت یہ ہے کہ ہم نے مردوں کو حاکم نہیں بنایا۔ بلکہ ہم نے
قرآن کو حاکم تسلیم کیا ہے اور یہ قرآن دو گتوں کے درمیان ایک خط نوشتہ
شدہ ہے یہ خود زبان سے گویا نہیں ہوتا۔ اس لیے ترجمانی
اور ترجمہ کا ہونا ضروری ہے۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ
ص ۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ یوسفی دہلی)

جواب اول:

حضرت آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اہل تشیع نے موجود قرآن کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی ایک روایت پیش کرنے کے بجائے جس عبارت کو پیش کیا۔ اور جس سے یہ ثابت کر کے دکھانا چاہا کہ ہمارے ائمہ کے جد اعلیٰ کا یہ اعلان ہے۔ کہ موجود قرآن غیر محرف ہے۔ اور اس میں کمی بیشی قطعاً نہیں ہوئی لیکن اس دعویٰ کے ثبوت میں نہج البلاغہ سے جو خطبہ بطور استدلال پیش کیا گیا اس میں ایک لفظ بھی ایسا آپ کو نہ ملے گا۔ جو مطلوبہ دعویٰ کی تائید میں پیش کیا جا سکتا ہو۔ دعویٰ یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے واضح انداز میں یہ ثابت ہے کہ موجود قرآن غیر محرف اور مکمل ہے۔ لیکن ذکر کردہ حوالہ میں حضرت علی المرتضیٰ کا یہ مقصد اور مدعا ہے۔ کہ جن لوگوں نے تحکیم پر اعتراض کیا تھا۔ ان کو آپ یہ یاد کرانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے کسی مرد کو اپنا حاکم نہیں بنایا۔ بلکہ ہم نے تو اپنا حاکم قرآن کو بنایا ہے۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک باہم نزاع کا بہترین حاکم قرآن ہے۔ لیکن یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ موجود قرآن غیر محرف ہے۔

اس کے برخلاف خود اہل تشیع کی متعدد معتبر کتب یہ کہتی ہیں کہ اصل قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ جب تک وہ تشریف فرما نہیں ہوتے۔ بطور تقیہ موجود قرآن پر ہی عمل کرتے رہو۔ اور اس کے احکام کی بجا آوری ہوتی چاہیئے۔ اگرچہ یہ محرف ہی ہے۔ گزشتہ اوراق میں اس موضوع پر متعدد حوالہ جات پیش کیے جا چکے ہیں۔ اصول کافی، انوار نعمانیہ، تصنیف نعمت اللہ جزائری کا حوالہ ملاحظہ ہو عقائد جعفریہ۔

انوار نعمانیہ فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ جَازَ الْقِرَاءَةُ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ مَعَ مَا لَحِقَهُ مِنَ التَّغْيِيرِ قُلْتُ قَدْ رُوِيَ فِي الْأَخْبَارِ أَنَّهُمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَمَرُوا شِيعَتَهُمْ بِقِرَاءَةِ هٰذَا الْمَوْجُودِ مِنَ الْقُرْآنِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَالْعَمَلِ بِأَحْكَامِهِ حَتّٰى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبُ الزَّمَانِ فَيَرْتَفِعُ هٰذَا الْقُرْآنُ مِنْ أَيْدِي النَّاسِ إِلَى السَّمَاءِ وَيَخْرُجُ الْقُرْآنُ الَّذِي أَلَّفَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيُقْرَأُ وَيُعْمَلُ بِأَحْكَامِهِ

(۱- انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۳
نور فی الصلوٰۃ مطبوعہ تبریز
طبع جدید)
(۲- انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۰
قدیم)

ترجمہ:-

اگر تم سوال کرو کہ موجودہ قرآن میں تغیر کے واقع ہونے کے باوجود اس کی موجودہ قراءت کے مطابق پڑھنا کیونکر جائز ہے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔ کہ روایات و احادیث میں آیا ہے کہ ائمہ نے اپنے متبعین شیعوں کو اس موجودہ قرآن کی قراءت کا حکم دیا کہ نماز وغیرہ میں اسی کو پڑھا کریں اور اسی کے احکام پر عمل کریں یہاں تک کہ جب مولانا

صاحب الزمان امام مہدی تشریف لائیں۔ جب وہ آجائیں گے۔ اگرچہ بعد قرآن لوگوں کے ہاتھوں سے آسمانوں کی طرف اٹھا لیا جائے گا مگر اس کے بعد وہ اصلی قرآن امام موصوف نکالیں گے جس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا تھا۔ اور اسی کے احکام پر عمل ہوگا۔ اور اسی کی تلاوت بھی ہوگی۔

دیکھا آپ نے کہ اہل تشیع کو ان کے اماموں نے موجودہ قرآن کی تلاوت کی اجازت بامجبوری دی ہے۔ اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا بھی اس وقت ہے۔ جب تک امام مہدی اصل قرآن نہ لائیں۔ تو پتہ چلا کہ موجودہ قرآن پر عمل اور اس کی قراءت بامجبوری اور عارضی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن پر ان کا اعتقاد بھی عارضی ہے لیکن درحقیقت موجودہ قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے پر قطعاً ایمان نہیں۔ اس لیے مذکورہ روایت اس امر کی تائید نہیں کر سکتی۔ کہ اہل تشیع کے ہاں موجودہ قرآن ہی غیر محرف اور مکمل ہے۔

جواب دوم :۔

شیعوں نے جو یہ دلیل پیش کی۔ کہ چونکہ حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہم نے قرآن کو حکم مقرر کیا ہے۔ جو بین الدفتین ہے۔ اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ موجودہ قرآن ہی ہے تم اہل سنت خواہ مخواہ اس سے کوئی دوسرا قرآن مراد لیتے ہو۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موجودہ قرآن کو ہی حکم مانا ہے تو ہم اہل تشیع کب یہ جرات کر سکتے ہیں۔ کہ آپ کے ارشاد کے برخلاف عقیدہ رکھیں!

ہم ان کے اس عقیدہ اور کردار کا یوں جواب دیتے ہیں۔ کہ اگر تمہارے نزدیک

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہی مطلب ہے۔ تو پھر تمہارے ایک بہت بڑے مجتہد علامہ احمد بن ابی طالب نے "احتجاج طبرسی" نامی کتاب میں یہ عبارت یوں تحریر کی۔ "اس قرآن میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے گئے" اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

احتجاج طبرسی: وَ دَعَتْهُمُ الْاِضْطِرَارُ بِوُرُوْدِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهِمْ عَمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ تَاْوِيْلَهُ اِلٰى جَمْعِهِ وَتَاْلِيْفِهِ وَتَضْمِيْنِهِ مِنْ تِلْقَائِهِمْ مَا يُقِيْمُوْنَ بِهِ دَعَائِمَ كُفْرِهِمْ۔

(۱۔ احتجاج طبرسی صفحہ نمبر ۱۲۳ تتمہ کلام علی علیہ السلام فی جواب الزندیق مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

(۲۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۳۸۳ طبع جدید مطبوعہ قم)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی پریشانیوں اور اضطرار کو تذکرہ فرمایا جو انہیں ایسے مسائل کے درپیش آنے سے لاحق ہوئی تھیں جن کی وہ تاویل نہ جانتے تھے۔ یہ پریشانیاں جمع کرنے، ترتیب دینے اور قرآن میں کچھ تضمین کی وجہ سے رونما ہوئی تھیں۔ اور ان پریشانیوں کا اصل محرک اور سبب وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے قرآن کریم

کی ترتیب دہی میں تحریف و تغییر کی صورت میں کفر کے ستون کھڑے
کر دیئے تھے۔

عبارت بالا سے بالکل واضح ہوا۔ کہ اہل تشیع کا موجودہ قرآن کے بارے میں ہرگز
یہ عقیدہ و ایمان نہیں ہے کہ یہ تحریف و تبدیلی سے پاک ہے۔ بلکہ مزے کی بات یہ ہے
کہ روایت مذکورہ بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ذکر کی گئی ہے۔ اس
میں بحوالہ حضرت علی المرتضیٰ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک (معاذ اللہ) صحابہ کرام
یعنی حضرت عمر، عثمان غنی وغیرہ نے اس کے جمع کرنے اور ترتیب دینے وقت بہت
زیادہ تغیر و تبدیل کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ ان تغیرات کی وجہ سے خود قرآن میں کفر کے ستون
کھڑے کر دیئے گئے۔

حالانکہ یہی قرآن کفر کی عمارت کو منہدم کرنے کے لیے آیا تھا۔ تو جب اہل تشیع
کے عقیدہ کے مطابق اس میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ تو پھر اس
موجودہ قرآن پر ان کا ایمان کب ہو سکتا ہے؟

لمحہ فکریہ:-

یوں تو اہل تشیع قدم قدم پر حضرات ائمہ کی راہنمائی کی ضرورت کو مانتے
ہیں۔ اور ان کے ہاں کوئی عقیدہ کوئی عمل اس وقت تک ثابت ہی نہیں ہو سکتا جب
تک اس پر کسی نہ کسی امام کی تائیدی اور تصدیقی مہر ثبت نہ ہو۔ لیکن زیر بحث بات کو
ہی بطور نمونہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کی ایک ہی شخصیت ہے۔ دنیا
میں جانشین کریمین کے والد گرامی ایک ہی تھے۔ اور یہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل
تشیع کے عقیدہ امامت کے ستون اول بلکہ بنیاد ہیں۔ قرآن کی طرف منسوب
اس روایت پر نظر ڈالیے۔ جسے اہل تشیع نے بطور استدلال پیش کیا اور

پھر "احتجاج طبرسی" کی ذکر بالا روایت کو ملاحظہ فرمائیں۔ جو دونوں کے ماننے سے جو
تعارض و تناقض ہے۔ اس کی تطبیق بظاہر ناممکن۔ کیونکہ پہلی روایت میں بقول
اہل تشیع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجودہ قرآن کو ہی حکم مان کر گویا اس کے غیر محرف
ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور دوسری روایت میں پریشانیوں کا حل یہ تجویز فرمایا۔
کہ اس موجودہ قرآن میں صحابہ نے کفر کے ستون کھڑے کر دیے ہیں۔ لہٰذا یہ موجودہ قرآن محرف
ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت میں انہیں بدنام کرنے کی ان لوگوں نے
کس قدر کمر باندھ رکھی ہے۔ دنیا کو اہل تشیع یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے جو باب العلم ہیں، موجودہ قرآن کے بارے میں نامکمل ہونے
کا اعلان بھی فرماتے ہیں۔ اور غیر محرف ہونے کا ڈھنڈورا بھی پیٹ رہے ہیں۔ کیا اس طریقے پر
چل کر وہ یہودی خفیہ سازش کے آلۂ کار نہیں بن رہے؟ ذرا سوچئے۔ اور بغیر جانبداری کے فیصلہ
دیجئے غور سے سوچیئے

دلیل سوم:

ہم اہل تشیع کے امام حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگرچہ
لوگوں نے قرآن کے معانی تبدیل کر دیے ہیں۔ لیکن اس کے حروف تبدیل نہیں کر
سکے۔

قرآن کے الفاظ کی وہی ترتیب ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے تھے۔ لہٰذا
امام موصوف کے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے ہم پر یہ الزام کیسے دھرا جا سکتا
ہے کہ ہم موجودہ قرآن کو محرف سمجھتے ہیں۔ اور اس میں تغیر و تبدیل کے معتقد ہیں۔ امام
موصوف کا ارشاد اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب الروضہ:

وَكُلُّ اُمَّةٍ قَدْ رَفَعَ اللّٰهُ عِلْمَ الْكِتَابِ حِيْنَ نَبَذُوْهُ وَ وَلَّاهُمْ عَدُوَّهُمْ حِيْنَ تَوَلَّوْهُ وَكَانَ مِنْ نَبْذِهِمُ الْكِتَابَ اَنْ اَقَامُوْا حُرُوْفَهٗ وَحَرَّفُوْا حُدُوْدَهٗ۔

(کتاب الروضہ من الکافی جلد ۸ ص ۵۳
رسالۃ ابی جعفر علیہ السلام الی سعد۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے علم کتاب کو اس وقت اٹھا لیا جب انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔ اور جب انہوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے کا ان کا یہ طریقہ تھا کہ اس کے حروف کو تو رہنے دیا۔ لیکن اس میں مذکور حدود و معانی و احکام کو بدل ڈالا۔

جواب ۲۲ میں دیکھنا یہ ہے جو کچھ امام باقر رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ اس روایت میں کوئی ایک لفظ یا جملہ ایسا نہیں پایا جاتا۔ جس سے اہل تشیع کا موقف ثابت ہوتا ہے یا ہمارے الزام کی تردید ہوتی ہو کیونکہ گفتگو یہ ہو رہی ہے۔ کہ کیا موجودہ قرآن کے حروف من و عن وہی ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے؟

نکی روایت مذکورہ سے جو ثابت کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل تشیع کے
کے عقائد کے مطابق جن حروف سے حضرت ائمہ کی امامت ثابت ہوتی ہے
وہ متن رحمٰن باقی ہیں۔ اس کی تصدیق اس تشریح و تفسیر سے ہوتی ہے۔ جو صافی
شرح اصول کافی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کے ضمن میں ذکر
کی گئی ہے۔ قول یہ ہے۔

إِنْ أَخَذْتُمْ بِمَا فِيهِ نَجَوْتُمْ مِنَ النَّارِ۔

(جو کچھ قرآن مجید میں ہے اگر تم اس پر کاربند رہے تو نجات پاؤ گے)
و تفصیل تحریری مصنف صافی سے خود اس کی زبانی سنئے کیا تفسیر ہے۔

صافی شرح اصول کافی:

مراد این است کہ باوجود اسقاط و اختلاف در قراءت آنقدر باقی
ماندہ کہ صریح باشد در امامت اہل بیت معصومین علیہم
السلام۔

(صافی شرح اصول کافی جلد دوم جزء ششم
ص ۶۰ کتاب فضل القرآت
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد ان اخذتم بما فیہ کا مطلب
اور مراد یہ ہے۔ کہ اگرچہ قرآن مجید میں کچھ حروف و آیات و سورتیں
ساقط کر دی گئی ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس میں قراءت کا اختلاف موجود
ہے لیکن جو کچھ تحریف و تبدیل کے بعد بچ گیا ہے وہ بھی اہل بیت
معصومین کی امامت پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔

فی رسعہ.

وصافی شرح اصول کافی مصنفہ ملا خلیل قزوینی
جلد دوم جزو ششم ص ۷۵ کتاب فضل القرآن
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ قرآن جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور پر اتارا تھا۔ وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ امام موصوف کے ارشاد سے مراد یہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن میں سے بہت سی آیات حذف کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ اس وقت جو مصاحف قرآنیہ پائے جاتے ہیں ان میں موجود تمام آیت کی تعداد اہل کوفہ کے نزدیک چھ ہزار تین سو چھتیس بنتی ہے۔ صاحب مجمع البیان کے نقل کرنے کے مطابق چونکہ اس نے ہر سورت کی ابتداء میں اس میں موجود آیات کی تعداد لکھی ہے۔ اس کی تعداد لکھی ہے۔ مفصل آگاہی سورتوں کی تفسیر کے تحت صاحب مجمع البیان نے لکھا اس میں چھ ہزار دو سو چھتیس آیات ہیں مختصر یہ کہ اگر دوسروں کے مذہب کا بھی اعتبار کریں۔ تو بھی تھوڑی بہت آیات کا فرق نکلے گا۔ لیکن کسی طرح یہ تعداد سترہ ہزار کو نہیں پہنچ سکتی۔

دلیل چہارم:-

ہمارے علماء اور مجتہدین اس امر کی صراحت کرتے ہیں۔ کہ موجودہ قرآن بالکل مکمل ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا تغیر تبدل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ نزول وحی کے وقت آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نگرانی فرماتے رہے۔ اور آپ کے

وصال کے بعد صحابہ کرام نے بڑی جانفشانی سے اس کی حفاظت کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں بہت سے صحابہ کرام پورے قرآن مجید کے حافظ تھے۔ اور پھر ساتھ ہی ساتھ اس کی تعلیم و تدریس بھی اسی وقت سے شروع ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس شدید حفاظت کے ہوتے ہوئے اس کی تحریف و تبدیلی کیونکر ممکن ہے۔

ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

إِنَّ الْقُرْآنَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَجْمُوْعًا مُؤَلَّفًا عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ الْآنَ وَاسْتَدَلَّ عَلَى ذٰلِكَ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَانَ يُدَرَّسُ وَيُحْفَظُ جَمِيْعُهُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ حَتّٰى عُيِّنَ عَلَى جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِيْ حِفْظِهِمْ لَهُ وَأَنَّهُ كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ (ص) وَيُتْلٰى عَلَيْهِ وَإِنَّ جَمَاعَةً مِنَ الصَّحَابَةِ مِثْلَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَغَيْرِهِمَا خَتَمُوا الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ (ص) عِدَّةَ خَتَمَاتٍ وَكُلُّ ذٰلِكَ يَدُلُّ بِأَدْنٰى تَأَمُّلٍ عَلَى أَنَّهُ كَانَ مَجْمُوْعًا مُرَتَّبًا غَيْرَ مَبْتُوْرٍ وَلَا

عکس ثبوت۔

(۱) تفسیر صافی جلد اول ص ۵ ۲/۷ المقدمۃ السادسۃ
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲) تفسیر مجمع البیان جلد اول صفحہ نمبر ۱۵
مقدمۃ الکتاب الفن الخامس
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس ہی میں قرآن مکمل ترتیب کے ساتھ جیسا کہ اس زمانہ تک ہے۔ موجود تھا۔ اور دلیل اس پر یہ پیش کی گئی ہے کہ حضور ختمی مرتبت کے زمانہ میں قرآن کریم کی تدریس اور حفظ کرنا عام معمول تھا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو صرف اسی کام کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ کہ وہ قرآن کریم زبانی یاد کریں۔ اور زبانی یاد کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا کرتے تھے۔ اور آپ سے سماعت کیا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب بھی شامل ہیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سنایا۔ یہ تمام باتیں اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اور معمولی غور و فکر سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس ہی میں ایک جگہ جمع ہو چکا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نہ تھے کہ جن میں وہ ادھر ادھر بکھرا پڑا ہو۔

لہذا معلوم ہوا کہ ہمارے اکابرین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ موجودہ قرآن صرف صحیح ہے۔ اور یہی اکابرین کی تحقیق ہے۔ عدم تحریف قرآن کے بارے میں ہمارا یہی عقیدہ

ہے۔ اہل سنت وجماعت نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے ہم پر تحریف قرآن کا
الزام دھرا ہے۔

جواب:

تفسیر صافی اور مجمع البیان کا حوالہ بالکل درست ہے۔ لیکن اہل تشیع سے یہ پوچھا جا
سکتا ہے کہ قرآن کریم کی نگرانی اور حفاظت کے لیے جن حضرات کا تم حوالہ دے رہے
ہو۔ اور پھر اسی کو غیر محرف اور غیر متبدل ہونے کی دلیل بنا کر پیش کر رہے ہو۔ ان
حضرات صحابہ کرام کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ یعنی کیا تمہارے نزدیک یہ مومن
تھے جو تمہاری کتابیں چیخ چیخ کر پکار رہی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے
بعد معاذ اللہ چند صحابہ کے علاوہ تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ تو آؤ رجال کشی کی
عبارت آنکھیں کھول کر پڑھو۔

رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ (ع) قَالَ کَانَ النَّاسُ
اَھْلَ الرِّدَّۃِ بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا ثَلٰثَۃً
فَقُلْتُ وَ مَنِ الثَّلٰثَۃُ فَقَالَ
الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَ اَبُوْ ذَرِّ الْغِفَارِیُّ
وَ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ۔

(رجال کشی تصنیف محمد بن عبد العزیز کشی
ص ۶ تذکرہ سلمان الفارسی مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے دریافت کیا۔ وہ تین کون تھے؟ فرمایا مقداد بن الاسود۔ ابوذر غفاری اور سلمان الفارسی (انتہیٰ) جس سے معلوم ہوا۔ کہ ان مذکورین صحابہ کرام کے علاوہ تمام صحابہ اہل تشیع کے نزدیک اسلام اور ایمان سے منحرف ہو گئے تھے۔ اور ارتداد اپنا چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہاری کتب قرآن کو ظالم، خائن اور غاصب تک بھی بیان کرتی ہیں۔ تو جب تمہارے عقیدہ کے مطابق یہ حضرات ظالم، غاصب، خائن اور مرتد تک تھے۔ تو پھر ایسے اوصاف کے حاملین سے یہ توقع کرنا کہ یہ قرآن کریم کی حفاظت کریں گے۔ اور یہی وہی اس کو آنے والی نسل کی طرف منتقل کریں گے۔ عقل سلیم کب اسے تسلیم کرتی ہے؟ اور کوئی عقل مند شخص ان کی حفاظت اور نگرانی میں رہنے والے قرآن کے بارے میں غیر محرف و غیر متبدل ہونے کا کب استدلال کر سکتا ہے؟

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع نے عوام مومنین کو فریب دے کر اپنے بارے میں یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ وہ بھی باقی مسلمانوں کی طرح قرآن کے محرف ہونے کے معتقد نہیں۔ وہاں یہ امر بھی واضح ہوا۔ کہ ایسا انہوں نے اس لیے کیا۔ کہ ان کا مذہب تقیہ، اس پر انہیں مجبور کرتا ہے۔ ورنہ حقیقت وہی ہے۔ جو ان کی کتب نے صراحت کے ساتھ ذکر کر دی۔ یعنی یہ کہ اصل قرآن امام مہدی کے پاس ہے۔ جب ظاہر ہوں گے۔ تو اسے ساتھ لائیں گے۔ اس وقت موجود قرآن ہم چھوڑ دیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

☆

دلیل پنجم:

اہل تشیع موجودہ قرآن کریم کے مکمل اور غیر محرف ہونے کی ایک دلیل پیش کرتے ہیں جسے ان کے مناظر مولوی اسماعیل گوجروی نے بھی اہل سنت عوام کو دھوکہ دیتے ہوئے پیش کیا ہے۔ دلیل یہ ہے۔

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ موجودہ قرآن مکمل ہے۔ اگر تم نے اسی پر عمل کیا۔ تو نار جہنم سے نجات پاؤ گے۔ اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

اہل سنت کے کہنے پر ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایت ذکر کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے صراحت فرمائی ہے۔ کہ موجودہ قرآن مکمل ہے۔

ملاحظہ ہو۔

صافی شرح اصول کافی:

بَلْ كُلُّهٗ قُرْاٰنٌ ثُمَّ قَالَ اِنْ اَخَذْتُمْ بِمَا فِيْهِ نَجَوْتُمْ مِنَ النَّارِ وَدَخَلْتُمُ الْجَنَّةَ فَاِنَّ فِيْهِ حُجَّتَنَا وَبَيَانَ حَقِّنَا وَفَرْضَ طَاعَتِنَا۔

(صافی شرح اصول کافی جزء ششم ص ۹۸ کتاب فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ موجودہ قرآن سب کا سب مکمل قرآن ہے۔ اور فرمایا۔ اگر تم نے اس میں موجود احکام پر عمل کیا۔ تو دوزخ کی آگ سے نجات پا جاؤ گے۔ اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ یقیناً اس

میں ہماری حجتیں ہیں۔ اور ہمارے حق کا بیان ہے۔ اور ہماری اطاعت
کا فرض ہونا مذکور ہے۔

جواب اوّل:

جواب سے قبل ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ مذکورہ حوالہ عرصہ ہوا۔ میں نے نقل رکھا تھا اور اس حوالہ کی اصل عبارت دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ بسیار کوشش کی کہ کہیں سے وہ صافی شرح اصول کافی مل جائے۔ لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ بالآخر ایک دن یہی کتاب حضرت العلامہ استاذ الکرم مولانا محمد عبدالحمید صاحب مدظلہ العالی مصنف تصانیف کثیرہ بشمول تحفہ جعفریہ کے ہاں مل گئی۔ میں نے مولوی اسماعیل گوجروی کی ذکر کردہ دلیل کی عبارت تلاش کی۔ تو عجیب عبارت ذکر کردہ ملی۔ تو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کہ اتنے بڑے شیعی مناظر نے کتنا بڑا فراڈ اور دھوکہ دیا ہے۔ کہ خوف خدا آیا۔ اور تھوڑی حیرت ہوئی۔ کہ یہی دشمن اسلام تھی۔ کہ کذب بیانی اور فریب کی آڑ لے کر میرے سامنے آ گئیں۔ اور جہاں جہاں مولوی موصوف نے ہاتھ مارا یا اُلٹ پھیر کیا۔ یہ بات میں نے اس لیے تحریر کی۔ تاکہ اصل عبارت میں خیانت کھل کر ظاہر ہو جائے۔ اور جواب دلیل بھی اسی عبارت سے پیش کیا جائے۔ تو لیجئے اصل عبارت یوں ہے۔

صافی شرح اصول کافی:

در واقع ایں نسبت را تائید مے کند آنچہ در کتاب احتجاج طبرسی نقل شدہ از امیرالمؤمنین کہ طلحہ بعد از کلام طویل بآنحضرت گفت فَأَخْبِرْنِي عَمَّا كَتَبَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ اَلْقُرْآنَ كُلَّهُ اَمْ فِيهِ مَا لَيْسَ بِقُرْآنٍ قَالَ طَلْحَةُ بَلْ كُلُّهُ قُرْآنٌ قَالَ إِنْ أَخَذْتُمْ بِمَا فِيهِ نَجَوْتُمْ مِنَ النَّارِ وَدَخَلْتُمُ الْجَنَّةَ فَإِنَّ فِيهِ

حُجَّتَنَا وَ بَیَانَ حَقِّنَا وَ فَرْضَ طَاعَتِنَا۔ مراد ازین است۔

کہ بار وجود منافات در احتمالات در قرأت آنقدر باقی ماندہ کہ صریحاً با شبہات

اہل بیت معصومین علیہم اجمعین احکام

(وسائل الشیعہ ج ۲ اصول کافی جزء ششم
ص ۹۵ باب النوادر کتاب فضل القرآن
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

(انا نحن نزلنا الذکر الخ) آیت کو لوگ موجودہ قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے پر دلیل پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کو موجودہ قرآن کے محفوظ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ ہمارے اس دعویٰ کے موافق یہ روایت بھی ہے۔ جو احتجاج طبرسی نامی کتاب میں مذکور ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کی گفتگو طویل ہو گئی۔ تو انہوں نے حضرت طلحہ سے پوچھا۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ جو صحیفہ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے لکھ کر تیار کیا۔ کیا وہ مکمل قرآن ہے۔ یا اس کی بعض باتیں وہ بھی ہیں۔ جو قرآن نہیں۔ حضرت طلحہ نے جواب دیا۔ نہیں بلکہ وہ تمام کا تمام قرآن ہی ہے۔ اور کوئی دوسری بات جو غیر قرآن ہو اس میں درج نہیں کی گئی۔ حضرت علی نے کہا۔ اگر تم اس کی تعلیمات و ہدایات پر عمل پیرا ہو گے۔ تو جہنم کی آگ سے نجات پاؤ گے۔ اور جنت میں داخل ہو گے۔ بے شک اس میں ہماری حجت ہے۔ ہمارے حق کا بیان ہے۔ اور ہماری اطاعت کے فرض ہونے کا ذکر ہے۔

جواب دوم:

اگر کوئی شخص مذکورہ عبارت کی یہ توجیہ پیش کرے۔ کہ حسبنا کتاب اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں موجود قرآن مکمل اور غیر محرف ہونے کے لیے آپ کا یہ ارشاد بطور دلیل رہ جاتا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی یہ بات اگر تم نے اس پر عمل کیا۔ تو متقی ہو جاؤ گے۔ اور کیونکہ ان الفاظ کا تقاضا ہے۔ کہ قرآن کو آپ مکمل سمجھتے تھے۔ تبھی تو اس پر عمل کرنے کی جزاء دوزخ سے رہائی بیان فرمائی۔ اگر یہ ناقص اور محرف ہوتا۔ تو پھر اس کی موجودہ احکامات پر عمل کرنے سے مذکورہ خوشخبری کیونکر درست ہو سکتی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرما دیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک موجودہ قرآن مکمل ہے۔ اور مدار نجات ہے۔

اس استدلال کے بارے میں ہم نے جواب اول میں واضح کر دیا ہے۔ کہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ وضاحت آ چکی ہے۔ کہ وہ (بقول اہل تشیع) موجودہ قرآن کو ناقص اور ساقط سمجھتے ہیں۔ جس پر یہ الفاظ صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔ وہ ملاحظہ ہوں۔ اس سے کیا وجوب استقاط الخ۔

اس کے علاوہ ہم اہل تشیع کی زبانی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس حوالہ سے یہ مان لیتے ہیں۔ کہ آپ موجودہ قرآن کے مکمل ہونے کے معتقد تھے لیکن ہم اہل تشیع سے یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ یہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جن کی بابت احتجاج طبرسی میں خود ان کا قول موجودہ قرآن کے بارے میں واضح طور پر بتلا رہا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجودہ قرآن کو قطعاً مکمل اور غیر محرف نہیں جانتے تھے۔ قول ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر۔

احتجاج طبرسی:

لَوْ شَرَحْتُ لَکَ کُلَّ مَا اُسْقِطَ وَحُرِّفَ وَبُدِّلَ مِمَّا یَجْرِیْ ھٰذَا الْمَجْرٰی لَطَالَ وَظَھَرَ مَا تَحْظُرُ التَّقِیَّۃُ اِظْھَارَہٗ۔

(۱) احتجاج طبرسی جلد اول ص ۳۷۷ احتجاج علی علیہ السلام علی زندیق فی آی متشابہ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

(۲) احتجاج طبرسی ص ۱۳۵ طبع قدیم

ترجمہ:

اگر تیرے سامنے میں ان تمام آیات وکلمات کی تشریح کروں۔ جو موجودہ قرآن سے نکال دیئے۔ اور تبدیل کر دیئے گئے۔ اور تحریف کر دیئے گئے۔ اور ان کے علاوہ کچھ اور جس سے جو کچھ قرآن کے ساتھ کی گئی سکے بیان کیا گیا۔ تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ اور تقیہ جس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ظاہر نہ کیا جائے۔ وہ ان تمام آیات وکلمات کی تشریح میں نہیں کرتا)

آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول سے بخوبی جان لیا ہوگا کہ اس قول کے مطابق بوجہ تقیہ آپ موجودہ قرآن کے مکمل ہونے کے بالکل قائل نہیں۔ اور آپ کی طرف سے یہ دلیل کہ جس کے ذریعہ موجودہ قرآن کو مکمل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی ناکام ہو گئی جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں شیعہ کتب کے حوالہ جات کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ کہ چند حضرات کے سوا پوری جماعت شیعہ اس بات کی معتقد ہے۔ کہ موجودہ قرآن تک ہر طرح کی تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اس کا کوئی معتبر نہیں ہے۔ اور

پھر فرقہ زیدیہ کا ہی عقیدہ کو دیکھیے علامے متقدمین کا عقیدہ حق کی قسم ہے ان کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں تو پھر ایسے دلائل جو کہ خود ان کے اجماعی اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ہوں انہیں پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ ہم اہل تشیع موجودہ قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کے قائل نہیں ہیں کون ان پر اعتبار کرے گا۔ دراصل یہ ہر دو رنگی صرف اس لیے تا کہ اپنے عیب پر پردہ ڈال سکیں اور حقیقت حال کو ظاہر ہونے نہ دے سکیں اس قسم کے فریب اور فراڈ عوام پر تو چل سکتے ہیں لیکن صاحبانِ عقل و خرد ان کے جال میں نہیں پھنس سکتے۔

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ

فصل چہارم

اہل تشیع کے نزدیک موجودہ قرآن بھی ناقابل عمل ہے اور ائمہ معصومین سے مروی احادیث بھی

اہل تشیع کی معتبر کتب میں ان کا یہ عقیدہ ان الفاظ میں مذکور ہے۔ کہ موجودہ قرآن کے احکام پر عمل اب مجبوری کا اس وقت تک ہے جب تک امام زمانہ امام مہدی ظاہر نہ ہوں گے۔ لیکن جب وہ ظہور فرما ہوں گے تو اصل قرآن وہ ساتھ لائیں گے جس کے بعد موجودہ قرآن پر عمل کرنا ختم ہو جائے گا۔ اصل عبارت یوں ہے۔

انوار نعمانیہ:

فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ جَازَ الْقِرَاءَةُ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مَعَ مَا لَحِقَهُ مِنَ التَّغْيِيْرِ قُلْتُ قَدْ وَرَدَ فِي الْاَخْبَارِ اَنَّهُمْ

اَمَرُوْا شِيْعَتَهُمْ بِقِرَاءَةِ هٰذَا الْمَوْجُوْدِ
مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَالْعَمَلِ
بِاَحْكَامِهٖ حَتّٰى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبُ
الزَّمَانِ فَيَرْتَفِعَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ مِنْ اَيْدِي
النَّاسِ اِلَى السَّمَآءِ وَيُخْرِجُ الْقُرْاٰنَ
الَّذِيْ اَلَّفَهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيُقْرَأُ
وَيُعْمَلُ بِاَحْكَامِهٖ رَوَى الْكُلَيْنِيُّ بِاِسْنَادِهٖ
اِلٰى سَالِمِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ عَلٰى
اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَا اَسْتَمِعُ حُرُوْفًا
لَيْسَ عَلٰى مَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ فَقَالَ اَبُوْ
عَبْدِ اللّٰهِ مَهْ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ
وَاقْرَأْ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتّٰى يَقُوْمَ
الْقَائِمُ فَاِذَا قَامَ قَرَأَ كِتَابَ اللّٰهِ عَلٰى
حَدِّهٖ وَاَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِيْ كَتَبَهٗ
عَلِيٌّ وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ عَلِيًّا لَمَّا
فَرَغَ مِنْ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنِ قَالَ لَهُمْ هٰذَا
كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَقَدْ جَمَعْتُهٗ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ
فَقَالُوْا هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيْهِ
الْقُرْاٰنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ
مَا تَرَوْنَهٗ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا اِنَّمَا

فَكَانَ عَلَيَّ أَنْ أُخْبِرَكُمْ حِيْنَ جَمَعْتُهُ بِقَصْرِهِ وَ
الْأَخْبَارُ الْوَارِدَةُ بِهٰذَا الْمَضْمُوْنِ كَثِيْرَةٌ جِدًّا۔

(۱- انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۰ نور فی الصلوٰۃ مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید)

(۲- انوار نعمانیہ ص ۲۳۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:-

اگر تو یہ کہے کہ اس موجودہ قرآن کی تلاوت و قراءت کیوں کر جائز ہے۔ حالانکہ اس میں بہت کچھ تبدیلی لائی گئی۔ تو میں جواباً کہوں گا کہ درست کی روایات میں وارد ہے۔ کہ حضرات ائمہ معصومین نے اپنے شیعوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اسی موجودہ قرآن ہی کو دوران نماز تلاوت کر سکتے ہو۔ اور اسی کے احکام پر عمل کرتے رہو۔ یہاں تک کہ ہمارے آقا صاحب الزمان امام مہدی کا ظاہر ہو جائیں۔ پھر جب وہ ظاہر ہوں گے۔ تو لوگوں کے ہاتھوں سے یہ موجودہ قرآن آسمان کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ اور امام مہدی وہ قرآن نکالیں گے۔ جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ تو پھر اسی کی تلاوت ہوگی۔ اور اسی کے احکام پر عمل ہوگا۔

اور کلینی نے سالم بن سلمہ کی اسناد کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن پڑھا میں نے اس سے الفاظ سنے۔ جو عام لوگ نہیں پڑھتے تھے۔ تو حضرت امام جعفر نے فرمایا۔ اس کو چھوڑ دے۔ اور ایسا کہ جیسا کہ اسی طرح اسی الفاظ سے پڑھو جو عام پڑھتے ہیں۔ اور یہ امام کی طرح پڑھنا اس وقت

تک قابل عمل رہے گا۔ جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہو جاتا جب وہ ظاہر ہو جائیں گے
تو اصل قرآن لائیں گے۔ اور تلاوت اُسی قرآن کی کریں گے جسے حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔

اسی حدیث میں مذکور ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس قرآن کے جمع کرنے سے فارغ ہو گئے۔ تو آپ نے ابو بکر و عمر وغیرہ کو کہا۔ یہ کتاب اسی طرح جمع کی گئی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی۔ میں نے اسے دو گتوں کے درمیان ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں نے کہا۔ یہ تو رد ہو گا۔ ہمارے پاس بھی ایک مصحف ہے جس میں پورا قرآن جمع ہے۔ اس لیے ہمیں تمہارے جمع شدہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ خدا کی قسم آج کے دن کے بعد کبھی بھی تمہیں یہ قرآن جو میں نے جمع کیا دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ میری ذمہ داری تھی۔ کہ میں تمہیں اس امر کی اطلاع کر دوں۔ کہ میں نے جمع کر دیا ہے۔ تاکہ تم اس کی قراءت و تلاوت کرو۔ اس مضمون یعنی قرآن میں تحریف و تبدیلی کے مسئلہ پر ان کی بہت سی احادیث و روایات کتب میں وارد ہیں۔

ثابت ہوا:

کہ موجود قرآن با امر مجبوری ایک مدت تک قابل عمل ہے۔ جب مجبوری ختم ہو جائے گی۔ تو یہ قرآن بھی آسمانوں کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ پھر اصلی قرآن لوگوں کو دیکھنا پڑھنا نصیب ہوگا۔

نوٹ:۔

ہم نے اوراق الٹانے کی جو روایت ذکر کی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی ذہن میں اس

کے بارے میں کیا یہ تصور قائم نہ کریں کہ ان کی تمام کی روایت کا کیا مقام ہے۔ کوئی صحیح اور مستند روایت ہونی چاہیئے۔ تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے اور روایت مذکورہ کے مستند اور صحیح ہونے کے لیے ہم خود اس کتاب کے مصنف کی زبانی آپ کو باور کراتے ہیں۔ کہ یہ روایت تو صرف ایک روایت ہے۔ مذکورہ کتاب کی تو ساری کی ساری روایات صحیح اور مستند ہیں۔

لیجئے مصنف "انوار نعمانیہ" کی زبانی سنئے۔

انوار نعمانیہ کی ہر روایت صحیح اور مستند ہے:

وَسَمَّيْتُهُ كِتَابَ الْأَنْوَارِ النُّعْمَانِيَّةِ ----
---- وَقَدِ الْتَزَمْنَا أَنْ لَا نَذْكُرَ فِيْهِ
إِلَّا مَا أَخَذْنَاهُ عَنْ أَرْبَابِ الْعِصْمَةِ
الطَّاهِرِيْنَ أَوْ مَا صَحَّ عِنْدَنَا مِنْ كُتُبِ
النَّاقِلِيْنَ فَإِنَّ كُتُبَ التَّوَارِيْخِ أَكْثَرُهَا
قَدْ نَقَلَهُ الْجُمْهُوْرُ مِنْ تَوَارِيْخِ
الْيَهُوْدِ وَلِهٰذَا كَانَ أَكْثَرُ مَا فِيْهَا
الْأَكَاذِيْبُ الْفَاسِدَةُ۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۴ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

میں نے اس کتاب کا نام "انوار نعمانیہ" رکھا .... ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں ہم وہی کچھ لکھیں گے۔ جو آئمہ یا حضرات

المسیئۃ الی خلافہ۔

(ضربت حیدریہ جلد دوم ص ۱۱)

ترجمہ:

فرقہ امامیہ شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن اس وقت تک قابل عمل ہے
جب تک امام العصر امام مہدی ظہور نہیں فرماتے۔ وہ اس وقت تک
یہ قابل تمسک و احتجاج ممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات ائمہ معصومین
نے عوام (اہل تشیع) کا جب اس مجبوری اور پریشانی کو جانا کہ جب
تک امام معصوم ظہور نہیں فرماتے اس وقت عوام کی اس قرآن تک رسائی
ہے جو حقیقی نزول ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ ناممکن ہے۔ لہذا اس
مجبوری کی بنا پر موجودہ قرآن پر عمل کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ حضرات
ائمہ معصومین کے موجودہ قرآن سے تمسک کی اجازت دینے کا یہ مطلب ہرگز
نہیں کہ ان کے نزدیک موجودہ قرآن کی ترتیب حقیقی نزول اور مطابق واقعہ
ہے۔ اور واجب العمل ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا اس موجودہ
قرآن کا قابل عمل ہونا اور اس سے تمسک و احتجاج کرنا درست باعتبار اصل
قرآن امام پر عمل کرنا ہے۔ مگر موجودہ قرآن کی نفس ترتیب قابل عمل ہوگی اور
یہ کہ یہ بامر مجبوری تمسک عام اور کل طور پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت تک ہے
جب تک کہ حضرات ائمہ معصومین سے بطور نص اس کی مخالفت ثابت نہ ہو۔
یا ان سے مروی نصوص کی تردید کے تحت یہ کا حال نہ ہو۔ ورنہ اس موجودہ قرآن
کے خلاف ان فرامین کے مطابق ہی عمل کرنا واجب ہوگا۔

خلاصہ:

عبارت حیدریہ اور الرضائیہ دونوں کتابوں کے حوالہ جات سے یہ بات کھل کر سامنے آئی۔

۱۔ موجودہ قرآن کی آیات سے تمسک و احتجاج اور اس کے احکام پر عمل بامر مجبوری ہے

۲۔ یہ تمسک و احتجاج ظہور مہدی تک ہے۔

۳۔ موجودہ قرآن کی ترتیب وہ نہیں۔ جس پر یہ نازل ہوا۔

۴۔ حقیقی نزولی ترتیب اس قرآن کی ہے۔ جو امام مہدی کے پاس ہے۔

۵۔ موجودہ قرآن پر عمل اور اس سے تمسک اس بنا پر نہیں۔ کہ یہ قرآن ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ائمہ معصومین نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا درحقیقت یہ ائمہ کے احکام کی پیروی ہے۔ نہ کہ قرآن کی حقیقت کو تسلیم کرنا ہے۔

۶۔ ائمہ کی طرف سے موجودہ قرآن پر عمل کلی اور عموم کے طور پر نہیں۔ بلکہ اس کے لیے بھی ان شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔ ۱۔ حضرات ائمہ سے منقول کسی نص کے مخالف نہ ہو۔ ۲۔ یا اس سے منقول روایات کی مخالفت کا دروازہ نہ کھلتا ہو۔ اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں۔ تو قرآن کو چھوڑ کر ائمہ کے ارشادات پر عمل ہوگا

اس خلاصہ سے ایک بات سامنے آتی ہے۔ کہ قرآن پر عمل کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ حقیقت اور اصلیت ائمہ معصومین کے ارشادات کی ہے۔ اور یہ احادیث ہی اس قابل تمسک اور احتجاج ہیں۔ اب ہم اسی بات کی تحقیق کرتے ہیں۔ کہ ائمہ معصومین سے مروی روایات کے متعلق اہل تشیع کیا کہتے ہیں۔ کیا بے چون و چرا ان سے مروی ہر روایت قابل عمل اور لائق تمسک ہے یا اس کے لیے بھی کوئی ان کے ہاں معیار و شرائط ہیں

ائمہ اہل بیت کی مرویات باہم متضاد ہیں لہٰذا قرآن کی تائید کے بغیر ان کی روایات قابل عمل نہیں

اہل تشیع اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت کی احادیث کے بہت زیادہ اختلافات اور واضح تضاد موجود ہے۔ حتیٰ کہ کسی ایسی حدیث کا پایا جانا تقریباً ناممکن ہے کہ جس کے خلاف انہی سے مروی حدیث موجود نہ ہو۔ اسی پس منظر میں اگر مذہب شیعہ کو دیکھا جائے۔ تو ان کی بے بسی اور پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ آخر کیوں نہ بڑھے جبکہ ان کے مذہب کی بنیاد ہی احادیث ائمہ ہیں۔ ان کی پریشان حالی خود ان کی زبانی سنیئے۔

اساس الاصول:۔

اَلْاَحَادِیْثُ الْمَأْثُوْرَةُ عَنِ الْاَئِمَّةِ مُخْتَلِفَةٌ جِدًّا لَا یَکَادُ یُوْجَدُ حَدِیْثٌ اِلَّا وَفِیْ مُقَابَلَتِهٖ مَا یُنَافِیْهِ وَلَا یَتَّفِقُ خَبَرٌ اِلَّا بِاِزَائِهٖ مَا یُضَادُّهٗ حَتّٰی صَارَ ذٰلِكَ سَبَبًا لِرُجُوْعِ بَعْضِ النَّاقِصِیْنَ عَنْ اِعْتِقَادِ الْحَقِّ کَمَا صَرَّحَ بِهٖ شَیْخُ الطَّائِفَةِ فِیْ اَوَائِلِ التَّهْذِیْبِ وَالْاِسْتِبْصَارِ وَمَنَاشِیْ هٰذِهٖ

الاستبصار میں شیخ الطائفہ نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے روایات معصومین
میں اس اختلاف کے مختلف اسباب ہیں۔ مثلاً تقیہ۔ مزید کثرت روایات
سننے والے کا اشتباہ ہو جانا۔ نسخ، تخصیص، تقیید وغیرہ یہ اور
بہت سے دوسرے اسباب ہیں۔ جن کی روایات اہل بیت
میں تصریح موجود ہے۔ اور کوئی سی دو حدیثوں کے مابین موجود
اختلاف و تضاد کو دور کر کے اس کیفیت تک پہنچا کر ان سے علم و یقین
کی دولت مل جائے انتہائی مشکل ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عملاً
طاقت انسانی سے باہر ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

تہذیب الاحکام:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلِيِّ الْحَمْدِ وَمُسْتَحِقِّهِ وَ
صَلَوَاتُهُ عَلٰى خِيَرَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا ذَاكَرَنِي
بَعْضُ الْاَصْدِقَاءِ اَيَّدَهُ اللّٰهُ مِمَّنْ
اَوْجَبَ عَلَيْنَا حَقَّهُ بِاَحَادِيثِ اَصْحَابِنَا
اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ وَرَحِمَ السَّلَفَ مِنْهُمْ وَ
مَا وَقَعَ فِيهَا مِنَ الْاِخْتِلَافِ وَالتَّبَايُنِ
وَالْمُنَافَاةِ وَالتَّضَادِّ حَتّٰى لَا يَكَادُ
يَتَّفِقُ خَبَرٌ اِلَّا بِاِزَائِهِ مَا يُضَادُّهُ
وَلَا يَسْلَمُ حَدِيثٌ اِلَّا وَفِي مُقَابَلَتِهِ
مَا يُنَافِيهِ حَتّٰى جَعَلَ مُخَالِفُونَا ذٰلِكَ
مِنْ اَعْظَمِ الطُّعُونِ عَلٰى مَذْهَبِنَا

وتطرقوا بذلك الى ابطال معتقدنا
وذكروا انه لم يزل شيوخكم السلف
والخلف يطعنون على مخالفيهم بالاختلاف
الذي يدينون الله تعالى به ويشنعون عليهم بافتراق كلمتهم
في الفروع ويذكرون ان هذا مما
لا يجوز ان يتعبد به الحكيم ولا ان
يبيح العمل به العليم وقد وجدناكم
اشد اختلافا من مخالفيكم واكثر تباينا
من مباينيكم ووجود هذا الاختلاف
منكم مع اعتقادكم بطلان ذلك دليل
على فساد الاصل حتى دخل على جماعة
ممن ليس لهم قوة في العلم ولا بصيرة
بوجوه النظر ومعاني الالفاظ
شبهة وكثير منهم رجع
عن اعتقاد الحق لما اشتبه
عليه الوجه في ذلك وعجز عن
حل الشبهة فيه سمعت شيخنا ابا
عبد الله ايده الله يذكر ان
ابا الحسين الهاروني العلوي كان
يعتقد الحق ويدين بالامامة
فرجع عنها لما التبس عليه

الْأَمْرُ فِي اخْتِلَافِ الْأَحَادِيثِ وَتَرَكَ الْمَذْهَبَ وَدَانَ بِغَيْرِهِ لَمَّا لَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُ وُجُوهُ الْمَعَانِي فِيهَا وَهٰذَا يَدُلُّ أَنَّهُ دَخَلَ فِيهِ عَلَى غَيْرِ بَصِيرَةٍ وَاعْتَقَدَ الْمَذْهَبَ مِنْ جِهَةِ التَّقْلِيدِ لِأَنَّ الْاِخْتِلَافَ فِي الْفُرُوعِ لَا يُوجِبُ تَرْكَ مَا ثَبَتَ بِالْأَدِلَّةِ مِنَ الْأُصُولِ۔

(تہذیب الاحکام مصنفہ شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی جلد اول ص ۲-۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

تمام تعریفیں اس کے لیے جو تعریف کا مالک اور مستحق ہے۔ اور اس کی رحمتیں اس کی مخلوق میں سے بہترین لوگوں یعنی محمد اور آل محمد پر اور اللہ کی طرف سے ان پر سلامتی ہو۔ میرے ایک دوست (خدا اس کی مدد کرے) نے ہمارے اصحاب کی احادیث مجھے یاد دلائیں۔ یہ وہ شخص تھا جس کا حق ہم پر لازم ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارے اصحاب احادیث پر رحم فرمائے۔ اس شخص نے مذکورہ احادیث میں واقع اختلاف تباین منافات اور تضاد کی بھی یاد دلائی۔ یہ اختلاف روایات اس حد تک ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی ایسی حدیث ہے کہ جس کے مقابلہ میں اس کی ضد نہ ہو۔ اور شاذ ہی کوئی روایت قابل تسلیم ہے کہ جس کی منافی حدیث موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہمارے مخالفین نے اسی اختلاف کو ہمارے مذہب پر اعتراض کرنے کے لیے ایک عظیم حربہ بنایا۔ اور اسی

بنا پر ہمارے عقائد کے بطلان کو راستہ پایا۔ ان مخالفین اہل تشیع
نے یہ کہا کہ اے شیعو! تمہارے اگلے پچھلے اپنے مخالفین پر طعن
کرتے ہیں کہ اے ہمارے مخالفو! تم نے جن باتوں پر اپنے دین کی
بنیاد رکھی ہے۔ اور ان باتوں کو اللہ کا دین کہتے ہو۔ وہ تو باہم مختلف
ہیں۔ اور یہ انتہائی قابل مذمت طریقہ ہے۔ کہ تمہارے علماء کے باہمی
فروعی اختلافات ایک حقیقت ہیں۔ اور اس پر مزید یہ کہ کیا ایسی باتوں کو
کوئی صاحب حکمت اپنا دین قرار دے سکتا ہے۔ اور کوئی صاحب
علم اس کو درست کہہ سکتا ہے؟

اے شیعو! کیا تمہارا روایات واحادیث کا اختلاف تمہارے ان اختلافات
سے بڑا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں۔ کہ تمہاری احادیث کے مابین تباین اپنی شکل آپ
ہے۔ ان شدید وعظیم اختلافات کے ہوتے ہوئے اور وہ بھی ایسے کہ تم ان کے اقراری
ہو۔ کیا تمہارے مذہب کے اصل کے فساد کی دلیل نہیں؟

یہی اختلاف روایات کچھ ایسے لوگوں کے لیے مذہب شیعہ چھوڑنے کا سبب
بنا۔ جنہیں علم کی مضبوطی حاصل نہ تھی۔ اور نہ ہی انہیں نظر و فکر کے طریقوں کی بصیرت
میسر تھی۔ اسی اختلاف نے انہیں بہت بڑے شبہ میں ڈال دیا۔ جب وہ اس
کا حل تلاش کرنے میں ناکام ہوئے۔ تو راہ حق سے پھر گئے۔

میں نے اپنے شیخ ابو عبداللہ رحمۃ اللہ کی تائید کرتے سنا کہ ابو الحسین
ہارونی علوی پہلے اعتقاد حق اور مذہب شیعہ پر تھے۔ اور مسئلہ امامت ان کا دین
تھا۔ پھر جب ائمہ اہل بیت کی احادیث کے اختلافات سے ان کے حق میں اشتباہ
واقع ہو گیا دکھائی دیا۔ تو یہ مذہب چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا۔ کیونکہ ان روایات
واحادیث کے معانی کی مختلف وجوہات ان پر عیاں نہ ہو سکیں۔ اس

مذہب شیعہ کو ترک کر دینا یا چھوڑ دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس سے یہ مذہب بغیر بصیرت کے محض تقلید کی طرح پہ چلایا جاتا تھا۔ کیونکہ فروعی مسائل میں اختلافات کا پایا جانا یہ لازم نہیں کر دیتا۔ کہ ان اصول کو یکسر غیر آباد کہہ دیا جا سکے۔ جو دلائل و براہین سے ثابت ہوں۔

دونوں حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ ائمہ اہل بیت سے مروی احادیث و روایات اس قدر باہم مختلف ہیں۔ کہ شاید ہی کوئی ایسی روایت مل سکے۔ کہ جس کے خلاف روایت موجود نہ ہو۔

۲۔ یہی اختلاف احادیث بعض شیعوں کے لیے مذہب شیعہ کو چھوڑ دینے کا سبب بنا۔ جیسا کہ ابو الحسین ہارونی میں شامل ہے۔ یہ پہلے شیعی امامی تھا لیکن اختلاف احادیث کی بنا پر مذہب شیعہ سے تائب ہو گیا۔

۳۔ کوئی کس درجہ احادیث کے اختلاف کو اس طرح ختم کر دیا کہ ان سے یقین و علم کی دولت حاصل ہو سکے۔ نہایت مشکل امر ہے۔ اور یہ قوت انسان سے باہر ہے۔

۴۔ اس اختلاف کی بہت سی وجوہات ہیں۔ جن میں تقیہ و وضع احادیث بہت اہم ہیں۔

اب بیچارے کدھر جائیں؟

موجودہ قرآن پر تو سرے سے غیر محرف ہونے کا ایمان و اعتقاد ہی نہ تھا۔

یا مجبوری ان کے کہنے پر امام مہدی کے ظہور تک قابل عمل سمجھا۔ اور وہ بھی اتنا حصہ جو احادیث ائمہ کے خلاف نہ ہو۔ یا جس کی تائید ائمہ اہل بیت کی احادیث سے ہوتی ہو۔ اب جس کتاب پر دارومدار تھا (یعنی احادیث ائمہ) اس میں جو کچھ گڑبڑ ہے۔ ہم نے اس کی نشاندہی کر دی۔ جو راویان کا تقیہ ان کے ائمہ کی روایات کو لے ڈوبا۔ ان کی اغراض و خواہش نے ان گنت احادیث بنا لیں۔ تو وہ سہارا بھی ٹوٹ گیا۔ جس مکان کی مضبوطی پر قلعہ کو قربان کیا۔ وہ ریت کا گھروندا نکلا۔ شیعہ کی کشتی کے لیے جس کو تناور درخت سمجھا وہ اکھڑا ہوا گھاس کا تنکا تھا۔ اب نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔

ائمہ کی مرویات میں اختلاف کی خلیج کو پاٹنا طاقت بشری سے خارج امر ہے اب اہل تشیع سے یہی پوچھنا چاہیے کہ کدھر جائیں۔ اور کیا کریں؟ تو وہ اس مصیبت سے نکلنے کی تجویز بتلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ

وہ ہمارے ائمہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہماری جو حدیث قرآن کے مطابق ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اس سے احتجاج و استدلال کرو۔ لیکن جو قرآن سے ٹکرا جائے اور مخالفت نکلے۔ اسے چھوڑ دو۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

امالی شیخ صدوق :۔

عن الصادق جعفر بن محمد (١) عن ابيه عن جده قال قال علي (ع) ان على كل حق حقيقة وعلى كل صواب نورا فما وافق كتاب الله فخذوه وما خالف كتاب الله فدعوه۔

(١) امالی الشیخ الصدوق ص ۲۲۱ المجلس التاسع والخمسون۔
مطبوعہ قم۔ ایران

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے والد جان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے شک ہر سچی بات کی ایک حقیقت ہے۔ اور ہر صواب و درست بات پر اللہ کا نور ہے۔ تو وہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو۔ اس کو قابل عمل سمجھو۔ اور جو اس کے مخالف ہو۔ اس کو چھوڑ دو۔

احتجاج طبرسی:

فَاِذَا اَتٰىكُمُ الْحَدِيْثُ عَنِّىْ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِىْ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِىْ فَخُذُوْا بِهٖ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِىْ فَلَا تَاْخُذُوْا بِهٖ

(احتجاج طبرسی ابو جعفر محمد علی بن یحیٰ بن اکثم مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:-

پس جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی حدیث پہنچے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت پر پیش کرو۔ پھر جو حدیث اللہ کی کتاب اور میری سنت کے موافق ہو۔ اس کو پکڑ لو۔ (یعنی قابل عمل سمجھو) اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے مخالف ہو۔ اسے ہرگز نہ پکڑو۔

رجال کشی:-

حَدَّثَنِىْ هِشَامُ بْنُ الْحَكَمِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ لَا تَقْبَلُوْا عَلَيْنَا حَدِيْثًا اِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْاٰنَ

یعنی ان کے نام سے جھوٹی روایات بیان کیں اور نقل کیں۔

رجال کشی:-

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ (ع) قَالَ کَانَ بَنَانٌ کَذَّابًا یَکْذِبُ عَلَیْہِ وَلَمْ یُسَمِّہٖ وَکَانَ لِلْحُسَیْنِ (ع) کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْہِ وَلَمْ یُسَمِّہٖ وَکَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَکَانَ الْمُغِیْرَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ۔

(رجال کشی ص ۱۹۷)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے جھوٹی روایات بیان کرنے والا ایک کذاب تھا۔ اس کا نام نہیں لیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھی ایک کذاب تھا۔ اس کا نام بھی نہ لیا۔ مختار نامی شخص حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھتا تھا۔ ان سے منسوب جھوٹی روایات ذکر کرتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے والد گرامی کے بارے میں کذب بیانی کیا کرتا تھا۔

نوٹ:-

روایت مذکورہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کی روایات میں اختلاف در اصل ایک سازش کے تحت وجود میں آیا۔ وہ یہ کہ ہر امام کی باتوں میں گھڑت باتیں شامل کرنے والا اور ان کی طرف سے جھوٹی باتوں کو پیش کرنے والا ہر دور میں کوئی نہ کوئی موجود رہا۔ ان کذاب لوگوں کے کذب و دروغ کی وجہ سے حضرات ائمہ کی احادیث میں اس قدر غلط ملط ہو گیا کہ صحیح اور غلط کے مابین امتیاز بہت

مشکل ہو گیا۔ بلکہ انہی کے ایک محقق علامہ طوسی کے بقول یہ امتیاز طاقت بشری سے باہر ہے۔

الحاصل:

اہل تشیع کے نزدیک قرآن کریم کی صحت اور تکمیل اس طرح ممکن تھی۔ کہ اسے حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث پر پیش کر کے دیکھا جائے۔ قرآن کریم کی جو آیت یا سورۃ ان حضرات کے فرامین و ارشادات سے متصادم ہو۔ وہ قرآن نہیں بلکہ کسی نے ایسی آیت و سورۃ قرآن میں داخل کر دی ہے۔ گویا تحریف و عدم تکمیل کے یہ لوگ قائل ہیں۔ اور اصل قرآن کی پہچان کا طریقہ احادیث ائمہ اہل بیت کو قرار دیتے ہیں۔

لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے۔ کہ جن احادیث کو قرآن کی درستگی و صحت کا معیار مقرر کیا۔ انہی کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے بقول کذاب لوگوں نے جھوٹی روایات کی اس قدر بھرمار کر دی۔ کہ غلط و صحیح کے درمیان حد امتیاز کھینچنا اگرچہ ناممکن نہ ہو لیکن طاقت بشری سے باہر ہے۔ اب ایک عام آدمی یہ سوچتا ہے کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث میں سچ و جھوٹ کو الگ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو اس کا جواب انہی احادیث میں یہ دیا گیا کہ جو حدیث بھی قرآن کے خلاف ہو وہ ان کی حدیث نہیں۔ اور اسی بنا پر وہ ناقابل تسلیم و عمل ہے۔ تو یہ ایک ایسا چکر بن گیا۔ کہ دونوں کو پرکھنا ممکن نہ رہا۔ اور نہ احادیث کی صحت کا کوئی طریقہ سامنے آیا جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اہل تشیع کو نہ تو قرآن کے غیر محرف اور کامل ہونے پر ایمان و یقین ہے۔ اور نہ ہی ائمہ اہل بیت سے مروی احادیث کی صحت کا یقین۔

قرآن کریم سے اس سلوک کی راہ آ اس وجہ سے نکل کر یار لوگوں کو یہ گوارا نہ تھا کہ اسے جمع کرنے کا کام حضرات صحابہ کرام کرتے۔ صحابہ کرام سے تو عداوت تھی بغض کی بنا پر قرآن کریم کے کامل اور غیر محرف ہونے پر یقین نہ آیا۔ لیکن ان حضرات (یعنی ائمہ اہل بیت) پر ان کے دین و ایمان کا دار و مدار تھا۔ ان کی احادیث کے بارے میں ان کا یہ رویہ عجیب سا لگتا ہے۔ کس دل گردے کے ساتھ ان کے محقق شیخ طوسی نے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے مروی احادیث کے اختلافات کے اسباب کا تمیز اتنا بڑا کام ہے کہ انسانی طاقت اس کا متحمل نہیں ہو سکتی۔ قرآن تو پہلے ہی چھوڑ چکے تھے۔ اب جن پر ان کے دین و ایمان کا تکیہ تھا وہ بھی منہدم ہو گئیں۔ اگر ان حالات میں کوئی انصاف پسند یہ نتیجہ نکالے۔ کہ اہل تشیع کے پاس نہ قرآن رہا۔ نہ ائمہ اہل بیت کی کوئی با وثوق روایت۔ ان دونوں کے معدوم ہونے سے ایمان کا قائم کیونکر ممکن نہ ہوگا؟

تکملہ بحث تحریف قرآن کے بارے میں چند ضروری گزارشات

۱۔ اہل تشیع کی معتبر کتب کے حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تحریف قرآن کی روایات ان کے نزدیک دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔

۲۔ اس کی بنا پر تحریف قرآن کا ثبوت درجہ اعتبار مستفیض بلکہ متواترہ رکھتا ہے۔

فصل الخطاب :

وَهِيَ كَثِيرَةٌ جِدًّا حَتَّى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَةُ اللهِ الْجَزَائِرِيُّ فِي بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهِ كَمَا حُكِيَ عَنْهُ أَنَّ الْأَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلَى ذَالِكَ تَزِيدُ عَلَى أَلْفَيْ حَدِيثٍ وَادَّعَى اِسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيدِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ بَلِ الشَّيْخُ أَيْضًا صَرَّحَ فِي التِّبْيَانِ بِكَثْرَتِهَا بَلِ ادَّعَى تَوَاتُرَهَا جَمَاعَةٌ ـ

(فصل الخطاب ص ۳۰ مطبوعہ ایران)

ترجمہ :-

قرآن کریم کے محرف ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ سید نعمت اللہ الجزائری نے اپنی بعض کتابوں میں کہا ہے۔ جو ان سے حکایت بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ احادیث واخبار جو کہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان روایات کے متعلق ایک بہت بڑی جماعت نے ان کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جن میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ شامل ہیں۔ بلکہ شیخ طوسی نے تو ان روایات کی کثرت کی تصریح کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا۔ کہ ایک جماعت نے ان روایات کو متواتر قرار دیا ہے۔

۲۔ شیعہ مشائخ اور مجتہدین کا ان روایات کی وجہ سے بانگ دہل عقیدہ

ہے کہ موجودہ قرآن واقعی محرف ہے۔

تفسیر صافی:

وَأَمَّا اعْتِقَادُ مَشَايِخِنَا فِي ذٰلِكَ فَالظَّاهِرُ
مِنْ ثِقَةِ الْإِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ الْكُلَيْنِيِّ
طَابَ ثَرَاهُ أَنَّهُ كَانَ يَعْتَقِدُ التَّحْرِيفَ وَ
النُّقْصَانَ فِي الْقُرْآنِ لِأَنَّهُ كَانَ رَوَى
رِوَايَاتٍ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى فِي كِتَابِهِ
الْكَافِي وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِقَدْحٍ فِيهَا
مَعَ أَنَّهُ ذَكَرَ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ
أَنَّهُ كَانَ يَثِقُ بِمَا رَوَاهُ فِيهِ وَ
كَذٰلِكَ أُسْتَاذُهُ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
الْقُمِّيُّ فَإِنَّ تَفْسِيرَهُ مَمْلُوٌّ مِنْهُ
وَلَهُ غُلُوٌّ فِيهِ وَكَذٰلِكَ الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ
أَبِي طَالِبٍ الطَّبْرَسِيُّ فَإِنَّهُ أَيْضًا نَسَجَ عَلٰى
مِنْوَالِهِمَا فِي كِتَابِ الْاِحْتِجَاجِ۔

(تفسیر صافی مصنفہ ملا محسن فیض کاشانی شیعی
جلد اول ص ۳۴ المقدمۃ السادسۃ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

رہی تحریف و تبدیلی قرآن کریم کے بارے میں ہمارے مشائخ کے
اعتقاد کی بات تو ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی سے یہ بات

بالکل ظاہر ہے۔ کہ وہ اس میں تحریف و نقصان کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اسی موضوع پر اپنی کتاب الکافی میں حدیث کی روایات ذکر کیں اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کسی روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنی اسی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے کہ اس کتاب میں وہ ایسی روایات ذکر کریں گے۔ جو باوثوق ہیں۔ اسی طرح ان کے استاذ علی بن ابراہیم القمی بھی اس عقیدہ کے معتقد تھے۔ ان کی تفسیر ایسی روایات سے بھری پڑی ہے۔ اس موضوع میں انہوں نے حد سے بڑھ کر بہت زیادہ غلو کیا۔ ان دونوں کی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی اپنی کتاب الاحتجاج میں ان دونوں کے نقش قدم پر چلے۔

۲۔ قرآن کریم کی باعتبار مادہ کلام اور اعراب کے تحریف پر شیعہ علماء کی دو ہزار روایات بالتصریح موجود ہیں۔

انوار نعمانیہ

الْاَخْبَارُ الْمُسْتَفِيْضَةُ بَلِ الْمُتَوَاتِرَةُ الدَّالَّةُ بِصَرِيْحِهَا عَلٰى وُقُوْعِ التَّحْرِيْفِ فِي الْقُرْاٰنِ كَلَامًا وَمَادَّةً وَاِعْرَابًا۔

(انوار نعمانیہ جلد ص ۳۰۰ نور فی الصلوٰۃ
مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

مشہور اخبار بلکہ متواتر روایات ایسی ہیں جو کہ قرآن کریم کی مادہ کلام اور اعراب کی تحریف پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

۴۔ جیسا کہ متعدد بار یہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عقائد کے معاملہ میں کوئی قول اور روایت اس وقت تک قابل نہیں ہوتی۔ جب تک اس کی سند کسی معصوم امام تک صحیح نہ پہنچتی ہو۔ اب ہم اہل تشیع سے دریافت کرنے کا حق بجانب ہیں۔ کہ پوری دنیائے شیعیت ائمہ اہل بیت سے کوئی ایک روایت جو مشہور یا متواتر ہو۔ وہ پیش کریں۔ جس میں دو ٹوک انداز میں یہ مذکور ہو۔ کہ موجودہ قرآن کریم غیر محرف اور غیر متبدل ہے۔ اس کی حیثیت یقینی ہو۔

۵۔ اہل تشیع کے جن ممتاز اور معتبر علماء کا یہ عقیدہ مذکور ہوا۔ کہ وہ قرآن کریم کے محرف اور نامکمل ہونے کے معتقد ہیں۔ ان کے اس عقیدہ کی بنا پر آج تک کسی شیعہ کی کوئی ایسی عبارت نہیں ملتی۔ جو ان کی تکفیر کرتی ہو۔

مصنوعی دعویٰ:

اہل تشیع جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں موجودہ قرآن کو غیر محرف اور مکمل مانا جاتا ہے۔ سنی خواہ مخواہ ہمیں مورد الزام گردانتے ہیں۔ ہمارا غیر مشروط ایمان ہے کہ موجودہ قرآن مکمل اور کامل ہے۔ تو ہم اس مصنوعی دعویٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں۔ کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اہل تشیع کے ممتاز اور بڑے بڑے بانی علماء نے موجودہ قرآن کے محرف ہونے کا بڑے شدومد کے ساتھ دعویٰ کیا۔ تو ان مدعیان تحریف کو خارج از اسلام کہیں۔ اور ان کے ساتھ مذہبی عقیدت سے بیزاری کا اعلان کریں۔ لیکن ہم ان سے اس کی امید ہرگز نہیں رکھتے۔ کہ وہ ایسا کریں گے۔ کیونکہ آج تک ایسا نہیں کیا گیا۔ لہذا اس نتیجہ سے صاف ظاہر کہ تمام شیعوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن محرف اور نامکمل ہے۔

۴۔ اہل تشیع تحریف قرآن کے موضوع پر جب کسی طرح سے اعتبر چھٹی۔ تو ہم اس سے نجات اور چھٹکارا پانے کا ایک آسان طریقہ بتلائے دیتے ہیں۔ ان سے کہیں کہ ہم نے آپ کے علماء اور اکابر کی عبارات سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ تمہارے نزدیک مشہور بلکہ متواتر روایات بکثرت ایسی ہیں۔ جو صراحۃً تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کتب کے نام اور ان علماء کی شناخت کرا دی ہے۔ جن میں کئی حضرات سے اس کی تائید کی گئی ہے۔ اب آپ بھی کوشش کریں۔ کہ اہل سنت کے ائمہ اور مشائخ میں سے کسی ایک کی کتاب سے ایسی عبارت دکھا دو۔ جس میں موجود قرآن کو محرف اور نامکمل ہونے کی تصریح موجود ہو۔ ہم دعوی سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ دنیائے تشیع کے تمام سپوت ایک بھی صحیح اور متواتر و مشہور روایت پیش نہ کر سکیں گے۔ لہذا ثابت ہو گیا۔ کہ تمام اہل سنت موجود قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کے معتقد ہیں۔ اور اہل تشیع اس کے ہر طرح کی تحریف کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الحمد للہ! تحریف قرآن کریم کے موضوع کو ہم نے نہایت تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا۔ اور توفیق باری تعالیٰ سے فراغت پائی۔

❖

فصل پنجم

قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ کی بحث

اس بات کو تمام مسلمان اور اغیار تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم عرصہ تئیس سال میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اور اس طویل عرصہ میں تکمیل کی وجہ یہ تھی کہ جب کسی معاملہ میں لوگوں کو ہدایت کرنا مقصود ہوتی تو اس معاملہ کے متعلق آیات نازل کی جاتی تھیں اس لیے قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ قرآن کریم کو لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے۔ اس لیے اس نے اپنے علم ازلی کے مطابق جس حکم کو جب تک مناسب سمجھا۔ اسے جاری و ساری رکھا۔ اور جب اس کا وقت ختم ہو گیا۔ تو اس کی جگہ اس جیسا یا اس سے بہتر کوئی اور حکم نازل فرما دیا جس حکم کو اپنے علم کے مطابق طے شدہ وقت کے اختتام پر واپس لے لیا اسے "منسوخ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اس کی جگہ جو نیا حکم دیا گیا اسے "ناسخ" کہا جاتا ہے۔

چونکہ نزول قرآن کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص تھا آپ کے توسل سے کوئی حکم اٹھا لیا جاتا۔ اور آپ کے ذریعہ ہی دوسرا حکم دیا جاتا۔

اس لیے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ایک دوسرے کی ناسخ و منسوخ بن سکتی ہیں۔ اور یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا پر اپنے جسم اقدس کے ساتھ موجود ہونے تک رہا۔ آپ کے وصال شریف کے بعد کسی پر قرآن اتر سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کسی حکم کو منسوخ کرنے کی اطلاع دیتا ہے۔

اہل تشیع اگرچہ اہل سنت پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ تمہاری کتب میں موجود قرآن کی تحریف کے متعلق بہت سے روایات موجود ہیں۔ جن سے دھوکہ کھانا ممکن ہے۔ تو اس الزام کے متعلق گزارش یہ ہے کہ شیعی روایات جو وہ تحریف کے ضمن میں پیش کرتے ہیں۔ وہ دراصل منسوخ ہو چکی ہیں۔ اور منسوخ آیات یا سورتوں کی روایات دونوں کی کتب میں موجود ہیں۔ اب ہم اس موضوع پر کچھ اظہار خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

"منسوخ" کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوں۔

۲۔ حکم منسوخ ہو لیکن الفاظ کی تلاوت برقرار رہے۔

۳۔ تلاوت الفاظ منسوخ ہو مگر حکم باقی رہے۔

ان تین اقسام کی تائید میں کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

قسم اول یعنی وہ آیات کہ جن کے الفاظ و تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں

۱۔ منسوخ:

اِنَّ عَشْرَ رَضَعَاتٍ يُحَرِّمْنَ۔

ناسخ:

خَمْسَ عَشَرَ رَضْعَةً يُحَرِّمْنَ

۲۔ منسوخ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ فَتُكْتَبَ شَهَادَةً فِي أَعْنَاقِكُمْ فَتُسْأَلُونَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

قسم دوم یعنی وہ آیات جن کا حکم تو منسوخ ہے لیکن الفاظ و تلاوت برقرار ہیں

تغییرات التنزیل:

۱۔ منسوخ:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ۔

ناسخ: أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

۲۔ منسوخ:-

فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً۔

ناسخ:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً۔

۳۔ منسوخ:

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ۔

ناسخ:

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ۔

۴۔ منسوخ:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا۔

ناسخ:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

۵۔ منسوخ:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ۔

ناسخ:

قسم سوم یعنی وہ آیات جن کا حکم باقی ہے لیکن الفاظ و تلاوت منسوخ ہیں

۱۔ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا

حتی نلقیہ و انہ عزیز حکیم۔

۲۔ لو کان لابن آدم وادیین من مال لا بتغی الیہما ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب و یتوب اللہ علی من تاب

۳۔ ان السبعین من الانصار الذین قتلوا ببئر معونۃ قرآنا حتی نسخ بعد ان بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و ارضانا۔

۴۔ لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم

۵۔ ان انتفائکم من آبائکم کفر بکم

ائمہ اہل بیت اور شیعہ مجتہدین ومفسرین کا آیت نسخ کے بارے میں فیصلہ

آیت:

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر۔

(پ ۱ ع ۱۳)

ترجمہ:۔

ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے نہ بھلاتے ہیں جب تک کہ اس سے بہتر یا اسی کی نازل نہ کریں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شیعہ مفسر کی تحریر

تفسیر مجمع البیان:

وَ الْاَوْلٰی مَا يُحَدُّ بِهِ النَّسْخُ اَنْ يُقَالَ هُوَ كُلُّ
دَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ دَلَّ عَلٰی اَنَّ مِثْلَ الْحُكْمِ
الثَّابِتِ بِالنَّصِّ الْاَوَّلِ غَيْرُ ثَابِتٍ فِي الْمُسْتَقْبِلِ
عَلٰی وَجْهٍ لَوْلَاهُ لَكَانَ ثَابِتًا بِالنَّصِّ
الْاَوَّلِ مَعَ تَرَاخِيْهِ عَنْهُ وَ النَّسْخُ فِي الْقُرْاٰنِ
عَلٰی ضُرُوْبٍ مِنْهَا اَنْ يُرْفَعَ حُكْمُ الْاٰيَةِ
وَ تِلَاوَتُهَا كَمَا رُوِيَ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهُ
قَالَ كُنَّا نَقْرَءُ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ
فَاِنَّهُ كُفْرٌ بِكُمْ وَ مِنْهَا اَنْ تَثْبُتَ الْاٰيَةُ
فِي الْخَطِّ وَ يُرْفَعَ حُكْمُهَا كَقَوْلِهٖ وَ اِنْ
فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ
فَعَاقَبْتُمْ الْاٰيَةَ فَهٰذِهٖ ثَابِتَةُ اللَّفْظِ فِي
الْخَطِّ مُرْتَفِعَةُ الْحُكْمِ وَ مِنْهَا مَا يَرْتَفِعُ
اللَّفْظُ وَ يَثْبُتُ الْحُكْمُ كَاٰيَةِ الرَّجْمِ
فَقَدْ قِيْلَ اِنَّهَا كَانَتْ مُنَزَّلَةً فَرُفِعَ
لَفْظُهَا وَ قَدْ جَاءَتْ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ

بِأَنَّ أَشْيَاءَ كَانَتْ فِي الْقُرْآنِ فَنُسِخَ تِلَاوَتُهَا فَمِنْهَا مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَؤُونَ لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى إِلَيْهِمَا ثَالِثًا وَ لَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ تَابَ ثُمَّ رُفِعَ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ الَّذِينَ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قَرَأْنَا فِيهِمْ كِتَابًا بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا إِنَّا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا ثُمَّ إِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل جز اوّل، ص ۱۸۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

نسخ کی بہترین تعریف کے لیے یہ فقرے کہے جا سکتے ہیں کہ "نسخ" ایک ایسی شرعی دلیل ہے۔ جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ حکم جو پہلی نص سے ثابت تھا آئندہ کے لیے غیر ثابت ہو گیا ہے۔ وہ بھی اس طریقہ سے کہ اگر دوسری نص نہ ہوتی تو پہلی نص کے ذریعہ ہی وہ حکم باقی و ثابت رہتا۔ اور دلیل شرعی اس سے متاخر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں نسخ کی کئی اقسام ہیں۔ ایک

قسم یہ کہ آیت کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیے جائیں۔ اس کی مثال تو
جو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک آیت
یوں پڑھا کرتے تھے۔ لا ترغبوا عن اٰبائکم فانہ کفر
بکم یعنی اپنے آباؤ اجداد سے منہ مت موڑو۔ ایسا کرنا تمہارا
کفر کرنا ہوگا۔ دوسری قسم نسخ کی یہ ہے کہ آیت کی تلاوت تو باقی
ہو لیکن اس کا حکم اٹھا لیا گیا ہو۔ جیسا کہ آیت وان فاتکم شئی
من ازواجکم الی الکفر۔ یہ آیات اُن میں سے ہے۔ جن کی
تلاوت تو موجود ہے۔ لیکن حکم ختم ہو گیا ہے۔ تیسری قسم یہ کہ لفظ
تو اٹھا لیے گئے ہوں۔ لیکن ان کا حکم باقی ہو۔ اس کی مثال رجم کی
آیت ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت اتاری گئی تھی۔ پھر اس کے
الفاظ تو اٹھا لیے گئے لیکن حکم باقی ہے۔ اس قسم کی بہت سی
روایات موجود ہیں۔ جن میں اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ قرآن کریم
میں سے بہت سی آیات جو اتاری گئی تھیں۔ لیکن اب ان کی
تلاوت باقی نہیں رہی۔ ان میں سے ایک وہ کہ جس کی ابو موسیٰ
نے روایت کی۔ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک آیت یوں پڑھا کرتے
تھے۔ لو ان لابن آدم الخ۔ پھر اس آیت کو اٹھا لیا گیا۔
حضرت انس سے بھی ایک روایت ہے۔ کہ بیر معونہ میں شہادت
پانے والے ستر صحابہ کرام کے بارے میں جو اتاری گئی تھی ہم
یوں پڑھا کرتے تھے۔

بلغوا عنا قومنا انا لقینا الخ۔

خلاصہ:

اہل تشیع کے محقق اور مفسر علامہ طبرسی نے اپنی تصنیف میں وضاحت سے
یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں نسخ ہے۔ اور اس کی تین اقسام بیان کر کے
ہر ایک کی مثال بھی بیان کی۔ لہذا معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں بعض آیات کا ناسخ
اور بعض کا منسوخ ہونا ایک حقیقت ہے۔ اور تحقیقی بات ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری:

قال الإمام قال محمد بن علي
ابن موسى ما ننسخ من آية
بأن نرفع حكمها أو ننسها بأن
نرفع رسمها وقد نسي عن
القلوب حفظها وعن قلبك يا
محمد كما قال سنقرئك فلا
تنسى إلا ما شاء الله أن
ننسيك فرفع عن قلبك ذكرها نأت
بخير منها يعني بخير لكم
فهذه الثانية أعظم لثوابها
وأجل لصلاحكم من الآية
الأولى من المنسوخة أو مثلها
من الصلاح لكم أي إنا لا ننسخ ولا

نُبَدِّلُ اِلَّا وَ عَرَضْنَا فِیْ ذٰلِكَ مِمَّا يُحْكِمُ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔

(تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام
مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۱۵ھ)

ترجمہ:۔

امام حسن عسکری نے فرمایا۔ کہ محمد بن علی بن موسیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا۔ ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے۔ یا کسی آیت کو بھلا نہیں دیتے۔ مگر ہم اس کی جگہ اس جیسی یا اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کسی آیت کا حکم نہیں اٹھاتے یا ہم کسی آیت کا رسم الخط اٹھا نہیں لیتے۔ وہ یوں کہ دلوں سے اس کا حفظ نکال دیا جائے۔ اور آپ کے قلب انور سے بھی یا محمد جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ تو آپ نہیں بھولیں گے۔ ہاں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے اسے بھلا دے۔ کہ اسے اٹھا لے۔ پھر فرمایا۔ کہ ہم اس منسوخ یا بھلائی گئی آیت سے بہتر لائیں گے یعنی انسانوں کے عمل کے اعتبار سے پہلی سے بہتر ہوگی۔ ثواب کے اعتبار سے عظیم اور صلاح کے اعتبار سے بہتر ہوگی۔ یا اس کی مثل ہوگی یعنی انسانی صلاح کے لحاظ سے مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کسی آیت کو منسوخ یا تبدیل کریں گے۔ لیکن اس سے ہماری غرض یہ ہوگی۔ کہ انسانوں کی بہتری کی صورت انہیں مل جائے۔ پھر فرمایا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔

تفسیر صافی:

ما ننسخ من آية بأن نرفع حكمها أو
قرئ بعضهم بضم النون وكسر السين
أو ننسها بأن نرفع رسمها ونبلي عن
القلوب حفظها وعن قلبك يا محمد
صلى الله عليه وآله كما قال سنقرئك
فلا تنسى إلا ما شاء الله أن ينسيك
فرفع عن قلبك ذكرها وقرئ ننساها
بفتح النون وإثبات الألف نأت بخير
منها بما هو أعظم لثوابكم وأجل
لصلاحكم أو مثلها في الصلاح يعني إنا
لا ننسخ ولا نبدل إلا وغرضنا في ذلك
مصالحكم أقول وذلك لأن المصالح
تختلف باختلاف الأعصار والأشخاص
فإن النافع في عصر وبالنسبة إلى شخص
قد يضر في غير ذلك العصر و
في غير ذلك الشخص ويأتي بيان ذلك
مفصلا من كلام المعصوم عليه
السلام في تفسير آيات القبلة
إن شاء الله قيل إنها نزلت
حين قالوا إن محمدا صلى الله

عَلَيْهِ وَآلِهِ بِأَمْرٍ يَأْمُرُ بِشَيْءٍ ثُمَّ يَنْهَى عَنْهُ
وَيَأْمُرُ بِخِلَافِهِ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۱۳۲ سورۃ البقرہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-
"ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے" منسوخ کرنے کی صورت یہ ہے
کہ ہم اس آیت کے حکم کو اٹھا لیں۔ بعض نے لفظ "ننسخ"
کو نون مضمومہ اور سین کی کسرہ کے ساتھ "ننسخ" پڑھا ہے۔ "یا ہم
کسی آیت کو بھلا نہیں دیتے" وہ اس طرح کہ اس آیت کے الفاظ کو
اٹھا لیں اور دلوں سے اس کی یادداشت ختم کر دیں۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے قلب انور سے اُسے اٹھا لیں۔ جیسا کہ ایک اور جگہ
ارشاد ہے "ہم آپ کو جلد ایسا پڑھا دیں گے کہ آپ اسے
نہیں بھولنے پائیں گے۔ مگر خدا جو چاہے" یعنی اگر خدا آپ
کی یادداشت سے اُسے نکال دے۔ تو ایسا ہو سکتا ہے
یہاں "او ننسئہا" بھی پڑھا گیا ہے۔ "ہم اس سے بہتر ہو
عطا کریں گے" وہ اس طرح کہ نئی نازل ہونے والی آیت انسانوں
کے لیے ثواب کے حصول کے اعتبار سے پہلی سے بہتر ہو۔ اور
انسانی اصلاح کے طور پر بھی پہلی سے اچھی ہو۔ "یا اس کی مثل ہوگی"
یعنی صلاح انسانی اور حصول ثواب کے اعتبار سے پہلی آیت

جیسی ہی ہو۔ گویا ہمارا منسوخ کرنا اور آیات کا تبادلہ کرنا صرف اسی لیے
ہوتا ہے۔ کہ ایسا کرنے میں انسانیت کی فلاح و صلاح مقصود ہوتی
ہے۔

میں (مصنف تفسیر صافی) کہتا ہوں۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ انسانی مصلحتیں
اور بہتری کے اسباب زمانے کے تغیر و تبدل سے مختلف ہوتے
رہتے ہیں۔ اور اسی طرح انسانوں کے اختلاف سے بھی مصلحتوں
کا اختلاف رونما ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض سودمند باتیں جو ایک زمانہ
میں اور کچھ انسانوں کے لیے باعث بہتری ہوتی ہیں۔ تو وہ اس
زمانے کے علاوہ دوسرے اوقات اور ان اشخاص کے علاوہ
دوسرے اشخاص کے لیے ہرگز باعث نفع نہیں ہوتیں۔ تو ملل
تمہارے متعلق نازل ہونے والی آیات کی تفسیر میں امام معصوم ؑ
جناب امام تقی رضی اللہ عنہ کا کلام اس تحریر میں انشاء اللہ تفصیل سے
مذکور ہو گا۔ درمنثور میں آیت (الخ) کے متعلق یہی شان
نزول بیان کیا گیا ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے جب یہ کہنا شروع کر دیا۔
کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک امر کا حکم دیتے ہیں۔ اور پھر دوسرے
دن ہی اس کے خلاف حکم دے کر پہلا حکم توڑ دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ
نے ان کے اس اعتراض کا اس آیت کے ذریعہ جواب دیا۔

حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ کی زبانی صاحب تفسیر صافی نے نسخ کے بارے
میں ان کے خیالات کی یوں ترجمانی کی۔ کہ امام مذکور کے نزدیک قرآن کریم کا
ناسخ اور منسوخ صرف انسانیت کی بہتری کے لیے اختیار کیا گیا جس سے معلوم
ہوا۔ کہ قرآنی نص اور ارشاد ائمہ معصومین کے مطابق قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ

کا ہونا برحق ہے۔

تفسیر خلاصۃ المنہج:

ما ننسخ من آیۃ - ہر چہ منسوخ میگردانیم آیت از قرآن
بروفق مصلحت خلقان ومقتضائے زمان او ننسہا یا فراموش میگردانیم
آنرا از دلہا ئے می بریم نأت بخیر منہا می آریم بہتر ازاں آیۂ منسوخہ
در نفع بندگان چنانچہ جہاد کہ تازگی را بود آن منسوخ کردیم با قرآن
یا در بسیاری ثواب کہ در ناسخ باشد ودر منسوخ نہ او مثلہا یا می
آریم مانند آنچہ نسخ کردہ ایم در شفقت و مشروعیت باوجود رعایت مصلحت
چون گردانیدن قبلہ از بیت المقدس بکعبہ۔ مروی است کہ مردے در
مجلس حضرت رسالت پناہ آمد و گفت یا رسول اللہ چند
آیہ از قرآن می دانستم ودر نماز تہجد می خواندم۔ دوشب برخاستم فراموش
کردہ بودم ہرچند خواستم کہ بیاد آرم میسر نشد و دیگرے نیز برخاست
و گفت مرا نیز ہمین صورت دست داد۔ و دیگرے نیز چنین گفت
حضرت فرمود کہ حق تعالیٰ آنرا نسخ فرمود۔ و ہر آیتے را کہ نسخ نماید آنرا
از یاد مردم ببرد۔

در تفسیر خلاصۃ المنہج زیر آیت ما ننسخ
من آیۃ (الخ)

ترجمہ:

او ما ننسخ من آیۃ ، قرآن کریم کی آیات میں سے کسی آیت
کو ہم لوگوں کی مصلحت اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق منسوخ

کرتے ہیں۔ "او ننسہا" یا ہم اس میں سے کسی آیت کو لوگوں
کے دلوں میں سے نکال لیتے ہیں۔ "نات بخیر منہا" تو
اس منسوخ آیت کے بدلے میں ہم نئی آیت ایسی نازل کر دیتے
ہیں۔ جس میں لوگوں کو زیادہ نفع ہو۔ جیسا کہ ایک مسلمان غازی کو
دس کافروں سے مقابلہ کرنے کا معاملہ ہم نے واپس لے لیا۔ اور
اس کی بجائے صرف دو کافروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے یا بہتری
باعتبار ثواب کی زیادتی کے ہوگی۔ یعنی منسوخ آیت کی نسبت
ناسخ کا ثواب زیادہ ہوگا۔ "او مثلہا" یا ہم منسوخ آیت جیسی
ہی منفعت اور ثواب والی آیت نازل کریں گے۔ لیکن مصلحت
بہر حال پیش نظر ہوگی۔ جیسا کہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو
قبلہ مقرر کر دینا۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض گزاری۔ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں قرآن کریم کی سے چند آیات کا حافظ تھا۔ جو نماز تہجد میں
میں پڑھا کرتا تھا۔ لیکن آج رات جب میں اٹھا۔ تو میری یادداشت سے وہ
آیات نکل گئی تھیں۔ میں نے انتہائی کوشش کی۔ کہ وہ مجھے یاد آ جائیں۔ لیکن
کامیابی نہ ہوئی۔ ایک اور شخص نے بھی بعینہٖ یہی ماجرا عرض کیا۔ تیسرا بھی ایسی
ہی حالت سے دوچار ہونے کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اس پر حضرت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان آیات کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
جس آیت کو منسوخ فرما دیتا ہے۔ اس کو لوگوں کی یادداشت سے نکال دیتا ہے۔

منہج الصادقین:

در تفسیر آیت اصحاب آنست از قلوب چنانکہ در روایت آمدہ

کہ مردے در مجلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم برپائی خواست و گفت یا رسول اللہ
چند آیت قرآن میدانستم و در نماز تہجد می خواندم شب برخواستم فراموش
کردہ بودم و ہر چند خواستم کہ یاد کنم آید میسر نشد۔ و دیگرے برخواست و
گفت مرا نیز ہمچنیں کیفیت دست داد۔ و دیگرے ہم چنیں گفت پیغمبر
فرمود ہیچ میدانید کہ سبب این چیست گفتند اللہ و رسولہ اعلم
فرمود این ہمہ آنست کہ حق تعالیٰ نسخ فرمودہ ہر گاہ کسے را نسخ نماید
آن را اثر از صدور دل ببرد۔ و این از معجزات حضرت رسالت
است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول سورۃ البقرۃ
ص ۲۴۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اس آیت کا بھلا دینا وہ اس طرح کہ لوگوں کے دلوں سے اس کی
یادداشت کو ختم کر دینا۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ کہ ایک شخص
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کی۔
یا رسول اللہ مجھے قرآن کی چند آیات حفظ تھیں۔ جن کی نماز تہجد میں
تلاوت کیا کرتا تھا۔ آج رات میں بیدار ہوا اور نماز تہجد کے لیے اٹھا
لیکن وہ آیات میں بھول چکا تھا۔ بسیار کوشش کے باوجود انہیں
پڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور بولا کہ میرے
ساتھ بھی یہی کیفیت پیش آئی ہے۔ ایک اور نے بھی یہی ماجرا بیان
کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ جانتے ہو۔ اس کا
سبب کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے

آپ نے فرمایا: یہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے ان
آیات کو منسوخ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی آیت کو منسوخ فرماتا
ہے۔ تو لوگوں کی یادداشت سے اُسے نکال لیتا ہے۔ اور یہ ناسخ
اور منسوخ کا معاملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے

تبصرہ:

اہل تشیع کے مفسرین اور محققین ائمہ سے یہ بات ہم نے ثابت کر دی
ہے۔ کہ قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ موجود ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے بندوں کی بھلائی کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ تحریف قرآن کے موضوع پر جب
ہم اہل تشیع پر خود ان کی کتب کے حوالہ جات سے ضرب کاری لگا کر ثابت
کرتے ہیں کہ اہل تشیع موجود قرآن کے محرف اور نامکمل ہونے کے معتقد ہیں۔ تو
اس جرم کی صفائی کے طور پر انہوں نے اور تو کچھ نہ بن سکا۔ یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر
ہم پر یہ اعتراض ہے۔ تو اہل سنت نے بھی یہ جرم کیا ہے۔ لہٰذا وہ اور ہم برابر
کے مجرم ہیں۔

اس جرم کے ثبوت میں جو کتب اہل سنت سے عبارات پیش کی جاتی
ہیں۔ وہ وہ ہیں۔ کہ جن میں ناسخ و منسوخ کی ایک قسم یعنی منسوخ التلاوت آیات
کا ذکر ہے۔ لیکن وہ ان آیات کو "منسوخ التلاوت" کا نام دینے سے متعلق
یہ کہتے ہیں۔ کہ نسخ کی یہ قسم سنیوں کی خود ساختہ ہے۔ اس خود ساختہ قسم کے ذریعہ
وہ اپنے آپ کو اس جرم سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی تحریف قرآن
کے قائل ہیں...

اہل تشیع کے اس فریب اور دھوکا دہی کو خود ان کی مذکورہ تفاسیر سے بخوبی

آشکارا ہو گیا وہ یہ کہ شیعہ مفسرین بھی نسخ کی اس قسم کو مانتے اور ذکر کرتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ شیعہ مفسر ملا کاشانی نے اپنی تفسیر کی امتیازی خوبی بھی بیان کی کہ میری تصنیف مسلک ائمہ اہل بیت کی وضاحت، تحقیق و تدقیق پر مشتمل ہے۔ اور اس کے ساتھ مخالفین کی تردید کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ دو مقدمہ منہج الصادقین کے یہ الفاظ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

منہج الصادقین:

مطلب اعلیٰ ازیں منتخب ایضاح طریقہ ائمہ صادقین است بحجج واضح و الزام مخالفین ببراہین باہرہ از ایں جہت مسمیٰ شد۔

(منہج الصادقین جلد اول ص ۴)

ترجمہ:۔

اس منتخب تفسیر کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرات ائمہ صادقین کے مذہب و طریقہ کی واضح حجتوں کے ذریعہ وضاحت کی جائے اور مخالفین پر روشن دلائل سے الزام دھرا جائے۔ دوسرے مذہب میں یہ کمزوری اور نقص ہے۔ اس وجہ سے کہ اس تفسیر کا منہج الصادقین نام رکھا گیا۔

شیعہ مفسر کی اس عظیم تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک دفعہ چند صحابہ کرام نے بعض آیات کے ذہن سے نکل جانے کی بات کی۔ کو ان صحابہ کو اس کے جواب میں سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا کہ وہ آیات اور حکم اعلان باری تعالیٰ منسوخ ہو چکی ہیں۔ اگر اس طرح سے نسخ نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ سے صاف صاف فرما دیتے کہ کسی آیت کی تلاوت بھول جانا اور یادداشت سے ذہن کا نکل جانا اس امر کی نشاندہی

نہیں کرتا کہ وہ اللہ کی کتاب میں اس کی درج ہے۔ اور فرماتے کہ آؤ میں تمہیں وہ آیات دوبارہ اٹھا کر اسے دیتا ہوں۔

اس لیے یہ بات متفق اور ثابت ہو گئی کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے مطابق ناسخ اور منسوخ کا قرآن کریم میں وجود ہے۔ علامہ ابن الفتح اور شیخ الطائفہ طوسی کی عبارات مذکورہ اس پر شاہد ہیں۔ اور یہ بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ نسخ کی ایک مخصوص قسم "منسوخ التلاوۃ" بھی حضرات ائمہ کے معتقدات میں سے ہے۔ یہ قسم اہل سنت کی خود ساختہ نہیں۔

لیجئے! چودھویں صدی کے ایک شیعہ مجتہد کی تفسیر پر بھی ایک نظر دوڑائیں۔ یہ ہیں صاحب تفسیر لوامع التنزیل جناب علامہ رضوی علیہ۔ اس تفسیر میں تفصیل سے نسخ کی اقسام بیان کی گئیں۔ کہ جن کے پڑھ لینے کے بعد مزید وضاحت میں جو کچھ تحریر کیا گیا۔ وہ سنی شیعہ دونوں کا متفق علیہ ہے۔ آپ کسی حد تک درست ہو گا۔ صاحب انصاف اہل تشیع کو اس کے پڑھنے کے بعد دعوت انصاف بھی ہے۔ اور قبولیت حق کی درخواست بھی ہے۔

لوامع التنزیل:

نسخ یا در حکم باشد فقط بغیر لفظ یا در لفظ باشد فقط بغیر حکم یا در ہر دو یعنی در لفظ و حکم یک جا باشد۔

(۱) اوّل کہ نسخ حکمی باشد نہ لفظی۔ و آں آیات بسیار اند کہ آنہا ناسخ و آنہا منسوخ تا شمرند۔ آیہ اول کہ در اول اسلام عدت زن شوہر مردہ یک سال بود۔ بقولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ۔ و آں منسوخ آیۃ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا شد......

آیت ثانیہ تقدیم صدقہ پیش از راز گوئی با پیغمبر چوں فقدموا بین
یدی نجواکم صدقۃ باشد بعد آں منسوخ شد بآیۃ ءاشفقتم
ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات۔ و آیۃ ثالثہ
امر ثبات واحد در چہار مقابل دہ شد و باشد چوں فان یکن منکم
عشرون صابرون یغلبوا مائتین و بعد آں نسخ شد
بآیۃ۔ الآن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا فان یکن
منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین۔ و آیت رابعہ
تحویل قبلہ الی الکعبہ باشد چوں۔ سیقول السفہاء من الناس
ما ولّٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا بآیۃ
فول وجہک شطر المسجد الحرام منسوخ گردید۔
و آیت خامسہ یہود می گفتند کہ احکام مختلف میگردد بعد آں استدلال بالبطل
بصورت افترا میکنند حق تعالی در رد ایشان و اثبات نسخ فرمود آیت
و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما
انت مفتر۔ پس تبدیل بر رفع و اثبات شامل می باشد۔ پس
مرفوع التلاوت باشد یا مرفوع الحکم یا ہر دو معًا۔ پس لامحالہ نسخ ثابت
است۔ بغوی در معالم از ابن عباس روایت کردہ در معنی مرادف نسخ
است کہ باثابت و باقی میگذاریم رسم و خط و تبدیل میکنیم حکمش۔
اما آیاتیکہ منسوخ اللفظ باشد بدون الحکم چوں آیت رجم باتفاق اولاد
مفسرین و محدثین است چنانچہ فخر رازی و نیشاپوری و بیضاوی و واحدی و
بغوی بالجملہ گفتند کہ متروک اللفظ غیر الحکم اینہا آیت است۔ الشیخ
والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ

بگوید ای ابی پس گفت آری دیگری را خوانده ام از قرآن آنچه [illegible] فی [illegible] بالحجر. در در منثور از ابو عبیده روایت کرده که عمر به عبدالرحمن بن عوف گفت آیا نمی یافتی در منزل علینا ان جاهدوا کما جاهدتم اول مرة ، و ما لا نجدها. پس عبدالرحمن گفت آری این از جمله است که از قرآن ساقط شده.

و در تفسیر نیشاپوری است آنچه منسوخ الحکم و التلاوة معاً است پس از جمله آن چیزی است که عائشه روایت کرده ان القرآن قد نزل فی الرضاع بعشر معلومات ثم نسخن بخمس معلومات پس عشر مرفوع التلاوة و الحکم و خمس مرفوع التلاوة و باقی الحکم است و در روض الجنان فرموده آنچه در اخبار صحاح وارد شده این است ان عشر رضعات یحرّمن و نسخ بان خمس عشر رضعة یحرّمن مگر این هر دو مرفوع اللفظ و التلاوت اند.

سیوطی در ابوداؤد در ناسخ و ابن منذر و ابن انباری در مصاحف و ابوذر هروی در فضائل روایت کرده که مردی یک سوره را حفظ کرده پس شب برخواست که بخواند نتوانست و دیگرے برخواست که بخواند نتوانست پس صبح نزد پیغمبر آمده حال گفتند فرمود که شب گذشته نسخ گردید پس تلاوت آن از سینه و حفظ آن از قلوب برداشته شده. بغوی در معالم و سیوطی در در منثور از ابوداؤد در ناسخ و بیهقی در دلائل از ابوامامه روایت کرده که قومی از صحابه در شب برخواستند که سوره قرآن را بخوانند نتوانستند و حفظ یاد ایشان نیامد الا بسم الله الرحمن الرحیم . نزد پیغمبر آمده حال گفتند

پیغمبر فرمودہ کہ شب نسخ شدہ پس از صفحات قریب براءۃ بود و شد بعد از ہر
شی در آں ذکر بود سیوطی و ابن مردویہ و ابن نجیم و بیہقی در دلائل روایت
کردند کہ ابو موسیٰ اشعری گفت کہ ما سورۃ ای بہ سورۂ روزی می خواندیم کہ در طول شبیہ
سورۂ براءۃ بود فراموش کردیم سوائے آنکہ لو کان لابن آدم
وادیان الخ حفظ دارم و دیگر گفت سورۂ دیگر ے بود مشابہ مسبحات
اول آں سبح للہ ما فی السموات بود فراموش کردیم الا یک آیت
از آں یاد دارم یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون
فتکتب شہادۃ فی اعناقکم فتسئلون عنہا یوم
القیامۃ و در درمنثور نقل از ابو عبید از زہری مروی است کہ
سورۂ شدید و مثل سورۂ براءۃ در طول و شدت نازل شدہ و منسوخ شدہ
الا از آں یاد دارم کہ ان اللہ سیؤید ھذا الدین باقوام
لا خلاق لہم۔

(تفسیر لباب التنزیل جلد اول ص ۵۲۰
تا ۵۳۰ زیر آیت ما ننسخ من آیۃ مطبوعہ
الحکیم پریس لاہور)

ترجمہ:(۱)

وہ آیات جن کی تلاوت باقی اور حکم منسوخ ہے۔

بہر حال وہ آیات کہ جن کے الفاظ (تلاوت) منسوخ کر دیئے گئے

لیکن حکم باقی رہا ۔ اس کی مثال آیت رجم ہے ۔ جو تمام مفسرین اور محدثین
کے مطابق منسوخ التلاوت دون الحکم ہے ۔ جیسا کہ امام فخر الدین
رازی، نیشاپوری، ثعلبی، واحدی، بغوی بلکہ تمام حضرات یہی کہتے ہیں
کہ یہ آیت باعتبار الفاظ کے متروک و منسوخ ہے ۔ لیکن حکم اس کا باقی ہے
یہ آیت اس طرح تھی ۔ الشیخ و الشیخۃ اذا زنیا فارجموھما
البتۃ نکالا من اللہ و اللہ عزیز حکیم
روح البیان میں کہا ہے ۔ کہ اس آیت کو سورہ نور میں سے نکال دیا
گیا ہے ۔ لیکن اس کا حکم باقی ہے ۔ اور امام بخاری نے بھی اس کی
روایت کی ہے ۔ امام فخر الدین رازی، نیشاپوری، طبری اور در منثور
امام مسلم و بخاری و ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیہ میں بیہقی نے
دلائل میں اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے حضرات نے
حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے ۔ کہ صحابہ کرام حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے ۔ لو کان
لابن آدم وادیین من مال الخ ۔ امام سیوطی نے اس قسم
کی آثار و روایات بہت بڑی تعداد سے روایت کی ہیں جو زیادہ
تحقیق و ثبوت کا خواہش مند ہے ۔ وہ اس تفسیر کی طرف رجوع
کرے ۔

نوع جملہ ۔ (۲)

وہ آیات جن کا حکم باقی اور تلاوت منسوخ ہے :

اس قسم کی آیات میں سے ایک آیت وہ ہے ۔ جسے طبری، سیوطی،

ابن سعد، احمد حنبل، بخاری، مسلم نے، ابو داؤد نے ناسخ میں، ابن
الضریس، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان نے اور امام بیہقی نے دلائل
میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الفاظ یہ تھے۔
ان السبعین من الانصار الذین قتلوا الخ یہ الفاظ اس
کے بعد منسوخ ہوگئے۔ ان کے نسخ کی وجہ یہ تھی۔ انا بلغوا قومنا
انا قد لقینا ربنا الخ الفاظ یہی تھے۔ ان کی تلاوت اور حکم
منسوخ ہوگئے۔ درمنثور نے ابن عباس، اور طیالسی، ابو عبید، طبرانی
نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے۔ کہ ہم قرآن کی یہ آیت
پڑھا کرتے تھے۔ لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم
یہ آیت سن کر عمر نے زید بن ثابت سے پوچھا۔ اے زید کیا یہ
آیت اس طرح تھی۔؟ جواب دیا۔ ہاں۔ سیوطی نے درمنثور
میں، عبد بن حمید نے تفسیر میں اور صاحب تقریب نے حضرت عمرؓ
سے روایت کی کہ حضرت عمر نے ابو ادریس سے کہا۔ ہم قرآن
کریم میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ ان انتفائکم عن آبائکم
کفر بکم۔ ابو ادریس نے کہا۔ ہاں! ہم کلام قرآن کریم کی یہ آیت
پڑھا کرتے تھے۔ الولد للفراش وللعاہر الحجر۔ درمنثور
میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔ کہ
حضرت عمر نے جناب عبدالرحمن بن عوف سے کہا کیا قرآن کریم میں
ہمارے لیے یہ آیت نازل نہ کی گئی تھی۔ ان جاهدوا كما
جاهدتم اول مرة۔ لیکن اب یہ نظر نہیں آتی۔ عبدالرحمن
بن عوف نے کہا۔ ہاں موجود تھی۔ لیکن یہ بھی ان آیات میں

سے بچے جو ساقط ہو گئیں۔

ترجمہ: (۲)

وہ آیات جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں

تفسیر کبیر اور نیشا پوری میں ان آیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جو تلاوت اور حکم دونوں کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ ان میں سے ایک آیت وہ ہے۔ جسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے۔ فرماتی ہیں۔ کہ دودھ پینے کے بارے میں ابتداءً دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت کا تذکرہ تھا۔ پھر ان کو منسوخ کر کے پانچ مرتبہ باقی رکھا گیا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا۔ کہ دس مرتبہ پینے پر دلالت کرنے والے الفاظ اور ان کا حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ اور پانچ مرتبہ کا حکم باقی ہے۔ لیکن تلاوت اس کی بھی منسوخ ہو گئی۔ روح المعانی میں ہے۔ کہ دودھ پینے کے بارے میں یوں آیا تھا۔ ان عشر رضعات یحرمن۔ لہذا اس کو منسوخ کر کے خمس عشر رضعۃ کے الفاظ اترے۔ لیکن یہ دونوں ناسخ اور منسوخ ہو منسوخ التلاوت ہیں یعنی ان دونوں کے الفاظ باقی نہیں رہے۔ لیکن بقول روایت ناسخ کا حکم یعنی پانچ مرتبہ پینا یہ باقی ہے۔ منسوخ کا حکم بھی باقی نہیں رہا۔)

سیوطی نے ابو داؤد نے ناسخ میں اور ابن منذر اور ابن انباری کے

سماحت میں اور ابو ذر ہروی نے فضائل میں روایت کی کہ ایک شخص
(صحابی) کو ایک سورۃ یاد تھی رو رات کو اٹھے اور بڑی حفاظت سے وہ
سورت پڑھنا چاہی۔ لیکن بالکل نہ پڑھ سکے۔ ایک اور صحابی (تہجد پڑھنے)
اٹھے۔ انہوں نے بھی پڑھنا چاہا لیکن نہ پڑھ سکے۔ بوقت صبح حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزاری۔ آپ نے
ارشاد فرمایا۔ کہ یہ سورتیں گذشتہ رات منسوخ ہو گئیں۔ اس لیے
ان کی زبانوں پر سے تلاوت اور دلوں میں سے یاد اٹھالی گئی۔ امام
بغوی نے معالم میں سیوطی نے در منثور میں۔ ابو داؤد نے تاریخ
میں اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے۔ کہ انصاری صحابہ کی ایک جماعت رات نماز تہجد کو اٹھی اور
چاہا کہ قرآن کریم کی سورت نماز میں تلاوت کریں۔ لیکن قرآن کے الفاظ یا آیات
ان کی یادداشت سے بالکل نکل چکی تھیں۔ صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم
ان کی زبان پر آتا تھا۔ صبح اٹھ کر ان حضرات نے یہ ماجرا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ وہ آیات
رات سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ اس لیے دلوں سے اور اوراق و صفحات
سے صاف کر دی گئیں۔ بلکہ ہر اس چیز سے مٹا دیا گیا۔ جہاں ان
کا ذکر تھا۔

امام سیوطی، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت
ابو موسیٰ اشعری سے ایک روایت ذکر کی کہ صحابہ کرام سورۃ براءۃ
جیسی ایک سورت بھول چکے تھے۔ صرف اس کی ایک آیت یاد رہ
گئی۔ جو یہ ہے۔ لو کان لابن آدم وادیا الخ۔ ایک اور صحابی

سے کہا کہ ایک اور سورت بھی تھی جو مسبحات کے مشابہ تھی۔ اس کے
ابتدائی الفاظ یہ تھے۔ سبح للہ ما فی السموات۔ لیکن ایک آیت کے
سوا وہ مجھے بھول گئی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ یا ایھا الذین
امنوا لا تقولوا ما لا تفعلون۔ الخ در منثور میں اور فضائل
ابو عبیدہ میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ کہ ایک سخت
احکام والی سورۃ جو سورت برأۃ کی طرح طویل اور سخت احکام پر مبنی
تھی۔ اٹھالی گئی ہے۔ صرف اس کی ایک آیت مجھے یاد رہ گئی۔ وہ
یہ ہے۔ ان اللہ سیؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق
لھم۔

عمدۃ الاصول:۔

فصل في ذكر جواز نسخ الحكم
دون التلاوة و نسخ التلاوة دون
الحكم جميع ما ذكرنا جائز
دخول النسخ فيه لان التلاوة
اذا كانت عبادة و الحكم عبادة
اخرى جاز وقوع النسخ في احداهما
مع بقاء الاخرى كما يصح ذلك في
كل عبادتين و اذا ثبت ذلك
جاز نسخ التلاوة دون الحكم و الحكم
دون التلاوة فان قيل كيف يجوز
نسخ الحكم مع بقاء التلاوة هل

ذلك إلا تعرض لكون التلاوة دلالة على
الحكم لأنها إذا كانت دلالة على
الحكم فينبغي أن تكون دلالة ما دامت
ثابتة وإلا كان نقضاً على ما بيناه وقيل
قيل له ليس ذلك نقضاً لكونها دلالة
لأنها إنما تدل على الحكم ما دام
الحكم مصلحة وأما إذا تغير حال
الحكم وخرج من كونه مصلحة
إلى غيره لم تكن التلاوة دلالة عليه
وليس لهم أن يقولوا لا فائدة في
بقاء التلاوة إذا ارتفع الحكم وذلك
أنه لا يمتنع أن تتعلق المصلحة
بنفس التلاوة وإن لم يقتض الحكم
وإذا لم يمتنع ذلك جاز بقاءها مع
ارتفاع الحكم وليس لهم أن يقولوا
إن هذا المذهب يؤدي إلى أنه
يجوز أن ينزل جنس الكلام بمجرد
المصلحة دون الإفادة وذلك مما
لا نأباه لأنا إنما نمنع في الموضع
الذي أشاروا إليه إذا خلا الكلام من
فائدة أصلاً وليس كذلك بقاء التلاوة مع

إرتفاع الحكم لأنها إفادة في الابتداء
ثبوت الحكم بها وقصد بها ذلك ثم
تغيرت المصلحة في المستقبل في الحكم
فنسخ وبقي التلاوة لما فيها من المصلحة
وذلك بخلاف ما سأل السائل عنه ومن
نسخ التلاوة مع بقاء الحكم فلا شبهة
فيه لما قلناه من جواز تعلق المصلحة
بالحكم دون التلاوة وليس لهم أن يقولوا
إن الحكم ...... قد ثبت بها فلا يجوز
مع زوال التلاوة بقاؤه وذلك أن التلاوة
دلالة على الحكم فليس في عدم الدلالة
عدم المدلول عليه ألا ترى أن انشقاق القمر
ومجيء الشجرة دال على نبوة نبينا ولا
يوجب عدمهما خروجه من كونه نبيا
كذلك القول في التلاوة والحكم ويفارق ذلك
الحكم العلم الذي يوجب عدمه خروج العالم
من كونه عالما لأن العلم موجب لا أنه دال
وأما جواز النسخ فيهما فلا شبهة أيضا
فيه لجواز تغير المصلحة فيهما وقد
ورد النسخ بجميع ما قلناه لأن الله تعالى
نسخ اعتداد الحول بتربص أربعة أشهر

وعشرة ونسخ التصدق قبل المناجاة ونسخ ثبات الواحد للعشرة وإن كانت التلاوة باقية في جميع ذلك وقد نسخ أيضا التلاوة وبقي الحكم على ما روي من آية الرجم من قوله الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم، وإن كان ذلك مما أنزله الله والحكم باق بلا خلاف وكذلك روي تتابع صيام كفارة اليمين من قراءة عبد الله بن مسعود لأنه قد نسخ التلاوة والحكم باق عند من يقول بذلك وأما نسخهما معا فمثل ما روي عن عائشة أنها قالت كان فيما أنزل الله تعالى عشر رضعات يحرمن ثم نسخت بخمس فجرت بنسخه تلاوة وحكما وإنما ذكرنا هذا الموضع على جهة المثال ولو لم يقع شيء منها لما أخل بجواز ما ذكرناه وصحته لأن الذي أجاز ذلك ما قدمناه من الدليل وذلك كاف في هذا الباب۔

(عدۃ الاصول مصنفہ ابو جعفر طوسی جلد دوم ص ۳۰ مطبوعہ بمبئی)

ترجمہ:۔

اس فصل میں یہ بحث ہوگی کہ قرآن کریم کی بعض آیات کا حکم منسوخ ہو

اور تلاوت برقرار رہی۔ اور کچھ دوسری آیات کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن
حکم باقی رہا۔ ہم نے جو کچھ نسخ کے اقسام بیان کیے ان تمام میں نسخ کا
وقوع از روئے عقل و نقل جائز ہے کیونکہ جب یہ بات واضح ہے کہ
تلاوت ایک علیحدہ عبادت ہے۔ اور حکم دوسری عبادت ہے۔
تو ان میں سے کسی ایک کا نسخ اور دوسری کا بقا درست ہو گا۔ جیسا کہ
یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں اقسام کی عبادتیں منسوخ ہو جائیں۔ تو جب یہ بات
ثابت ہو گئی۔ تو اس سے یہ بھی جائز ہو گیا۔ کہ کسی آیت کی تلاوت منسوخ
ہو جائے لیکن اس کا حکم باقی رہے۔ اور یہ بھی درست قرار پایا۔ کہ حکم
منسوخ ہو جائے اور تلاوت برقرار رہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ حکم تو منسوخ ہو جائے
لیکن تلاوت برقرار رہے۔ اور یہ بھی واضح طور پر ایک نقص ہے کیونکہ
تلاوت بھی تو حکم پر دلالت کرتی ہے۔ اور جب حکم کے لیے تلاوت
دلیل ٹھہری۔ تو ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ جب تک تلاوت باقی رہے۔ اس
کی دلالت بھی باقی رہے۔ ورنہ نقص لازم آئے گا۔ جیسا کہ ہم بیان
کر چکے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں یوں کہا جائے گا۔ کہ ایسا ہونا اس بات کے
نقص ہونے کا مقام نہیں۔ کہ جو تلاوت از ذات حکم پر دلالت کرتی ہیں۔
کیونکہ آیت کی حکم پر دلالت اس وقت تک مطلوب ہوتی ہے۔
جب تک اس حکم کی مصلحت موجود ہو۔ لیکن جب حکم کی حالت میں
تبدیلی آ جائے۔ اور اس کی مصلحت ختم ہو جائے۔ اور اس کی جگہ
کوئی نئی مصلحت کارفرما ہو۔ تو اس وقت تلاوت کی اس تبدیل شدہ

حکم پر دلالت نہیں ہوگی۔

اگر اس پر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ اس صورت میں جب کہ حکم آیت اٹھا لیا گیا۔ تو پھر صرف تلاوت آیت کو باقی رکھنے میں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ تو اس اعتراض کے جواب میں یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ ممکن ہے۔ کہ کوئی مصلحت ایسی ہو۔ جو نفس تلاوت کے ساتھ متعلق ہو۔ اور وہ مصلحت حکم سے متعلق نہ ہو۔ جب یہ بات ممکن ہے۔ تو پھر ایسا ہونا کیونکر جائز نہ ہوگا کہ حکم اٹھا لیا جائے اور تلاوت باقی رہ جائے۔ اور محض یہ نہیں کہہ سکتے کہ حکم تلاوت کے ساتھ قائم ہے۔ اور جب تلاوت باقی نہ رہے۔ تو حکم کی بقا کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تلاوت حکم پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے دلالت کا ختم ہونا مدلول کے عدم پر دلالت نہیں کرتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور درختوں کا چلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان کے معدوم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے محروم ہو جائیں۔ کیونکہ ایسا ہی معاملہ تلاوت اور حکم کا ہوتا اور وہ حکم علم سے مختلف ہے۔ کیونکہ علم کی صفت کا معدوم ہو جانا کسی شخص کے عالم ہونے کی نفی کر دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ علم موجب ہے۔ اور دلالت کرنے والا نہیں۔

اب رہا یہ معاملہ کہ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہو جانا جائز ہے۔ تو اس معاملے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مصلحتیں جو ان دونوں چیزوں کے متعلق تھیں۔ وہ باقی نہ رہیں۔ ہم نے جو نسخ کی اقسام بیان کی ہیں۔ وہ تمام کی تمام واقع اور موجود

ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے بیوہ کی عدت ایک سال کو کم کر کے منسوخ
کر کے چار ماہ اور دس دن مقرر کی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ کی ادائیگی کو بھی منسوخ کر
دیا گیا۔ اور یہ بھی منسوخ ہو گیا کہ شروع اسلام میں ایک مسلمان دس
کافروں کے ساتھ مقابلہ اور مقابلہ کرنے کا پابند تھا لیکن بعد میں صرف دو
کافروں کے ساتھ مقابلہ باقی رکھا گیا۔ ان مسئلوں والی آیات کی اگرچہ
تلاوت باقی ہے۔ لیکن احکام منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔

وہ آیات کہ جن کی تلاوت منسوخ ہوئی لیکن حکم باقی رہا ان میں سے ایک
وہ آیت ہے۔ جو رجم کے بارے میں مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔
الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ۔ اس کا حکم تو اب تک
موجود ہے۔ لیکن تلاوت متروک ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت
ہے۔ کہ جس میں قسم کے کفارے کے طور پر تین روزوں کے
بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت کے مطابق مسلسل طور پر
ہونے کے الفاظ موجود تھے۔ لیکن اب ان کی تلاوت ختم ہو چکی
ہے۔ اور اس قید کے قائلین کے نزدیک حکم باقی ہے۔

رہیں وہ آیات کہ جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ کر دیئے گئے۔
تو اس کی مثال وہ روایت ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ یہ کہ دودھ پینے پلانے میں حرمت
کا تعلق ابتداءً دس مرتبہ دودھ پینے سے تھا۔ بعد میں صرف پانچ مرتبہ
رہ گیا۔ تو دس مرتبہ پینے کے مفہوم کے الفاظ اور ان کا حکم دونوں
منسوخ ہو چکے ہیں۔

فصل ششم

قرآن کریم میں اختلاف قراءت کی حیثیت

اہل سنت علماء اور محققین جب دلائل باہرہ سے یہ بات ثابت کر دکھاتے ہیں۔ کہ موجودہ قرآن کریم کے بارے میں اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ یہ محرّف اور نامکمل ہے اور اس لیے وہ اپنے اس عقیدہ کی بنا پر موجود قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس بات کا وہ تحقیقی جواب دیتے لیکن کوئی تحقیقی جواب نہ دیا کرتے۔ جب ان کی کتب معتبرہ بحوالہ ائمہ اہل بیت اس قرآن کو تحریف و تبدیل والا کہتی ہیں۔ تو پھر اس کے خلاف کہاں سے دلائل لائیں۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے وہ سب بے بس ہو کر اختلاف قراءت کا موضوع لے بیٹھے ہیں۔ اور اس کے ضمن میں اپنی گلوخلاصی کرتے ہوئے ہم اہل سنت کو بھی اپنا ہم خیال گردانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب حدیث و تفسیر اس بات پر متفق ہیں۔ کہ قرآن کریم سات قراءت پر نازل ہوا۔ اور پھر ان میں سے کسی قراءت کے مطابق اسے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ ان کی قراءت کو

نام قرآن ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان سات قراءتوں میں قرآن کریم کا نازل کیوں کیا گیا تو بات بالکل واضح ہے کہ اس وقت اہل عرب کی لغات مختلف تھیں۔ اس اختلاف لغت کی وجہ سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغت پڑھنے میں دشواری محسوس کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کے پیش نظر سہولت عطا فرمائی۔ اور قرآن کریم کو سات قراءتوں پر نازل فرمایا۔

اس حقیقت کے پیش نظر سات قرأت کو اہل تشیع یہ رنگ دینے کی کوشش کریں۔ کہ اہل سنت قرآن کریم کو ایک طریقہ سے نہیں پڑھتے بلکہ سات طریقوں سے پڑھ کر تحریف قرآن کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو یہ اعتراض و الزام ان کی محض حماقت اور بے وقوفی کا خیر ہے۔ کیونکہ خود ان کی تفاسیر اور کتب معتبرہ ان سات قرأت کو درست قرار دیتی ہیں۔ اور اسی کے قرآن ہونے کی تصریح ہیں۔ اس مسئلہ کی وضاحت میں ہم دونوں مکتبہ فکر کی کتب سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ان احادیث و عبارات کو دیکھ پڑھ کر مسئلہ کی صحیح صورت سامنے آجائے۔

سات قرأت پر نزولِ قرآن از کتب اہل سنت

بخاری و مسلم شریف

عن ابن شهاب قال حدثني عبيد الله بن عبد الله ان ابن عباس حدثه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

اَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ۔

(۱۔ بخاری شریف جلد دوم کتاب فضائل القرآن ص ۷۴۶ ۔ ۷۴۷)
(۲۔ مسلم شریف جلد اول کتاب فضائل القرآن ص ۲۷۳)

ترجمہ:-

ابن شہاب سے مروی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے حدیث بیان فرمائی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے ایک قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا اور سوال کیا کہ زیادہ قراءت میں پڑھنے کی سہولت عطا فرمائی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سات تک قراءت پڑھنے کی اجازت مرحمت دی۔

بخاری ومسلم شریف:-

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں جناب ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سورۃ الفرقان کئی طریقوں سے پڑھتے ہوئے سنا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طریقوں سے اس کی تلاوت نہیں فرمائی تھی۔ میرے دل نے مجھے اس

بات پر اچنبھا ہوا کہ ہشام بن حزام کو اس وجہ کی بنا پر دوران نماز پکڑ لیتا لیکن میں نے
صبر سے کام لیا۔ آخر جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کو انہی کی اوڑھی ہوئی چادر
میں گلے سے پکڑ کر لپیٹ لیا۔ اور پوچھا۔ اس طرح پڑھنا تمہیں کس نے سکھایا ہے۔؟
انہوں نے کہا۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہے۔ میں نے کہا ہشام؟
تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ یہی سورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور
طریقے سے پڑھائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے
انہیں کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس کیا پیش کر دیا۔ اور آپ سے عرض
کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس شخص کو سورۃ الفرقان ایسے طریقے سے پڑھتے
ہوئے سنا۔ جو آپ نے مجھے نہیں سکھایا۔ میری بات سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ پھر جناب ہشام رضی اللہ عنہ کو آپ نے
فرمایا۔ ہشام! ذرا مجھے بھی سناؤ۔ جناب ہشام نے سورۃ الفرقان کو اسی طرح
پڑھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ جس طرح میں نے انہیں پڑھتے سنا تھا۔ اس
کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سورۃ الفرقان اسی طرح اتاری گئی ہے۔ اس کے
بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ عمر! تم پڑھو۔ میں نے اپنی قرأت کے
مطابق تلاوت کی۔ سماعت فرمانے کے بعد آپ نے پھر ارشاد فرمایا۔ کہ یہ سورۃ
اسی طرح نازل کی گئی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:۔

بخاری شریف:۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ
فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

(۱)۔ بخاری شریف جلد دوم ص ۷۴۷
ابواب فضائل القرآن)
(۲)۔ مسلم شریف جلد اول کتاب فضائل
القرآن باب انزل القرآن علی سبعۃ
احرف)

ترجمہ:-
یعنی یہ قرآن سات حروف (قراءات) پر نازل کیا گیا ہے جو تمہیں جو قراءت
آسان لگے۔ اسی میں قرآن پڑھو۔

مسلم شریف:-

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں تھا کہ ایک
آدمی آیا۔ اور وہاں نماز اس نے قرآن کریم ایک نرالی قراءت کے ساتھ پڑھا۔
جو میں نے نہیں سنی تھی۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اس نے بھی ایک نئے
طریقے سے قراءت کی۔ جو پہلے شخص کی قراءت سے الگ تھی۔ ہم نماز سے فارغ
ہو کر اکٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی ۔
یا رسول اللہ! اس شخص کو یکھئے ایسی قراءت پڑھتے ہے جسے میں کریہ نہیں جانتا
اسی طرح اس دوسرے شخص نے بھی عجیب و غریب قراءت سے قرآن پڑھا
جو پہلے سے مختلف تھی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے ان
کی قراءت سنی۔ اور فرمایا۔ تمہیں مبارک ہو۔ یہ سن کر میرے (ابی بن کعب) دل
میں قرآن کو جھٹلانے کا خیال پیدا ہوگیا۔ جو دور جاہلیت میں بھی نہ تھا۔ (میں اس واقعہ پر
حیران تھا) جب میری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر رحمت فرمائی تو مجھے

حیران پاکر میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ میں پسینے کی طرح بہہ گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف گھبراہٹوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر مجھے آپ نے فرمایا۔ اے ابی! مجھے قرآن کریم کو ایک ہی طریقہ پر پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کیا۔ اور عرض کی بار الٰہا! میری امت پر آسانی فرما دے۔ تو اللہ کی طرف جواب ملا۔ چلو دو طریقوں پر قرآن پڑھ لیا کرو۔ میں نے پھر درخواست کی کہ میری امت کے لیے آسانی فرمادی جائے۔ تو تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ سات طریقوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت ہے۔

(مسلم شریف جلد اول کتاب فضائل القرآن
باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف
ص ۲۷۳)

کتب شیعہ سے سات قراءات کے جواز کے حوالہ جات

خصال شیخ صدوق و تفسیر الصافی :-

اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ الْاَحَادِیْثَ تَخْتَلِفُ عَنْکُمْ قَالَ فَقَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ نُزِّلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ وَاَدْنٰی مَا لِلْاِمَامِ اَنْ یُّفْتِیَ عَلٰی سَبْعَۃِ وُجُوْہٍ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا

عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي آتٍ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ
جَلَّ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ الْقُرْآنَ
عَلَى حَرْفٍ وَاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَبِّ وَسِّعْ عَلَى أُمَّتِي
فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ الْقُرْآنَ
عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ۔

(۱) خصال شیخ صدوق جلد دوم ص ۱۱
مطبوعہ ایران۔
(۲) الصافی تفسیر القرآن المقدمات الثامنہ
جلد اول ص ۴۰ (فیض کاشانی شیعی)

ترجمہ:۔

حماد بن عثمان کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ آپ حضرات ائمہ اہل بیت سے ہم تک پہنچنے والی احادیث مختلف ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا کہ قرآن کریم سات حروف (قراءات) پر نازل کیا گیا ہے۔ اس لیے امام کے لیے کم از کم یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ سات طریقوں پر فتویٰ دے۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ "یہ ہماری بخشش ہے۔ چاہے اسے خرچ کرو یا بلا حساب روکے رکھو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے پاس ایک آنے والا (جبرئیل علیہ السلام) آیا اور اللہ کا یہ حکم دیا کہ میں قرآن کریم کو ایک ہی حرف (قراءت) پر پڑھوں۔ تو میں نے عرض کی۔ اے

پروردگار! میری امت کے لیے وسعت اور آسانی فرما دیجئے۔ تو فرمایا
بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ جو تم قرآن کو سات حروف
(قرأت) پر پڑھ لیا کرو۔

الصافی تفسیر القرآن:۔

وَرَوَوا فِي بَعْضِ اَلْفَاظِ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ
اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا بِمَا تَيَسَّرَ مِنْهُ
وَفِيْ بَعْضِهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِجِبْرَئِيْلَ اِنِّيْ بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّيْنَ فِيْهِمُ الشَّيْخُ
الْفَانِيْ وَالْعَجُوْزُ الْكَبِيْرَةُ وَالْغُلَامُ قَالَ فَمُرْهُمْ
فَلْيَقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ۔

(الصافی تفسیر القرآن المقدمۃ الثامنۃ
جلد اول ص ۳۰)

ترجمہ:۔

سات قرأت کے اختلاف والی حدیث کے الفاظ بعض روایت
میں یوں مذکور ہیں۔ کہ یہ قرآن سات حروف (قرأت) پر نازل کیا
گیا۔ تو ان میں سے جو آسان لگے وہ پڑھ لیا کرو۔ بعض روایت
میں یوں آیا ہے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل
علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ میں ایک ان پڑھ امت کی طرف مبعوث
کیا گیا ہوں۔ اس امت میں عمر رسیدہ بوڑھے، بوڑھیاں اور غلام
بھی ہیں۔ کہا۔ تو پھر امت کو حکم دے دو۔ کہ قرآن کریم کو سات

حروف پر پڑھ لیا کرو۔

الصافی تفسیر القرآن:

وَبِاِسْنَادِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَرْقَدٍ وَالْمُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَا كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَعَنَا رَبِيْعَةُ الرَّاْيِ فَذَكَرْنَا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَقْرَاُ عَلٰى قِرَاءَتِنَا فَهُوَ ضَالٌّ فَقَالَ رَبِيْعَةُ ضَالٌّ فَقَالَ نَعَمْ ضَالٌّ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَّا نَحْنُ فَنَقْرَاُ عَلٰى قِرَاءَةِ اُبَيٍّ

(الصافی جلد اول ص ۳۰)

(المقدمۃ الثامنہ)

ترجمہ:

عبداللہ بن فرقد و معلی بن خنیس دونوں کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ہمارے ساتھ ربیعۃ الرائی بھی تھے قرآن کریم کا ذکر ہوا۔ تو جناب امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابن مسعود ہماری قرأت کے مطابق قرآن نہیں پڑھتے تو وہ گمراہ ہیں جناب ربیعہ نے کہا۔ وہ گمراہ ہیں؟ فرمایا۔ ہاں گمراہ ہیں۔ پھر فرمایا ہم تو حضرت ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق پڑھتے ہیں۔

حدیث بالا کو علامہ کاشانی شیعی نے اصول کافی سے نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس حدیث کے آخری الفاظ یعنی ہم حضرت ابی کی قرأت کے مطابق پڑھتے ہیں۔ یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جناب ربیعۃ الرائی کی

دلجوئی کے لیے ارشاد فرمائے۔ تاکہ اس طرح صحابہ کرام کی توقیر و عزت قائم رہے۔ اور سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ فرما چکے تھے۔ اس کا تدارک ہو جائے۔ ورنہ آپ کا یہ مقصد نہیں کہ ہم اہل بیت جناب ابی کی اتباع کرتے ہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ حضرت ابی کی قراءت ہم اہل بیت کی قراءت کے موافق ہے۔ یا یہ کہ دیگر قراءتوں کی نسبت یہ ہماری قراءت کے زیادہ قریب ہے۔

اہل تشیع نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو ذکر کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک بھی قراءات متعدد ہیں۔

یہ روایات ان روایات میں سے چند ہیں۔ جو اہل تشیع علماء و محدثین نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ حضرات ائمہ اہل بیت سے نقل کیں۔ ان میں واضح اور صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے۔ کہ قرآن کریم امت کی آسانی کی خاطر سات قراءات میں نازل کیا گیا ہے۔ اب جس کو جو آسان لگے اس میں اس کی تلاوت کرے۔

اس وضاحت اور صراحت کے بعد اس شخص کی حماقت اور لاعلمی میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ جو یہ کہتا پھرے۔ اور الزام دھرتا پھرے۔ کہ قرآن کریم کو سات طرح پڑھ کر بگاڑنے اور بدلنے والے اہل سنت ہیں۔ جب تم خود اور تمہارے اکابر بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم سات قراءتوں میں اتارا گیا تو پھر ہم اہل سنت پر مذکورہ الزام کیوں؟ ہم اہل تشیع کے مفسرین اور شارحین کی مزید عبارات پیش کر کے ان کے مسلک کی وضاحت کیے دیتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ ان کا مسلک اپنے ائمہ کے موافق ہے۔ یا مخالف؟

+ + +

سات قراءات میں قرآن کا نزول کیوں ہوا؟ اور اختلاف قراءات کا پس منظر

شرح خصال صدوق

دوسری روایت کا مفاد یہ ہے کہ قرآن سات انداز ہائے ادائیگی کے ساتھ اترا ہے۔ جو سات لغتوں سے عبارت ہے۔ اس لیے کہ نزول قرآن کے وقت علاقہ حجاز اور اس کے آس پاس میں جو فصیح اللسان عرب لوگ موجود تھے۔ باوجودیکہ سب کی زبان اپنی جگہ فصیح و بلیغ عربی تھی۔ تاہم ہر ایک قبیلہ کا لہجہ اور طرز ادائیگی ایک دوسرے سے جداگانہ تھا۔ ابتداء میں تو یہ دستور تھا کہ سب عرب قرآن پاک کو ایک ہی لہجہ اور لغت میں یاد کریں۔ اور پڑھیں۔ تاکہ قرآن میں کسی وجہ سے حتیٰ کہ بحث قراءت سے بھی اختلاف پیدا نہ ہو۔ مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ عرب لوگ ان پڑھ اور عدم تعلیم سے نا آشنا ہیں۔ اور تمام کو ایک لہجہ اور ایک طرز تلفظ پر قرآن سکھلانا آسانی سے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے بارگاہ ایزدی میں درخواست کی کہ انہیں علاقہ عرب کی سات مشہور زبانوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

اس وجہ سے قرآن متعدد قراءات پر مشتمل ہو گیا۔

جو سات طریقہ قراءت سے مشہور اہل اسلام ہیں۔ وہ ہر طریقہ ہم

یک تا صورتی اور صورت روادی ہیں۔

(اس مضمون کے بعد والے الفاظ چونکہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لیے ان کو اصل فارسی میں ہم نقل کرتے ہیں۔

شرح خصال صدوق

وبمطابق این حدیث ہمہ این قرأت ہائے مختلف قرآن حقیقی و نازل بر پیغمبر است و آں بر دو وجہ ممکن است اول آنکہ آیاتیکہ بتوسط فرشتہ یا بے آنحضرت میرسید یا بقلب مبارکش نازل می شدہ شامل ہمہ قرأتہا بودہ و پیغمبر ہم در محفل اصحاب خود کہ از قبائل مختلف بودہ اند ہمہ آنہا را تلاوت می کردہ و ہر کدام مطابق لہجہ و لغت خود قرأت مخصوصے را یاد کردہ اند۔ دوم آنکہ قرآن یک لغت بر پیغمبر نازل میشدہ و سپس پیغمبر چوں از خدا رخصت گرفتہ بود جمیع یا دو قرأتہائے مختلف باصحاب یاد میداد۔

ترجمہ:

اس حدیث کے مطابق یہ تمام سات قراءات جو مختلف ہیں یہ حقیقی قرآن ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہیں۔ یہ بات دو طرح ممکن ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ آیات جو حضرت جبریل کے واسطہ سے یا ان کے واسطہ کے بغیر براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئیں۔ وہ آیات تمام مختلف قراءات پر مشتمل ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی موجودگی میں ہوئی۔ جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان آیات کو

سات قراءتوں پر تلاوت فرمایا ہو۔ پھر ہر ایک صحابی نے اپنے مخصوص لہجہ اور طرز ادائیگی کے مطابق اُن آیات کو حفظ کر لیا ہو۔

دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے مطابق ہی اترا ہو۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے اس امر کی اجازت مرحمت ہو چکی تھی۔ کہ آپ امت کی آسانی کی خاطر سات قراءتوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ تو آپ اس اجازت کے پیش نظر سات قراءتوں کے مطابق ہر قبیلہ کو یاد کرا دیا کرتے تھے۔

(شرح خصال صدوق (فارسی) جلد دوم ص ۱۱۷ مطبوعہ ایران)

مشکل حل ہوگئی

میرا خیال تھا۔ کہ سات قراءت کے اختلاف کے اسباب اور اس کی ضرورت کو کتب اہل سنت سے بیان کرتا۔ لیکن اب میری مشکل آسان ہوگئی اور سفر مختصر ہو گیا۔ کیونکہ اہل تشیع کے ایک عالم و محقق شارح خصال صدوق نے اس امر کی وضاحت کر دی۔ اُن اسباب کا تذکرہ بھی کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا۔ کہ مشہور سات قراءت نفس قرآن اور عین قرآن ہیں۔ گویا کسی انسان کی اختراع نہیں۔ بلکہ اللہ نے سات طرق سے آیات نازل فرمائیں یا اللہ کے پیغمبر نے اللہ کی اجازت سے سات قراءات کو مروج فرمایا۔ لہٰذا اہل سنت پر ان قراءت کے موجد ہونے کا الزام کہاں تک درست ہو

پڑتا ہے۔

سات قراءات پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہے

منہج الصادقین

بنابر علیٰ ہذا بخاطر فاتر این فقیر ضعیف جانی المفتقر الی غفران اللطیف السبحانی ابن شکر اللہ فتح اللہ الشریف الکاشانی کساہما جلابیب رضوانہ و سقاہما سحایب غفرانہ رسید کہ تفسیری ... مشتمل بر لطائف مرغوبہ اعلیٰ مستخلص از تفاسیر عربیہ و فارسیہ و کتب تاریخ و احادیث و غیر آن از کتب کلامیہ و اصول و فروع فقہیہ کردہ تفسیری از آن انتخاب نمایم کہ متحلی باشد بدین معانی قرآن بر وفق روایات صحیحہ مسندۃ الثبوت و مجمع علیہ جمیع موافق و مخالف است و متعرض قراءۃ دیگر نشود۔

(تفسیر منہج الصادقین تصنیف ملا کاشانی جلد اول ص ۳ مقدمہ)

ترجمہ:

اس بنا پر (جس کا تذکرہ گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے) اس فقیر دل زار ضعیف جان جو اللہ بخشنے والے مہربان کی بخشش کا طالب ہے یعنی ابن شکر اللہ فتح اللہ الشریف کاشانی (اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنی رضامندی میں ڈھانپے اور ان پر اپنی مغفرت کی بارش نازل

کرنے کے ذہن میں یہ بات آئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور اس کی رضا مندی کے حصول کی خاطر فارسی و عربی تفاسیر کتب تاریخ اور علم کلام کی کتابوں اور فقہی اصول و فروع کا مطالعہ کروں۔ اور پھر ان تمام کا انتخاب پیش کروں۔ جو قرآن کریم کے مفہوم و معانی پر مشتمل ہو۔ اور وہ بھی قرآن کریم کی سات قراءتوں کے مطابق ہو۔ یہ وہ قراءت ہیں کہ جن کو سبھی اپنے بیگانے تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان پر تمام کا اتفاق و اجماع ہے۔ ان مسلم و متفق علیہ قراءت کے علاوہ کسی دوسری قراءت کے پیچھے نہ پڑوں گا۔

مذہب امامیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت ساتوں قراءتوں پر ہونی چاہیے صرف ایک پر نہیں

مجمع البیان:

فَاعْلَمْ أَنَّ الظَّاهِرَ مِنْ مَذْهَبِ الْإِمَامِيَّةِ أَنَّهُمْ أَجْمَعُوا عَلَى جَوَازِ الْقِرَاءَةِ بِمَا تَتَدَاوَلُهُ الْقُرَّاءُ بَيْنَهُمْ مِنَ الْقِرَاءَاتِ إِلَّا أَنَّهُمُ اخْتَارُوا الْقِرَاءَةَ بِمَا جَازَ بَيْنَ الْقُرَّاءِ وَكَرِهُوا تَجْرِيدَ قِرَاءَةٍ وَاحِدَةٍ مُفْرَدَةٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول مقدمہ کتاب
فن ۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

معلوم ہونا چاہیئے کہ مذہب امامیہ ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے ان متداول مشہور قراءتوں کے مطابق قرآن کریم کو پڑھنا جائز ہو دیا ہے۔ جو مختلف قاریوں کے درمیان چلی آ رہی ہیں۔ مگر بعض نے قاریوں سے دہی پڑھی جانے والی قراءت کو پسند کیا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو ہی مخصوص طور پر پڑھنا منع کر دیا ہے۔

آخری گزارش

ذکر کردہ دونوں عبارات اہل تشیع کے ہاں معتبر اور مستند کتب تفسیر سے نقل کی گئی ہیں۔ ان عبارات میں انہوں نے مذہب اہل بیت کا یہ عقیدہ نقل کر بیان کیا ہے۔ کہ قرآن کریم کی سات قرائتیں ہیں۔ ان میں ہر ایک قراءت پر پڑھنا چاہیئے۔ صرف ایک قراءت پر ہی اکتفا کرنا پسندیدہ فعل نہیں۔ لہٰذا اس وضاحت کے بعد اگر کوئی یہ کہتا پھرے کہ سات قراءتوں کا سلسلہ اہل سنت نے شروع کیا اور اسی سبب سے وہ شیعوں پر یہ الزام دھرے کہ یہ لوگ قرآن کریم کی تحریف کے مرتکب ہیں۔ تو ایسے شخص کی نادانی اور جہالت کے سوا یہ بھی غلط تہمت ہے۔ جو دو عدد عبارات کی صورت میں ہم نے پیش کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اہل تشیع چونکہ موجودہ قرآن کے مکمل ہونے پر

اعتقاد نہیں رکھتے ۔ ہاں یاد رہے مجبوراً اس موجودہ قرآن کی تلاوت کرنے پر مجبور ہیں ۔ تحریف قرآن کا عقیدہ ہم نے خود ان کی کتب سے بالتفصیل ذکر کر دیا لیکن توبہ کرنے کی بجائے الٹا اہل سنت کو بھی اپنے دوزخ کی آگ میں جلانے میں کوشاں ہیں ۔ اور اختلاف قرات کو سند کے طور پر پیش کرنے کی حماقت اور دیدہ دلیری کر رہے ہیں ۔

بعونہ تعالیٰ بحث کتاب اللہ پوری ہوگئی

فصل ہفتم

اہل سنت پر اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض

اہل سنت کا قرآن بعض زیادتیوں پر مشتمل ہے

سنیوں کی قابل اعتبار تفسیر در منثور میں یہ موجود ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن میں شامل نہیں مانتے تھے۔ حالانکہ یہ دونوں سورتیں سنیوں کے قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر در منثور

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَحُكُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْمُصْحَفِ وَيَقُوْلُ لَا تَخْلِطُوا الْقُرْاٰنَ بِمَا لَيْسَ مِنْهُ اِنَّهُمَا لَيْسَتَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِنَّمَا

أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَعَوَّذَ بِهِمَا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَا يَقْرَأُ بِهِمَا.

(تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ یہ حضرات معوذتین کو قرآن کریم میں نکال دیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ قرآن کریم میں ایسی چیزیں مت ملاؤ۔ جو اس میں سے نہیں ہیں اور معوذتین دونوں سورتوں کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں۔ ان کے دونوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ آپ ان کلمات سے استعاذہ کریں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کی قراءت نہیں کیا کرتے تھے

تفسیر اتقان و کبیر

نُقِلَ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ الْقَدِيمَةِ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُنْكِرُ كَوْنَ سُورَةِ الْفَاتِحَةِ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(۱)۔ تفسیر اتقان جلد اول ص ۸۰ مطبوعہ بیروت جدید۔

(۲)۔ تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۱۳ الباب الرابع مطبوعہ مصر جدید۔

ترجمہ:

بعض قدیم کتابوں میں منقول ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کو قرآن کریم کی سے نہیں مانتے تھے۔

اہل سنت کی معتبر تفاسیر سے مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ فلق اور الناس تینوں سورتیں نہیں ہے۔ ان کے قرآن نہ ہونے کا اعلان وہ جلیل القدر صحابی کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن میں یہ تینوں سورتیں اس وقت سے لے کر آج تک موجود چلی آ رہی ہیں۔ تو صاف ظاہر کہ سنیوں کا قرآن ہو نہ یا دتیوں اور تحریف سے۔ اور ان سورتوں کو قرآن ماننا اہل سنت کا مسلک اور عقیدہ ہے۔ لہٰذا اہل تشیع پر تحریف و تبدیلی کا الزام دینے والے خود بھی زیادتی کے مرتکب ہیں۔

جواب سے قبل ایک ضروری گزارش

تفسیر تقان اور در منثور کے مصنف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ان تفاسیر میں آیات قرآنیہ کے تحت بہت سی احادیث درج فرمائیں۔ جن کی صحت و سقم سے کوئی بحث نہ کی۔ بلکہ یہ اس لیے کیا۔ تاکہ محدث ان احادیث کو اپنے علم کے ترازو میں رکھ کر جس احادیث کو جہاں مناسب سمجھے رکھ لے۔ خطیب اور اس طبقہ کے دوسرے علماء نے اس عیب و اعتراض کو شروع سے رفع کر دیا کیونکہ انہوں نے اپنی کتب کے مقدمہ جات اور دیباچوں میں اس امر کی تصریح کر دی۔ صاحب جامع الاصول نے نقل کیا کہ خطیب نے رضی شیعی کے بھائی شریف مرتضیٰ سے اہل تشیع کی احادیث روایت کی ہیں۔ اس لیے علامہ سیوطی نے جو روایات خطیب سے نقل کیں۔ وہ بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔ یہی وجہ

ہے۔ کہ خود علامہ السیوطی نے جمیع روایات کے بجائے یہیں اس بات کو ذکر کیا ہے کہ ان میں ضعیف احادیث کے لیے مخصوص نشان ہیں۔ اور ان میں امام السیوطی نے اس امر کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ کہ فلاں فلاں کتاب سے جب تمہیں کوئی حدیث ملے۔ تو سمجھ لینا کہ وہ ضعیف ہے۔

لہذا قارئین کرام کی خدمت میں عرض گزار ہوں۔ کہ کوئی بھی شیعہ جب تفسیر اتقان یا در منثور سے کوئی حدیث یا روایت پیش کر کے اپنے مسلک کی تائید حاصل کرنا چاہے۔ تو ان روایات و احادیث کی صحت سند کے بغیر کوئی اہمیت نہ دیں۔ کیونکہ جو روایات ان کتب میں سند کے بغیر مذکور ہیں۔ وہ اہل سنت پر کسی طرح بھی حجت نہیں قرار پاتیں۔ کیونکہ امام السیوطی نے ان تفاسیر میں اس امر کا التزام نہیں فرمایا۔ کہ وہ صرف احادیث صحیحہ ہی ذکر کریں گے۔

ذکر شدہ اعتراض کے جوابات

جواب اول:

اگر اہل سنت کے اسلاف اور بزرگ حضرات بقول معترض ان تین سورتوں کو واقعی قرآن سمجھتے تو اس وقت سے آج تک ان سورتوں کا وجود قرآن میں نہ ہوتا۔ اور نہ مٹنے دیا جاتا۔ جبکہ یہ قرآن ہمارے بھی اسلاف کا جمع کردہ ہے۔ ان سورتوں کا قرآن میں ثابت رہنا اور قائم رہنا اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ کہ ان کے ماننے والوں کے نزدیک یہ بھی قرآن ہی ہیں۔

جوابِ دوم

اہل سنت کی معتبر اور معتبر حدیث کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح میں معوذتین کے بارے میں یوں مذکور ہے۔

مشکوٰۃ شریف

يَا عُقْبَةُ اَلَا اُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِئَتَا فَعَلَّمَنِيْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ نمبر ۷۰
باب القرأۃ فی الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عقبہ! کیا میں تجھے دو بہترین پڑھی گئی سورتیں نہ سکھلاؤں؟ پھر آپ نے مجھے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ سکھلائیں۔

اسی روایت کے آخر میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح میں صرف انہی دو سورتوں کو پڑھا۔ لہٰذا ثابت ہے۔ کہ امام المعصومین جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ دو سورتیں قرآن ہیں۔ کیونکہ نماز میں قرآن کی قرأت فرض ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی قرآنیت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

جوابِ سوم

معترض نے صرف اپنے اعتراض کو بنانے کے لیے تفسیر درِ منثور کے حوالہ الفاظ ذکر کر دیئے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ پوری عبارت نقل کر کے پھر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی۔ آیئے دیکھیں کہ درِ منثور میں کیا لکھا ہے۔

درِ منثور

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ طُرُقٍ صَحِيْحَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَحُكُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْمُصْحَفِ وَيَقُوْلُ لَا تَخْلِطُوا الْقُرْاٰنَ بِمَا لَيْسَ مِنْهُ اِنَّهُمَا لَيْسَتَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِنَّمَا اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَعَوَّذَ بِهِمَا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَقْرَاُ بِهِمَا قَالَ الْبَزَّارُ لَمْ يُتَابِعِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ بِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ وَاُثْبِتَتَا فِي الْمُصْحَفِ۔

(تفسیر درِ منثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

احمد، بزار، طبرانی اور ابن مردویہ نے صحیح طریقوں سے حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابی
بن کعب ہر ایک معوذتین کو قرآن میں سے نکال دیا کرتے تھے۔
اور کہا کرتے کہ قرآن میں دو چیزیں مت داخل کرو۔ جو قرآن نہیں یہ
دونوں سورتیں یقیناً قرآن نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب
صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کلمات سے پناہ طلب کیا کریں۔
ابن مسعود ان کی قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔ بزار کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابن
مسعود کی اس بات کی کسی ایک صحابی نے بھی اتباع نہ کی۔ اور وہ بھی
ان کو قرآن نہ مانتا حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ صحیح
یہ ثابت ہے۔ کہ آپ نے ان دونوں سورتوں کی نماز میں تلاوت
فرمائی۔ اور مصحف میں ان کو باقی رہنے دیا گیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ معترض نے بددیانتی کا ارتکاب کرتے
ہوئے تفسیر در منثور کی پوری عبارت نقل نہ کی۔ اگر وہ ایسا کرتا۔ تو بے چارے کا
بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ جاتا۔ بہرحال پوری عبارت پر غور کرنے والا ہر شخص یہی کہیگا
کہ صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی۔ ان کی کسی ایک صحابی
نے بھی تائید و توثیق نہ کی۔ بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ان کی
قراءت فرما کر ان کے قرآن ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

تفسیر کبیر کی روایت کی تحقیق

معترض نے تفسیر کبیر سے (جو کہ امام فخر الدین رازی کی تصنیف ہے۔)
ایک روایت پیش کی۔ جس سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود

سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل تھے۔ اس سلسلہ میں پہلی یہ گزارش ہے۔ کہ یہ روایت بلا سند ذکر کی گئی۔

اس لیے بغیر سند کے کسی روایت کو بطور حجت ہم پر پیش نہیں کیا جا سکتا اور اگر معترض کا کوئی ساتھی شیعہ سند کی بات کو چھوڑ کر یہ کہے۔ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کسی روایت کو ذکر کرنا خود سند کے قائم مقام ہے۔ یعنی وہ امام رازی کے نام کو ہی بطور حجت و سند پیش کرے۔ تو پھر اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے جو کچھ تاثر دینے کی کوشش کی گئی وہ بھی خیانت پر مبنی ہے۔ ورنہ امام موصوف نے اسی جگہ متصل اس روایت کا فیصلہ جو ذکر فرمایا ہے۔ ہم اس کو ہدیہ ناظرین کیے دیتے ہیں۔ پھر ناظرین و قارئین خود معترض کی بد دیانتی کو جان لیں گے۔ امام موصوف فرماتے ہیں۔

اَلْاَغْلَبُ عَلَى الظَّنِّ اَنَّ هٰذَا النَّقْلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَذِبٌ بَاطِلٌ۔

ترجمہ:

غالب ترین گمان یہ ہے۔ کہ مذکورہ روایت جو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے۔ وہ جھوٹ اور باطل ہے۔

اس فیصلہ سے معلوم ہوا۔ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اگر ذات اور ان کے نام کو ہی حجت بنایا جائے۔ تو پھر امام موصوف نے اس روایت کا فیصلہ خود ہی کر دیا۔ یعنی یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹ اور بطلان سے کام لیا گیا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا روایت مذکورہ کو کذب و باطل سے تعبیر کرنا محض ان کی اپنی رائے نہیں ہے۔ بلکہ وہ شروع سے جہاں معوذتین کے انکار کی روایت

ان سے منسوب تحریر ہے۔ وہاں یہی تحریر ہے۔ جو بحوالہ طبرانی اوسط سند حسن کے ساتھ ہے۔

تفسیر در منثور

وَاَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلَیَّ اٰیَاتٌ لَمْ یُنْزَلْ عَلَیَّ مِثْلُھُنَّ الْمُعَوِّذَتَیْنِ۔

(تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر چند آیات ایسی اتاری گئیں۔ جو اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ معوذتین کی آیات ہیں۔

اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل تھے:

ایک اہم سوال:

جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو منکر معوذتین ثابت کرنے کی اہل تشیع کی کوشش بالکل بے کار گئی۔ اس

ناکامی کے بعد انہوں نے گرگٹ کی سی ایک چال چلی۔ اور اہلِ سنت کو مرعوب کرنے کی انوکھی ترکیب نکالی۔ انہوں نے یہ سوال گھڑا کہ اگر معوذتین کے بارے میں تواتر سے ثابت ہے۔ کہ یہ قرآن ہی کی دو سورتیں ہیں۔ تو پھر ان کے قرآن ہونے کے منکر کو مسلمان کہنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ لہٰذا فیصلہ طلب امر یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب معوذتین کے منکر ہیں۔ تو پھر ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟

جواب:

ہم گزشتہ سطور میں یہ واضح کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے قرآن ہونے کے منکر نہیں۔ اس لیے انہیں منکر قرآن کے منکرین کے فتوی کی زد میں نہیں دیا جا سکتا۔ رہی یہ بات کہ ان سورتوں کا منکر کافر ہے یا نہیں۔ تو تفسیر اتقان کا اس بارے میں فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر اتقان

وَقَالَ النَّوَوِیُّ فِیْ شَرْحِ الْمُھَذَّبِ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْمُعَوِّذَتَیْنِ وَالْفَاتِحَۃَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَاَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْھَا شَیْئًا کَفَرَ وَمَا نُقِلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَاطِلٌ لَیْسَ بِصَحِیْحٍ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِیْ کِتَابِ الْقَدْحِ الْمُعَلّٰی تَتْمِیْمِ الْمُحَلّٰی ھٰذَا کَذِبٌ عَلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَوْضُوْعٌ وَاِنَّمَا صَحَّ عَنْہُ قِرَاءَۃُ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْہُ وَفِیْھَا الْمُعَوِّذَتَانِ وَالْفَاتِحَۃُ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۷۸ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

شرح المہذب میں امام نووی نے فرمایا۔ کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں۔ کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن ہی کی سورتیں ہیں۔ اور یہ بھی تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ جس شخص نے ان میں سے کسی شئی کا انکار کیا۔ یعنی اسے قرآن نہ مانا۔ وہ کافر ہو گیا۔ اور اس بارے میں جو روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ بالکل باطل ہے۔ قطعاً صحیح نہیں۔ ابن حزم نے کتاب القدح المعلی تتمیم المحلی میں کہا۔ کہ یہ سب کچھ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ جو حضرت ابن مسعود پر تھوپا گیا۔ اور یہ روایت گھڑی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے جو درست روایت ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو قراءۃ عاصم عن زر ہے۔ اور اس قراءۃ میں معوذتین و فاتحہ موجود ہیں۔

محلی ابن حزم

وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ فِی الْمَصَاحِفِ بِاَیْدِی الْمُسْلِمِیْنَ شَرْقًا وَغَرْبًا فَمَا بَیْنَ ذَالِکَ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْاٰنِ اِلٰی اٰخِرِ الْمُعَوِّذَتَیْنِ کَلَامُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَوَحْیُہٗ اَنْزَلَہٗ عَلٰی قَلْبِ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَفَرَ بِحَرْفٍ

مِنْهُ فَهُوَ كَافِرٌ وَكُلُّ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنْ اَنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَاُمَّ الْقُرْاٰنِ لَمْ تَكُنْ فِيْ مُصْحَفِهٖ فَكَذِبٌ مَوْضُوْعٌ لَا يَصِحُّ وَاِنَّمَا صَحَّتْ عَنْهُ قِرَاءَةُ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ۔

(محلی ابن حزم جلد اول ص ۱۳)

ترجمہ:

اور یہ بات یقینی ہے۔ کہ وہ قرآن جو مصاحف کی صورت میں شرق و غرب کے مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ اور قرآن کے ابتدائی الفاظ سے کر معوذتین کے آخری الفاظ تک تمام کا تمام قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس کی وحی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر نازل فرمایا۔ لہٰذا جس شخص نے اس قرآن میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا۔ وہ کافر ہے۔

اور تمام وہ روایات جو حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف منسوب کی گئی ہوئے یہ کہا گیا ہے۔ کہ معوذتین اور ام القرآن (الفاتحہ) آپ کے مصحف میں نہیں تھیں۔ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ من گھڑت ہے۔ اس کی صحت نہیں ہے ہاں جو کچھ ان سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ وہ قراءۃ عاصم عن زر بن حبیش ہے اور اس میں یہ تینوں سورتیں مذکور ہیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی روایات غلط ہیں۔

خلاصۂ جواب:

سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو اس قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ معوذتین اور الفاتحہ

کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ یہ قرآن نہیں ہیں۔ ایسی روایات گھڑ
جھوٹ اور باطل کی آمیزہ دار ہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے گھڑ کر ان کی طرف منسوب
کر دیا ہے۔ برخلاف اس کے حقیقت حال یہ ہے۔ کہ آپ ان تینوں سورتوں
کے بارے میں ان کے قرآن ہونے کے معتقد تھے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ کی قرأۃ کی روایت کرنے والے حضرات امام عاصم
جنہوں نے جناب زر بن حبیش سے روایت کی۔ کی قراءۃ و روایت میں یہ تینوں
سورتیں موجود ہیں۔ لہٰذا آپ ان کی قرآنیت کے منکر نہیں تھے۔ اس کے ساتھ
اہل سنت کا منکر قرآن کے بارے میں ابن حزم کی تحریر سے آپ نے ملاحظہ کیا۔
یہ کہ سورۃ الحمد شریف ابتدا سے لے کر والناس تک تمام
قرآن ہے۔ وہ مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے ہاں یہ موجود ہے۔ لہٰذا جو شخص
ان میں سے کسی ایک حرف و کلمہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ کہ وہ قرآن
نہیں۔ کلام اللہ نہیں۔ حضور پر اتارا نہیں گیا۔ وہ کافر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

اعتراض دوم

اہل سنت کا قرآن مکمل الفاظ پر مشتمل نہیں

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ الآية (پ ۶ ع ۱۳)

یہ آیت کریمہ اب بھی قرآن کریم میں انہی الفاظ سے موجود ہے لیکن اصل میں اس کے حروف و الفاظ زیادہ تھے جو اب نہیں ہیں۔ گویا یہ تحریف کا شکار ہو گئی ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ اہل سنت کی معتبر تفسیر در منثور میں مذکور ہے کہ ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے یوں اخراج کیا ہے۔

(در منثور)

قَالَ كُنَّا نَقْرَأُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ أَنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ

يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

(تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۲۹۸ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یوں پڑھا کرتے تھے۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین الخ یعنی اے رسول معظم! جو بات آپ کی طرف اتاری گئی ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔ وہ بات یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام ایمانداروں کے مولیٰ ہیں۔ اور اگر آپ نے یہ نہ کیا۔ یعنی اس بات کی تبلیغ نہ کی تو تم نے اللہ کا پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ اور اللہ لوگوں کے شر سے آپ کو بچا کر رکھے گا۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کہ سنیوں کے موجودہ قرآن میں اس آیت کریمہ میں "ان علیا مولی المومنین" کے الفاظ موجود نہیں۔

سنیو! ذرا مجیب تمام کے جواب دینا کہ جس چیز کو حضرت صحابہ کرام دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس آیت کے اندر پڑھتے رہے۔ اس کی گواہی خود تمہاری کتب دے رہی ہیں۔ تو پھر تم نے یہ جرأت کی کہ اس چیز کو اس آیت سے نکال باہر کیا۔ اس تحریف کا حق آخر کس نے تمہیں دیا۔ اور دیکھئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں۔ نہایت ثقہ اور عادل راوی ہیں اور صاحب تفسیر علامہ سیوطی بھی ایک مسلم شخصیت ہیں۔ ان کی معتبر اور مشہور تفسیر "درمنثور" کے حوالہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت

سے تم اس قدر نالاں ہو کہ قرآن مجید سے اسے باہر نکال کر دیا۔ کیا بیٹھے بٹھائے یہ بات کے بعد اب یہ کہنا کہ ہم اہل سنت قرآن کی تحریف کے قائل اور معتقد نہیں۔ کون مانے گا؟

آیت مذکورہ میں نسخ واقع نہیں ہے

اگر کوئی سنی ہمارے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہنا چاہے کہ آیت زیر بحث میں نسخ واقع ہے۔ یعنی ابتداء میں ابن مسعود کے مصحف میں اس کی تلاوت ہوتی تھی۔ لیکن بعد میں یہ الفاظ منسوخ التلاوۃ والحکم ہو گئے۔ تو یہ جواب قطعاً لائق توجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اہل سنت کی ایک معتبر کتاب [illegible] فی الناسخ والمنسوخ کے صفحہ ۵ مطبوعہ محمدی لاہور کی سطر ۱۴ پر تحریر ہے کہ

"سورۃ مائدہ میں کل ۹ آیات منسوخ ہیں۔" لیکن ان نو آیات میں اس آیت کا ذکر تک نہیں ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اس جملہ کا حذف از قبیل نسخ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ جب اس جملہ کی تلاوت عہد رسالت میں ہوتی رہی اور اس کو منسوخ بھی نہیں کیا گیا۔ تو اب موجودہ قرآن میں اس کا نہ ہونا تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب اول

جہاں تک معترض کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اہل سنت کے معتمد اور معتبر راوی ہیں۔ تو اس بارے میں اہل سنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ آپ واقعی ثقہ اور عادل ہیں۔ ان کی ثقاہت و عدالت کے برحق ہونے

بعد گفتگو اس بات پر ہے۔ کہ ابن مردویہ نے ان سے جو روایت ذکر کی اس کی سند نہ ہونے کی وجہ سے وہ قابل بحث نہیں ہے۔ ابن مردویہ اور ابن مسعود کا باہم ایک دور میں ہونا اور ایک دوسرے سے سماع کا ثبوت قطعاً نہیں۔ کیونکہ ابن مردویہ جن کا پورا نام یہ ہے۔ ابو بکر احمد بن موسیٰ اصفہانی۔ ان کا پانچویں صدی میں انتقال ہوتا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ جلد دوم جزء سوم کی ابتداء ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ادھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت پہلے اس دار فانی سے کوچ فرما چکے تھے۔ لہٰذا ان دونوں کا بغیر واسطہ سماع ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ لازمی ہے۔ کہ ان دونوں کے درمیان کچھ واسطے ہوں گے۔ جن کے ذریعہ ابن مسعود کی بات ابن مردویہ تک پہنچی۔ ہم نے بہت کوشش کی۔ کہ ان واسطوں اور راویوں کا کہیں تذکرہ اور نام و کنیت مل جائے۔ لیکن وہ ان کے نام معلوم ہو سکے۔ اور نہ ہی ان کی تعداد۔ اس بنا پر ان راویوں کے ثقہ یا عدم ثقہ، عادل یا غیر عادل وغیرہ معاملات کا علم بھی نہیں ہو سکا۔ جس روایت کے راویوں کے نام ان کی تعداد۔ ان کی ثقاہت و عدالت کا جب کسی طرح بھی علم نہ ہو سکے۔ تو ایسی روایت کا مقام و درجہ سب کو معلوم ہے۔ بنا بریں اس روایت کا مرسل ہونا، موضوع ہونا یا ضعیف ہونا ان امور کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں! تمام شیعہ لوگوں کو ایک ہزار روپے بطور انعام دینے کا اعلان کرتا ہوں۔ جو اس روایت کی صحیح سند بیان کر دیں۔ اور اگر اس روایت کی سند بیان نہ کر سکیں۔ تو پھر توبہ ہی کر لیں گے۔

جواب دوم

... درمنثور میں کسی روایت کا پایا جانا اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ روایت صحیح اور مسند بھی ہو گی۔ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ اس تفسیر میں ہر قسم کی روایت

درج ہیں جن کا ہم تذکرہ پہلے کر چکے ہیں۔ لہٰذا صرف یہ کہہ دینا ہی کافی نہیں۔ اور حجت اور دلیل نہیں بن جاتا کہ یہ روایت در منثور کی ہے۔ در منثور میں ذکر کردہ روایات کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "قرۃ العین" میں رقمطراز ہیں۔

در منثور:

> وسیوطی در در منثور جمع احادیث مناسبہ بقرآن نمودہ لیکن نظر از صحت وسقم آنہا نکردہ تا اہل آں بہ میزان علم خود بسنجد ہر حدیثے را در محل خود جائی بگذارد۔

ترجمہ:

> علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر در منثور میں وہ تمام احادیث جمع کر دی ہیں کہ قرآن کریم کے ساتھ مناسبت تھی۔ ان روایات کے ذکر کرنے میں اس امر کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا کمزور۔ ایسا انہوں نے اس لیے کیا تاکہ ہر حدیث کا ماہر اپنے علم کے ترازو پر ان کو پرکھے۔ اور جس حدیث کا جو مقام ہے اسے وہاں رکھے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ عادل ہونے میں ہمیں اختلاف نہیں۔ اسی طرح حضرت امام سیوطی کے متدین اہل سنت ہونے پر ہمیں اعتماد و یقین ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے جس اتفاق اور اضطراب ہے تو اس بات پر کہ ان سے مروی روایت کی سند نہیں ملتی۔ بلکہ اس روایت کے رواۃ سے جہالت اُڑتی آتی ہے۔ اس لیے ہم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

دوسری قابل اعتراض یہ بات ہے۔ کہ جس کتاب سے یہ روایت پیش

پیش کی گئی۔ اس میں صاحب کتاب نے روایت کی صحت کا اہتمام نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر طرح
کی روایت ذکر کر دی۔ اور ان روایات و احادیث کی درجہ بندی کرنا محققین کرام پر
چھوڑ دیا گیا۔ وہ اپنے علم سے جس حدیث کو چاہیں مرتبہ دیں۔ اور جہاں چاہیں رکھیں

جواب سوم

معترض نے درمنثور سے جو ابن مردویہ سے روایت پیش کی۔ اس روایت
کو ابن مردویہ نے اپنی کسی کتاب میں درج کیا۔ یا کسی اور شخص نے ان سے سماع کر کے
اپنی کتاب میں درج کیا۔ اس کا کوئی پتہ نہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے۔ کہ اہل سنت کے اس راوی کی روایت نہ
خود اس کی کسی کتاب میں ملی۔ اور نہ ہی کسی شاگرد کی کتاب میں دستیاب ہو سکی۔ لیکن
اگر ملی تو اہل تشیع کی کتب میں ملی۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین:

و ابن مردویہ در کتاب مناقب آوردہ روایت از عبداللہ بن مسعود کہ ما در
زمان حیات حضرت رسالت این آیہ را چنیں می خواندیم کہ یا ایہا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی
المؤمنین فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۳ ص ۲۸۵
مطبوعہ طہران طبع جدید)

ترجمہ:
ابن مردویہ نے مناقب نامی کتاب میں ذکر کیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں
اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے۔ "یا ایها الرسول بلغ" یعنی
اے رسول مکرم! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب نے یہ بات
نازل کی کہ علی تمام مومنین کے ولی ہیں" اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اور
اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس اللہ کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی۔

ابن مردویہ کی کتاب مناقب کہاں ہے؟

تفسیر منہج الصادقین کے حوالہ سے ابن مردویہ کی ایک تصنیف "مناقب" کا نام منشی
میں آیا ہے۔ ہم نے کشف الظنون وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا۔ لیکن اس نام کی کتاب ابن مردویہ
کی تصنیف کے طور پر کہیں بھی نہ مل سکی۔ اس قسم کی کتابیں جن کا وجود عنقا رہا۔ کے فرضی
نام پیش کرنا اہل تشیع کا محبوب مشغلہ ہے۔
اعتراض کے آخر میں جو یہ مفروضہ قائم کیا گیا۔ کہ اگر یہ ناسخ منسوخ کے ضمن میں آتی
تو کہیں اس کا تذکرہ ہوتا اس مفروضہ کی گپ سے معترض نے یہ بات ثابت کرنے کی
کوشش کی کہ جب مذکورہ جملہ منسوخ بھی نہیں۔ اور روایات میں اس کا ثبوت ہے
تو پھر شیعوں کے قرآن میں اس کا نہ ہونا تحریف قرآنی کے زمرے میں آتا ہے
اس گپ کا جواب بھی پہلے چار بات میں آچکا ہے مختصر یہ کہ جب وہ روایت کہ جس
سے اس جملہ کا قرآن ہونا ثابت کیا گیا۔ وہ روایت ہی قابل اعتبار نہیں۔ اس کا کہیں
مستند طور پر نام و نشان نہیں۔
اس قسم کی بے اصل و بے سند روایت ہی قابل اعتبار نہیں۔
جب یہ جملہ قرآن ثابت ہی نہ ہو سکا۔ تو اس کے نہ ہونے کو منسوخ ...

سے تعبیر کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ قرآن کا ثبوت تواتر سے ہوتا ہے۔ اور اس کی کسی آیت، سورۃ یا کلمہ کی تنسیخ بھی اسی ذریعہ یا اس سے قریب تر ذریعہ سے ہو سکتی ہے لہذا اگر ناسخ و منسوخ میں اس جملہ کا ذکر نہیں۔ تو کوئی اعتراض کی بات نہیں

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض سوم

اہل سنت کے قرآن میں ایک اور تحریف کا ثبوت

روایت نمبر (۱): تفسیر درِ منثور:

قَالَ كُنْتُ اَكْتُبُ مُصْحَفًا لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَاٰذِنِّيْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى فَلَمَّا بَلَغْتُهَا اٰذَنْتُهَا فَاَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ وَقَالَ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

[illegible]

(تفسیر درِ منثور جلد اول ص ۳۰۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

وکیع، ابوعبیدہ، عبد بن حمید، ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن انباری نے المصاحف اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن رافع سے تخریج کیا۔ عمرو بن رافع نے کہا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے قرآن لکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے فرمایا۔ جب تو حافظوا علی الصلوات آیت پر پہنچے۔ تو مجھے بتلانا۔ پھر میں لکھتے لکھتے اس آیت پر آیا۔ تو میں نے بموجب حکم انہیں اس کی اطلاع کی۔ تو انہوں نے اس آیت کو یوں لکھوایا۔

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر

یعنی صلوۃ العصر کے الفاظ زیادہ لکھائے۔ لکھوانے کے بعد فرمایا۔ میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ یہ الفاظ (صلوۃ العصر) میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں۔

روایت ۲

تفسیر درِ منثور کے ص ۳۰۲ پر ہی اس مسئلہ کی ایک اور روایت مذکور ہے۔ لیکن اس کے راوی حضرت ابو یونس ہیں جو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کی کتابت کرتے تھے۔

فرماتے ہیں۔ کہ مجھے سیدہ عائشہ نے یہ آیت ان الفاظ سے لکھوائی۔

حافظوا علی الصلوات و صلوۃ العصر الخ۔ اور آخر میں سیدہ

رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ میں نے اسی طرح انہی الفاظ سے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کی تخریج ابو داؤد، ترمذی، نسائی،
مالک، احمد، عبد بن حمید، ابن ابی داؤد، ابن انباری اور بیہقی نے اپنی سنن میں کی۔

یہ دونوں روایات در منثور سے ہم نے نقل کیں۔ جو اہل سنت کی مشہور تفسیر ہے
ان دونوں روایات سے یہ ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں وصلوۃ العصر کے الفاظ موجود
تھے۔ جن کو حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان اقدس سے سنا۔ اور یہ لفظ ان دونوں ازواج مطہرات کے مصحف میں خود
انہوں نے لکھوایا تھا۔ اور موجود تھا۔ لیکن اہل سنت کے قرآن میں یہ لفظ ناپید ہیں۔
جس سے صاف صاف عیاں ہے کہ سنیوں نے قرآن میں تحریف کی ہے۔

جواب اول:

ہم نے اس سے قبل اس امر کی وضاحت کر دی ہے۔ کہ تفسیر در منثور میں کسی بات
کا پایا جانا اس کی صحت کو مستلزم نہیں۔ بلکہ وہاں قرآن کریم کی آیت کی تفسیر میں
جو مختلف موارد مل سکے علامہ سیوطی نے وہ جمع فرما دیا ان کی صحت و عدم صحت و عدم کا
خیال نہیں فرمایا۔ کیونکہ یہ بار بار در منثور کی روایت در منثور کی روایت کی رٹ لگا رکھی
ہے۔ صرف مطلب براری اور مغالطہ دینے کی سعی لاحاصل ہے۔

اس کے علاوہ ناسخ اور منسوخ کی بحث میں ہم اس امر کی وضاحت کر چکے جس
کو پڑھ کر ہر شخص ان کے اعتراض . . . . . معلوم کر سکتا ہے۔ یہ اعتراض بھی اسی
کڑی کا ایک حصہ اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس روایت کا سہارا لیا جاتا ہے
وہ ان روایات میں سے ہے۔ جسے شاذ کہتے ہیں۔ اس کا تواتر ثابت کرنا بہت
مشکل ہے۔ ذرا سوچیے۔ کہ اس قسم کا اعتراض کر بھی کیسے سکتا ہے۔ آدمی تو شاذ

خود اعلان فرما رہا ہے کہ

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ۔ اور اگر حضرت حفصہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اس کی تحریف کی قائل ہو رہی ہیں یہ ناممکن ہے۔ تفسیر درمنثور میں مذکور ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے صلوٰۃ الوسطیٰ کے متعلق دریافت کیا کہ اس سے کون سی نماز ہے تو آپ نے فرمایا۔

تفسیر درمنثور:

كُنَّا نَقْرَأُهَا فِي الْحَرْفِ الْأَوَّلِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۔

(تفسیر درمنثور جلد اول صفحہ نمبر ۳۰۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں پہلی قرات میں یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے۔ حافظوا علی الصلوٰت والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر الخ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک یہ اختلاف قراءۃ کی ایک صورت ہے۔ اسی لیے آپ نے دو حرف اول کی قید ذکر فرمائی۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ابتداء میں اس لفظ کی قرات ہوتی تھی۔ بعد میں اس کی تنسیخ ہوگئی۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کے بارے میں ایسی روایات جو شیعہ

اور خبر آحاد سے مروی ہوں ایسی روایات سے کسی آیت یا لفظ کا قرآن ثابت ہونا درست نہیں۔ بلکہ اس کے لئے تواتر چاہیئے۔

لہٰذا جب قرآن نہ ثابت ہوا۔ تو اس کی قرأت درست کیونکر ہوگی۔ اسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (جو کہ مسلم شریف میں مروی ہے) کی تشریح کرتے ہوئے شارح مسلم شریف علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں۔

نووی شرح مسلم شریف

فَكَذَا هُوَ فِي الرِّوَايَاتِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ بِالْوَاوِ وَاسْتَدَلَّ بِهِ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَلٰى أَنَّ الْوُسْطٰى لَيْسَتِ الْعَصْرُ لِأَنَّ الْعَطْفَ يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ لٰكِنْ مَذْهَبُنَا أَنَّ الْقِرَاءَةَ الشَّاذَّةَ لَا يُحْتَجُّ بِهَا وَلَا يَكُوْنُ لَهَا حُكْمُ الْخَبَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ نَاقِلَهَا لَمْ يَنْقُلْهَا إِلَّا عَلٰى أَنَّهَا قُرْاٰنٌ وَالْقُرْاٰنُ لَا يَثْبُتُ إِلَّا بِالتَّوَاتُرِ بِالْإِجْمَاعِ وَإِذَا لَمْ يَثْبُتْ قُرْاٰنًا لَا يَثْبُتُ خَبَرًا۔

(صحیح مسلم شریف نووی جلد اول
صفحہ نمبر ۲۲۴ مطبوعہ اصح المطابع
کراچی)

ترجمہ:

روایت کی جس طرح آیا ہے۔ تو وہ "وصلوٰۃ العصر" ہے۔ جس کے ساتھ اس کی عطف وارد ہے۔ اس طرز کلام سے ہمارے بعض اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ "والوسطیٰ" سے مراد نماز عصر نہیں۔ کیونکہ الوسطیٰ اور صلوٰۃ العصر کے درمیان واؤ عاطفہ مذکور ہے۔ جو کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغایر چاہتی ہے۔ لیکن ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ شاذ قرأۃ بحیثیت دلیل کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ ہی اس قسم کی روایت کا حکم خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ اس لیے کہ ان شاذ روایت کو نقل کرنے والے نے اسی لیے نقل کیا تاکہ ان کا قرآن ہونا ثابت ہو جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا ثبوت بالاجماع تواتر کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جب قرآن ثابت نہ ہوا۔ تو خبر کا کیا ثبوت کیونکر ہو؟

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی تحقیق۔

معترض نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس ضمن میں ایک روایت ذکر کی اس کی حقیقت کیا ہے ملاحظہ درمنثور سے سنیے۔

تفسیر درمنثور:

قالوا لما اسرع القتل فی قراء القرآن یوم الیمامۃ قتل معهم یومئذ اربع مائۃ رجل لقی زید بن ثابت عمر

بن الخطاب فقال له ان هذا القرآن هو
الجامع لديننا فان ذهب القرآن ذهب
ديننا وقد عزمت على ان اجمع القرآن
فى كتاب فقال له انتظر حتى نسأل ابا
بكر فمضينا الى ابى بكر فاخبراه بذلك
فقال لا تعجل حتى اشاور المسلمين ثم
قام خطيبا فى الناس فاخبرهم بذلك
فقالوا اصبت فجمعوا القرآن وامر
ابو بكر مناديا فنادى فى الناس من
كان عنده من القرآن شئ فليجئ به
قالت حفصة اذا انتهيتم الى هذه الاية
فاخبرونى حافظوا على الصلوات والصلوة
الوسطى فلما بلغوا اليها قالت اكتبوا
والصلوة الوسطى وهى صلوة العصر
فقال لها عمر رضى الله عنه الك بهذه
بينة قالت لا قال فوالله لا ندخل
فى القرآن ما تشهد به امرأة بلا
اقامة بينة

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۳۰۲
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

انہوں نے کہا کہ جب جنگ یمامہ کے دن قرآن کریم کے قاریوں کا قتل عام ہوا۔ ایک دن چار سو مردوں نے بھی ان شہداء کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ملے۔ اور کہا یہی وہ قرآن ہے جو ہمارے دین کا جامع ہے اگر قرآن نہ رہا۔ تو دین بھی نہ رہے گا۔ میں نے یہ تہیہ کیا ہے۔ کہ قرآن کریم کو ایک کتابی شکل میں جمع کر دوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ انتظار کرو۔ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ پہ گفتگو کر لوں۔ ہم دونوں ابو بکر صدیق کے پاس گئے۔ اور اس معاملہ کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے بقیہ مسلمانوں سے اس مسئلہ میں مشورہ کر لینے دو۔ پھر ابو بکر صدیق نے خطبہ دیا۔ دوران خطبہ یہ تمام مسئلہ بھی ذکر فرمایا۔
کہ قرآن کو یکجا جمع کرنے کی تجویز آئی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ سو انہوں نے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک ڈھنڈورچی کو فرمایا کہ اعلان کر دو۔ جس شخص کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا سورت ہو۔ دے جائے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھجوایا۔ کہ جب قرآن کی کتابت کا کام اس آیت تک پہنچے۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ آیت یہ ہے حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى جب اس مقام تک۔ تو سیدہ حفصہ کو اطلاع دی گئی۔ سیدہ حفصہ نے فرمایا کہ اسے یوں لکھوا دو والصلوة الوسطى وهي صلوة العصر۔
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ سے دریافت

فرمایا کیا اس مسئلہ میں تمہارے پاس کوئی شہادت ہے۔ کہنے لگیں
نہیں۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم قرآن کریم میں ایک عورت
کے کہنے پر اضافہ نہیں کر سکتے۔ جبکہ اس کے پاس کوئی گواہی نہیں ہے۔
لہٰذا معلوم ہوا کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اگرچہ آیت کے درمیان
وہی صلوۃ العصر کے الفاظ لکھوانے چاہے۔ لیکن حضرت عمر نے گواہی کی
اس کے بارے میں گواہ مانگے۔ تاکہ اس کی قرآنیت ثابت ہو سکے۔ لیکن حضرت
حفصہ نے گواہی کی موجودگی سے انکار کر کے ثابت کر دکھایا۔ کہ یہ الفاظ قرآنی تواتر کے
ساتھ ثابت نہ تھے۔ اور تواتر کے بغیر کسی آیت کو قرآنیہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔
چونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس اضافہ کو قرآن ماننے سے انکار
کر دیا۔ اور بقیہ صحابہ کرام نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ
یہ اضافہ قرآن نہ تھا۔ اس لیے شروع سے ہی اس اضافہ کو قرآن میں درج نہ کیا
گیا۔ اس لیے اس وضاحت کے بعد یہ کہنا کہ سنیوں نے قرآن میں کمی کر کے تحریف
کا ارتکاب کیا ہے۔ سراسر جھوٹ اور پرلے درجے کی بددیانتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
حق بیان کرنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جواب دوم

جس طرح کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس زیادتی کی روایت معترض
نے ذکر کی۔ اور اس بنا پر اہل سنت پر الزام دے مارا۔ کہ وہ تحریف قرآن کے
مرتکب ہیں۔
گزارش: اس الزام سے قبل اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ کہیں وہاں بھی تو ایسا
معاملہ نہیں۔ آئیے ہم تمہیں دکھائیں۔ کہ تمہارے ائمہ سے بھی ایسی روایت موجود

ہے بسند یہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تفسیر صافی :

وَفِیْ بَعْضِ الْقِرَاءَاتِ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۲۰۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :

بعض قراءتوں میں یوں ہے۔ حافظوا علی الصلوات الخ یعنی اس آیت میں وصلوۃ العصر کے الفاظ بعض قراءت میں آئے ہیں۔

تفسیر عیاشی :

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَہٗ اَلصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی فَقَالَ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ کَذَالِکَ کَانَ یَقْرَءُھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(تفسیر عیاشی جلد اول ص ۱۲۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :

محمد بن مسلم نے امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کیا۔ کریب نے ان سے پوچھا۔ صلوٰۃ الوسطیٰ کیا ہے؟ جواب دیا انہوں نے یہ آیت پڑھ دی تھی۔ حافظوا علی الصلوات ' [illegible] کی وصلوٰۃ العصر کے الفاظ پڑھ کر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو یونہی پڑھا کرتے تھے۔

شیعہ مفسر کے نزدیک یہ زیادتی منسوخ ہے

شیعہ مفسر ملا صدر یازری بھی اس روایت کو شیعہ سنی تفاسیر سے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

مواہب التنزیل:

در معالم است کہ عائشہ در مصحف خود نویسانید والصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر و مثل ایں از حفصہ و در تفسیر قمی و عیاشی مثل ایں قرأۃ از ابی عبداللہ نقل کردہ و روایتان حق فرمودہ کہ ایں قرأۃ منسوخ گردیدہ

(تفسیر مواہب التنزیل جلد دوم ص ۹۶
مطبوعہ شمیم پریس لاہور)

ترجمہ:-

معالم میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے مصحف میں یہ الفاظ لکھوایا کرتی تھیں۔ والصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر اسی طرح کی روایت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی موجود ہے۔ تفسیر قمی اور عیاشی میں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اسی طرح قرأۃ منقول ہے لیکن روایات ان دیگر اس بارے میں تصریح

یہ ہے کہ یہ قراءۃ منسوخ ہو چکی ہے۔

خلاصہ

قارئین کرام! اعتراض مذکور اور اس کے جوابات سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے
کہ اس میں کوئی جان نہیں۔ اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی اہم بات ہے کہ جس کی بنا پر اہل سنت
پر تحریف قرآن کا الزام لگایا جائے۔

پوری دنیا سے شیعیت زور لگا دیکھے۔ اور ثابت کرنے کی کوشش کرے
کہ موجودہ قرآن محرف ہے۔ تو اس میں انہیں منہ کی کھانا پڑے گی کیونکہ اس کتاب
کا محافظ خود خدا ہے۔ اس کی حفاظت کے ہوتے ہوئے کس کو تحریف و تبدیل کی
سکت ہے۔

دراصل ایسے اعتراض یا کر اختلاف قراءت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا ناسخ اور
منسوخ کے ضمن میں آتے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس اعتراض کا تعلق بھی اختلاف
قراءت کے ساتھ ہے۔ شیعہ اور سنی مفسرین کی تفاسیر سے اس آیت کو ذکر کرنے
کے بعد خود شیعہ مفسر نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ الفاظ منسوخ التلاوت کے قبیل میں
سے ہے۔ بلکہ اس کی تنسیخ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا
گیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تحریف قرآن پر چوتھا اعتراض

آیت سورۃ یعنی ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الآیۃ کی اہل سنت نے بعض الفاظ کم دیئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن جمع کرنے سے قبل اس آیت کی چند الفاظ زیادہ پڑھے جاتے تھے۔ جو بعض صحیفہ عثمانی میں نہیں لکھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا وَعَلَى الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْأُوَلَ قَالَتْ قَبْلَ أَنْ يُغَيِّرَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت
طبع جدید۔ ضرب الثالث ما نسخ
تلاوتہ الخ)

ترجمہ:

آیت سورۃ احزاب یعنی ان اللہ وملائکتہ یصلون۔ الخ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تغیر و تبدل سے قبل یوں موجود تھے

وعلی الذین یصلون الصفوف الاول۔ (اب یہ کہاں گیا)

تفسیر درمنثور

ابو داؤد نے المصاحف میں حمیدہ سے روایت کی کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں اس آیت صلوٰۃ میں کچھ الفاظ زیادہ موجود تھے

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰى۔

(تفسیر درمنثور جلد پنجم ص ۲۲۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولین صفوں میں ملنے والوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

آیت صلوٰۃ وسلام موجودہ قرآن میں بائیسویں پارہ کے رکوع ۵ میں موجود ہے مگر اس آیت کریمہ میں والذین یصلون الصفوف الاول کے الفاظ کا نام و نشان تک نہیں۔ تفسیر اتقان نے تو اس کی نشاندہی بھی کر دی۔ کہ ان الفاظ کو نکالنے والے حضرت عثمان ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت عثمان غنی نے قرآن کریم کی اس آیت میں تحریف کر دی۔ وہ آج تک وہی تحریف چلی آ رہی ہے۔ لہٰذا اہل سنت سے تحریف کا ثبوت مل گیا ہے؟

جواب

اس اعتراض کی نوعیت بھی اس سے پہلے ذکر شدہ اعتراض کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ جیسا کہ وہاں روایت کی حیثیت متعین کرنے کے لیے سند

روایت کی بڑی اہمیت ہے۔ لہذا سند نقل نہ ہونے کی بنا پر اس پہ اعتراض کی دیواریں کھڑی کرنا ریت کی دیواریں بنانے کے مشابہ ہے۔

دوسری چالاکی یہ کی گئی کہ قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اہلسنت کے ایک عظیم مفسر نے تحریف قرآن کی تصدیق کر دی۔ لیکن یہ اظہار نہ کیا گیا کہ صاحب تفسیر اتقان علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کس بحث میں ذکر کیا یہ روایت علامہ نے ان آیات کے ضمن میں نقل کی۔ جو منسوخ التلاوۃ دون الحکم ہیں۔ خود معترض کے اعتراض کی بھی یہ بات نظر رہی ہے اس کے باوجود پھر بھی رٹ لگائی جا رہی ہے کہ وعلی الذین یصلون الصفوف کا جملہ سنیوں نے قرآن سے نکال کر اس میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ بھی ہٹ دھرمی کی ایک مثال ہے۔ اس آیت کی تفسیر و وضاحت ملاحظہ ہو۔

تفسیر روح المعانی:

فمما سقط زمن الصدیق ما لم یتواتر وما نسخت تلاوتہ وکان یقرأہ من لم یبلغہ النسخ وما لم یکن فی العرضۃ الاخیرۃ ولم یال جھدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تحقیق ذالک الا انہ لم ینتشر نورہ فی الآفاق الا زمن ذی النورین فلہذا نسب الیہ کما روی حمیدۃ بنت یونس ان فی مصحف عائشہ رضی اللہ عنہا ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول وان ذالک قبل ان یغیر عثمان المصاحف۔

(تفسیر روح المعانی جزء اول صفحہ نمبر ۲۴
کلام الصوفیہ فی القرآن
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

ہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کچھ ایسی آیات ساقط کر دی گئیں۔ جو حدِ تواتر تک نہ پہنچیں۔ اور وہ بھی کہ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔ ان آیات و کلمات کو وہ حضرات پڑھتے رہے۔ جن کے ہاں ان کے نسخ کی خبر نہ پہنچی۔ اور آخری وقت وہ موجود رہے تھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مگر چونکہ اس کا اثر کائنات میں نہ پھیلا۔ یہ بات رد ہو کر پھیلنا (۱) چونکہ سیدنا عثمان غنی ذوالنورین کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ اسی لیے ان باتوں (غیر متواتر کا اسقاط اور منسوخ التلاوۃ کا اخراج) کو بجائے صدیق اکبر کے حضرت عثمان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے۔ جو حمیدہ بنت یونس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہی۔ کہ ان کے مصحف میں ان اللہ و ملائکتہ الخ آیت کے آخر میں یہ الفاظ بھی تھے۔ و علی الذین یصلون الصفوف الاول یہ یقیناً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو تبدیل کرنے سے پیشتر کا واقعہ ہے۔

مصاحف کو تبدیل کرنا یا تغییرِ مصاحف سے مراد یہ نہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی تحریف کی۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ آپ نے

ان روایات سے ثابت ہونے والی ایسی آیات و کلمات آیات کو قرآن میں داخل نہ فرمایا جو روایات یا تو شاذ تھیں۔ یا وہ آیات منسوخ التلاوۃ والحکم تھیں۔

اہل تشیع ہر جائز ناجائز دلیل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اہل سنت کو تحریف قرآن کا مجرم ثابت کرسکیں۔ اس ثبوت کے لیے اگر انہیں کوئی موضوع روایت ہاتھ آئی۔ تو اُسے بھی نہ چھوڑا۔ شاذ روایت پر نظر پڑی۔ تو اُسے "وحی ربانی" کہا۔ منسوخ التلاوۃ کے زمرہ میں آنے والی آیت یا کلمہ کو اعتراض کے لیے "حرز جان" بنا بیٹھے۔ ذکر شدہ اعتراضات میں آپ اس کا اندازہ لگا بیٹھے۔

آئیے! ہم خود تمہیں وہ طریقہ بتلا دیں۔ کہ جس پر عمل کر کے اگر معترض اُٹھ آ جائے۔ تو تمہاری کامیابی اور واہ واہ ہو جائے گی۔ اور ہم مجرم ٹھہریں گے۔ طریقہ یہ ہے۔ کہ کسی قراءت کو قراءت متواترہ ثابت کریں۔ تاکہ اس سے اس کی قرآنیت ثابت ہو سکے۔

پھر ثابت کریں۔ کہ اس متواترہ قراءت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ کرام تمام یا ان کی اکثریت بدستور قرآن سمجھتے اور پڑھتے رہے۔
ایسی کسی ایک آیت یا کلمہ کی نشاندہی کر دیں۔ جو سنیوں کے قرآن میں نہیں جس کی نشاندہی اوپر ہو چکی ہے۔
ایک ایسی آیت پیش کرنے پر بیس ہزار نقد اور تمام دنیا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ۔ طریقہ ہم نے بتلا دیا۔ چلنا تمہارا کام ہے۔ چلو اور بیس ہزار

نقد سنبھالو۔

ہاں اگر ہم سے پوچھتے ہو کہ کیا ہم اہل تشیع تحریف قرآن کے قائل ہیں؟ تو ہم اس کی تفصیل خود تمہاری کتب سے پیش کر چکے۔ اس حصہ کی فصل ثانی اٹھائیے اور تمہارے نزدیک متواتر روایات سے یہ ثابت ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے۔ اور اس کا بڑے بڑے جگادری شیعوں نے اعتراف بھی کیا۔

اعتراض پنجم

اہل سنت کے قرآن میں بعض آیات اب بھی غلطیوں سے پاک نہیں

اہل سنت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ ہمارے قرآن میں کئی ایک جگہ ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو قواعد عربیہ و لغت کے اعتبار سے غلط ہیں۔ ان میں سے بعض الفاظ کا تذکرہ علامہ سیوطی نے یوں کیا۔

تفسیر در منثور:

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْآنِ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَإِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِيْ هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ أَخْطَئُوْا فِي الْكِتَابِ۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ دَاوُدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ فِي الْقُرْآنِ أَرْبَعَةُ أَحْرُفٍ الصَّابِئُوْنَ وَالْمُقِيْمِيْنَ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ وَإِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلٰى ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ

المُصحفَ اُتِیَ بِهِ عُثمانُ فَنَظَرَ فِیهِ فَقَالَ قَدْ اَحْسَنْتُمْ وَ اَجْمَلْتُمْ اَرَیٰ شَیْئًا مِنْ لَحْنٍ سَتُقِیْمُهُ الْعَرَبُ بِاَلْسِنَتِهَا۔

(تفسیر در منثور جلد دوم صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ ان میں کیا غلطی ہے اور کیوں؟ ان الذین آمنوا والذین ھادوا والصابئون والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ و ان ھذان لساحران۔
مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے بھانجے! یہ کاتبوں کی غلطی ہے جو انہوں نے قرآن میں ایسی غلطی درج کر دی۔
سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ قرآن کریم میں چار حروف ایسے ہیں جو غلط ہیں۔ الصابئون، المقیمین، فاصدق و اکن من الصالحین۔
عبداللہ بن عامر قرشی کہتے ہیں جب میں مصحف سے فارغ ہوا تو اسے لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا حضرت عثمان غنی نے اس میں نظر دوڑائی تو فرمایا تم نے بہت بہتر کیا۔ میں کچھ غلطیاں دیکھتا ہوں۔ عرب عنقریب انہیں پڑھنے میں درست کر لیں گے۔
مذکورہ ان دونوں تحقیقات سے پتہ چلا کہ حضرت عائشہ اور حضرت عثمان نے تسلیم کیا کہ قرآن میں قواعد عربیہ اور نحو کے اعتبار سے غلطیاں موجود ہیں۔ حضرت عائشہ نے اس

کا سبب بھی بیان کر دیا۔ کہ کاتبوں نے ایسا کیا۔ حضرت عثمان نے کہا۔ عرب خود درست کرلیں گے۔ (انہیں درست کرنے کی فوری کوئی ضرورت نہیں لہذا غلطیاں موجود رہنے میں کوئی حرج نہیں) تو معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت کا قرآن ایسے الفاظ پر مشتمل ہے۔ جو غلط ہیں۔ اس لیے سنیوں کا قرآن غلطیوں والا ہے۔

جواب:

معترض نے اپنی چالاکی اور عیاری سے کام لیتے ہوئے قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ اہل سنت خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے قرآن میں اغلاط موجود ہیں۔ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حوالہ پیش کر دیا کہ حضرت عثمان غنی اور حضرت عائشہ صدیقہ اس بات کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

لیکن جھوٹ و فریب مکاری کب تک چھپی رہ سکتی ہے۔ امام سیوطی نے واقعی یہ آثار نقل کیے۔ اس میں کوئی الزام نہیں۔ کاش کہ معترض ان آثار کے بعد امام سیوطی کا فیصلہ اور تحقیق بھی ذکر کر دیتا لیکن وہ ایسا کیوں کرتا۔ اس سے تو اس کا بھانڈہ چوراہے میں پھوٹ جانے کا خطرہ تھا۔ کون چاہتا ہے کہ اس کی ساری محنت اکارت جائے۔ امام سیوطی کی اس سے اگلی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

وَهٰذِهِ الْآثَارُ مُشْكِلَةٌ جِدًّا وَكَيْفَ يُظَنُّ بِالصَّحَابَةِ أَوَّلًا أَنَّهُمْ يَلْحَنُوْنَ فِي الْكَلَامِ فَضْلًا عَنِ الْقُرْآنِ وَهُمُ الْفُصَحَاءُ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ ثَانِيًا فِي الْقُرْآنِ الَّذِيْ تَلَقَّوْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا أُنْزِلَ وَحَفِظُوْهُ وَضَبَطُوْهُ وَأَتْقَنُوْهُ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ ثَالِثًا

اِجْتِمَاعُهُمْ كُلُّهُمْ عَلَى الْخَطَأِ، وَكَيْفَ بَعْدُ ثُمَّ
كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ وَبِمَا عِنْدَهُمْ مِنْ نَبِيِّهِمْ وَرُجُوعِهِمْ
عَنْهُ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِعُثْمَانَ أَنَّهُ سَهَا عَنْ
تَغْيِيرِهِ، ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ أَنَّ الْقِرَاءَةَ اسْتَمَرَّتْ
عَلَى مُقْتَضَى ذٰلِكَ الْخَطَأِ وَهُوَ مَرْوِيٌّ بِالتَّوَاتُرِ
خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، هٰذَا مِمَّا يَسْتَحِيلُ عَقْلًا وَ
شَرْعًا وَعَادَةً۔

(تفسیر میزان جلد اول ص ۲۳۴ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ان روایات کو تسلیم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ حضرت صحابہ کرام کے بارے میں یہ کیسے ظن کیا جا سکتا ہے کہ وہ کلام میں لحن اور غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ قرآن میں۔ اس امر کا ان سے توقع کی جائے۔ حالانکہ وہ فصیح و بلیغ تھے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن کریم کے بارے میں ان کے متعلق یہ ظن کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ وہ قرآن کو جیسے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعینہٖ اسی طرح یاد کیا جیسا کہ نازل ہوا اور یاد بھی ایسا کہ اس پر یقینی و استحکام تھا۔ پھر تیسری بات یہ کہ یہ کیسے گمان درست ہو سکتا ہے۔ کہ تمام کے تمام صحابہ کرام غلطی پر جمع ہو گئے۔ اور وہ اس کی پھر کتابت پر بھی سب نے اتفاق کر لیا۔ چوتھی یہ کہ یہ گمان کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ ان حضرات کو اس غلطی کا کوئی احساس تک نہ ہوا تھا اس کی تغییر ہو گی۔ کہ اس سے رجوع کر لیتے ان کا رجوع نہ کرنا کیونکر ہو سکتا

ہے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان کون کیسے مانے
گا کہ انہوں نے ان غلطیوں کے جاننے کے باوجود ان کو درست نہ کیا
پھر یہ گمان کتنا ناقابل التفات ہے کہ ان غلطیوں کے برقرار رہتے
ہوئے یہ قراءت لگاتار جاری رہی۔ حالانکہ قرآن تو تواتر کے ساتھ روایت
کیا گیا ہے۔ یہ تواتر ابتدا اور انتہا دونوں اوقات کے لوگوں میں موجود
رہا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ از روئے عقل، شرع اور عادت
محال ہیں۔

نوٹ:۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے واضح الفاظ میں ان دونوں آثار
کے بارے میں کہا کہ از روئے عقل ونقل اور شرع وعادت محال
ہے۔ اس واضح وضاحت کے بعد اور وہ بھی خود علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ہی زبانی
اگر کوئی عقل کا اندھا امام موصوف کے بارے میں یہ کہے کہ انہوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے
کہ حضرت عائشہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے آثار تحریف قرآن پر
دلالت کرتے ہیں۔ تو اس عقل کے اندھے سے پوچھیے کہ یہ کس کا منشا ہوا اور کون کر سکے
گا؟ امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیونکہ دونوں آثار کو اجمالاً از روئے عقل وشرع اور
عادت ناممکن کہا ہے لیکن اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دونوں آثار کے علیحدہ علیحدہ جواب
بھی تحریر کئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب از امام السیوطی

تفسیر اتقان:

اِنَّ ذٰلِکَ لَا یَصِحُّ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنَّ اِسْنَادَهٗ ضَعِیْفٌ

مُضطَرِبٌ مُنقَطِعٌ وَلِأَنَّ عُثمَانَ جُعِلَ لِلنَّاسِ إِمَامًا يَقتَدُونَ بِهِ فَكَيفَ يَرَى فِيهِ لَحنًا وَيَترُكُهُ لِتُقِيمَهُ العَرَبُ بِأَلسِنَتِهَا فَإِذَا كَانَ الَّذِينَ تَوَلَّوا جَمعَهُ وَكِتَابَتَهُ لَم يُقِيمُوا ذٰلِكَ وَهُمُ الخِيَارُ فَكَيفَ يُقِيمُهُ غَيرُهُم۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۱۸۳ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ کہنا کہ آپ قرآن کریم کے بعض الفاظ میں لحن کے قائل تھے۔ ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس اثر کی اسناد ضعیف، مضطرب اور منقطع ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو امت مسلمہ کا خلیفہ و امام مقرر کیا گیا تھا۔ لوگ ان کی اقتداء کرتے تھے۔ تو اس حیثیت کا حامل شخص قرآن کریم میں لحن کو کیسے جائز رکھ سکتا ہے۔ اور پھر لحن کو دیکھ کر اسے چھوڑ دیتا تاکہ عرب اپنی لغت اور زبان دانی کی بنا پر اسے درست کر لیں۔ (یہ کب قابل تسلیم ہے) پھر جب یہ مان لیا جائے کہ وہ لوگ کہ جنہیں قرآن کریم کے جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ وہ قرآن میں لحن کو درست نہ کر سکے۔ حالانکہ وہ بہترین لوگ تھے۔ تو ان کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے اس کی توقع کیوں کر کی جا سکتی ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اثر کا جواب

تفسیر اتقان:

فَقَدْ اَجَابَ عَنْهُ ابْنُ اُشْتَةَ وَتَبِعَهُ ابْنُ جَبَارَةَ فِیْ شَرْحِ الرَّائِیَّةِ بِاَنَّ مَعْنٰی قَوْلِهَا اَخْطَؤُوْا اَیْ فِی الْاِخْتِیَارِ الْاَوْلٰی مِنَ الْاَحْرُفِ السَّبْعَةِ لِجَمْعِ النَّاسِ عَلَیْهِ لَا اَنَّ الَّذِیْ کَتَبُوْا مِنْ ذٰلِکَ خَطَأٌ لَا یَجُوْزُ قَالَ وَالدَّلِیْلُ عَلٰی ذٰلِکَ اَنَّ مَا لَا یَجُوْزُ مَرْدُوْدٌ بِاِجْمَاعٍ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَاِنْ طَالَتْ مُدَّةُ وُقُوْعِهٖ قَالَ وَاَمَّا قَوْلُ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ لَحْنٌ مِنَ الْکَاتِبِ فَیَعْنِیْ بِاللَّحْنِ الْقِرَآءَةَ وَاللُّغَةَ یَعْنِیْ اَنَّهَا لُغَةُ الَّذِیْ کَتَبَهَا وَقِرَآءَتُهٗ وَفِیْهَا قِرَآءَةٌ اُخْرٰی۔

(تفسیر اتقان جلد اول صفحہ ۱۸۲
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی اثر کا ابن اشتہ نے یہ جواب دیا ہے۔ ابن جبارہ نے شرح الرائیہ میں اس کی اتباع کی وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا معنی یہ ہے۔ جو انہوں نے اخطئوا سے تعبیر کیا۔ کہ کاتب حضرات نے سات معروف قرأۃ میں سے غیر اولی

کو اختیار کرنے کی غلطی کی کیونکہ لوگوں کو وہ مصحف غیر مرتب تھا۔ یہ مستحق نہیں کہ ان
کاتب حضرات نے جس لغت میں لکھا۔ وہ غلط اور ناجائز تھی۔ اس کی
دلیل یہ ہے کہ جو قراءۃ یا لغت نہایت صحیح وموجود ہوتی ہے اگرچہ اس
کے وقوع کو کافی مدت گزر چکی ہو۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ
عنہ کے اس قول میں لفظ لحن سے مراد قراءۃ اور
لغت ہے۔ گویا ان کا مقصد یہ تھا کہ کاتب حضرات نے جس لغت میں
لکھا وہ بھی ہے اور ان الفاظ میں دوسری لغات بھی ہیں۔

لمحہ فکریہ:

حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض اول کا تین تفصیل سے جواب ذکر
کیا۔ اس سے ان کی حیثیت کا ہر ایک پر ظاہر ہو گیا وہ یہ کہ علامہ موصوف سرے سے ان
آثار کی صحت کے ہی قائل نہیں۔ ہاں اتنا ضرور کیا کہ اگر ان کی صحت تسلیم کی جائے تو پھر یہ
اثر یوں سمجھے جاتے۔ اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ بحث ختم ہو جاتی ہے
کہ علامہ سیوطی قرآن کریم میں لحن و لفظی غلطی کے قائل ہیں۔ کیونکہ یہ تہمت ہے اور کتنی
جہالت ہے کہ علماء اسے شمار کرتے کے قائل ہیں۔ بجائے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ
علیہ ہرگز ہرگز بھی قرآن میں لفظی غلطی کے قائل نہیں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

اعتراض ششم

سنیوں نے توبہ سورۃ کے تین چوتھائی حصہ کو تلاوت کی نظر کر دیا

سورۂ توبہ جو اس وقت اہل سنت کے ہاں قرآن میں موجود ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھی جانے والی اسی سورت کا چوتھا ہے۔ بقیہ سنیوں نے نکال دیئے کیونکہ ان میں صحابہ کرام کی خوب خبر لی گئی تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو

تفسیر درمنثور:

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الَّتِيْ تُسَمُّوْنَهُ سُوْرَةَ التَّوْبَةِ هِيَ سُوْرَةُ الْعَذَابِ وَاللّٰهِ مَا تَرَكَتْ اَحَدًا اِلَّا نَالَتْ مِنْهُ وَلَا تَقْرَءُوْنَ مِنْهَا مِمَّا كُنَّا نَقْرَأُ اِلَّا رُبُعَهَا ------- وَاَخْرَجَ اَبُو الشَّيْخِ عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا فُرِغَ مِنْ تَنْزِيْلِ بَرَاءَةَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا سَيَنْزِلُ فِيْهِ وَكَانَتْ تُسَمَّى الْفَاضِحَةَ۔

(تفسیر درمنثور جلد سوم صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ :-

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ سورۃ جسے تم سورہ التوبہ کہتے ہو۔ وہ سورۃ العذاب بھی ہے۔ خدا کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو۔ اور اب تم اس سورت کا جتنا پڑھتے ہو۔ جتنی اب موجود ہے۔ وہ اس کا چوتھا حصہ ہے۔ جو ہم پڑھا کرتے تھے۔

ابوالشیخ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ابھی سورۃ التوبہ مکمل نازل نہیں ہوئی تھی کہ ہم سب کو یہ گمان تھا کہ اس سورت میں ہم میں سے ایک ایک کے بارے میں عنقریب عذاب کی کوئی نہ کوئی آیت ضرور نازل ہوگی۔ اس سورۃ کا نام "فاضحہ" رسوا و ذلیل کرنے والی بھی تھا۔

حضرت حذیفہ اور حضرت عمر بن الخطاب دو عظیم صحابی ہیں۔ کہ جن سے اہل سنت نے یہ نقل کیا۔ کہ ان دونوں کے قول کے بموجب سورہ توبہ موجودہ سورۃ سے کئی گنا تھی۔ لیکن اب صرف ایک چوتھائی . باقی رہ گئی کیونکہ اس میں صحابہ کرام کی مذمت کی آیات تھیں۔ اس لیے انہوں نے ان آیات کو نکال کر قرآن کریم کی تحریف کر دی۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ سنیوں کا قرآن تحریف سے خالی نہیں۔ جس کی مثال سورہ توبہ ہے۔

جواب :-

"تحریف قرآن" کا الزام تو دے دیا گیا۔ لیکن معترض اس کے مفہوم سے نابلد اور جاہل معلوم ہوتا ہے۔ تحریف قرآن کیا ہے؟ مختصر مفہوم یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جو قرآن پاک موجود تھا۔ اس کی کسی آیت، سورت یا کلمہ کو نکال دیا جائے" اس تعریف و مفہوم تحریف کو مد نظر رکھ کر اعتراض کے ساتھ ملا کر دیکھیں

تو آپ کو بالکل واضح طور پر یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ تفسیر درمنثور کی عبارت کا ایک جملہ بھی اس پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ اس سورۃ کا تین چوتھائی حصہ ایسا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت تھا۔ بعد میں نکال باہر کر دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ جو حصہ نقل کے مطابق موجود نہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی منسوخ ہو چکا تھا لہٰذا یہ تحریف کے ضمن میں کیسے آسکے!

اعتراض مذکور میں جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ سورۃ کے اس نکالے گئے حصے میں حضرات صحابہ کرام کی توہین اور رسوائی کا ذکر تھا۔ اس لیے صحابہ کرام نے اس حصہ کو نکال دیا۔ اور اسی وجہ سے اس کو سورۃ فاضحہ بھی کہا گیا ہے۔ تو اس بارے میں ہم گزارش گزار ہیں۔ کہ اس کا نام واقعی "سورۃ فاضحہ" بھی ہے۔ لیکن اس میں فضیحت بقول معترض حضرات صحابہ کرام کی نہیں بلکہ کفار و منافقین کی رسوائی اور ذلت کے بیان کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا۔ اس کا ثبوت خود شیعہ مفسرین کے ہاں بھی ملتا ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تفسیر صافی:

فِي الْمَجْمَعِ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمْ يُنْزَلْ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ عَلٰى رَأْسِ
سُوْرَةِ بَرَاءَةٍ لِأَنَّ بِسْمِ اللهِ لِلْأَمَانِ وَ
الرَّحْمَةِ وَنُزِلَتْ الْبَرَاءَةُ لِرَفْعِ الْأَمَانِ وَالسَّيْفِ
فِيهِ وَالْعَيَّاشِيُّ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الْأَنْفَالُ وَالْبَرَاءَةُ وَاحِدَةٌ بَرَاءَةٌ مِنَ اللهِ
وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
أَيْ هٰذِهِ بَرَاءَةٌ وَالْمَعْنٰى أَنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ

بَرِيْئَانِ مِنَ الْعَهْدِ الَّذِيْ عَاهَدْتُمْ بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

(تفسیر صافی جلد اول صـ۶۷۶ سورۃ التوبہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ براءۃ کے شروع میں اس لیے نازل نہیں کی گئی کیونکہ بسم اللہ امان و رحمت کے لیے ہے۔ اور سورۃ براءۃ اس لیے نازل کی گئی تاکہ اس سے امان کو ختم کیا جائے۔ اور ان منافقین و مشرکین کے خلاف تلوار سونت لی جائے۔ عیاشی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ انفال اور براءۃ ایک ہی سورت ہیں براءۃ من اللہ و رسولہ یعنی یہ براءۃ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کے خلاف جو مشرکین ہیں ایسے مشرکین کہ اے مسلمانو! تم نے ان سے معاہدہ کر رکھا ہے۔ یعنی اللہ اور اس کا رسول اس عہد سے بری ہے جو مسلمانوں نے مشرکین سے کیا تھا۔

تفسیر منہج الصادقین:

این سورہ را اسماء متعددہ است از جملہ یکے توبہ است کہ متضمن تکرار توبہ مومنان است کقولہ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ج ا، دوم براءۃ کہ یعنی بیزاری است از کفر و نفاق سوم فاضحہ یعنی فضیحت کنندۂ اہل نفاق چہارم مخزیہ یعنی رسوا کنندہ ایشان پنجم مقشقشہ یعنی پاک کنندہ از نفاق

ششم سورۃ العذاب زیرا کہ درآں بحث میفرما بد از کفر و نفاق۔
(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص۲۲۶
سورۃ التوبہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔
اس سورت کے کئی ایک نام ہیں۔ ان میں سے ایک نام توبہ ہے کیونکہ
اس سورت میں کئی مرتبہ توبہ کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ و یتوب اللہ، فان
یتوبوا، ثم تاب علیھم۔ دوسرا نام براۃ ہے۔ اس کا معنی بیزاری ہے
یہ نام اس لیے ہوا کہ اس میں کفر و نفاق سے بیزاری کا تذکرہ ہے۔
تیسرا نام فاضحہ یعنی رسوا کرنے والی۔ اس میں منافقین کی رسوائی کھولی ہے
چوتھا نام مخزیہ ان کو رسوا کرنے والی ہے۔ پانچواں نام مقشقشہ یعنی پاک
کرنے والی سورت کیونکہ نفاق سے پاک کرتی ہے۔ چھٹا نام سورۃ
عذاب ہے کیونکہ اس میں کفر و نفاق سے بحث کی گئی ہے۔

تفسیر مجمع البیان:

الفاضحۃ۔ عن سعید بن جبیر قال قلت لابن
عباس سورۃ التوبۃ فقال تلک الفاضحۃ
ما زال ینزل ومنھم حتی خشینا ان لا یبقی منھم
احد الا ذکر فیھا بذلک لانھا
فضحت المنافقین باظھار نفاقھم
...... سورۃ العذاب عن
حذیفۃ بن یمان لانھا نزلت بعذاب
الکفار۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزء پنجم
ص۱ سورۃ التوبہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

سورۃ التوبہ کے اسماء میں سے ایک اسم فاضحہ بھی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۃ التوبہ کا نام لیا۔ تو آپ نے فرمایا: یہ سورت فاضحہ ہے۔ یہ سورۃ لگاتار نازل رہی۔ اور ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ منافقین میں سے کسی کی ذلت اور رسوائی میں روایت نازل ہو جائے گی۔
اس کا نام فاضحہ اسی وجہ سے پڑا کیونکہ اس میں منافقین کے نفاق کو ظاہر کر کے انہیں رسوا و ذلیل کر دیا گیا۔...... اس کا ایک اور نام سورۃ العذاب بھی ہے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کیونکہ کفار کے عذاب کا ذکر ہے۔

مذکورہ عبارات سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱- سورۃ التوبہ میں واقعی کچھ لوگوں کی فضیحت اور رسوائی کا ذکر تھا۔ لیکن اب ان میں سے کسی کا ذکر نہیں ملتا۔ تو ایسا ہوتا "تحریف" انہیں قرار پاتا۔ اگر یہ تحریف کے زمرے میں آتا۔ تو ان تفاسیر میں اس کا ذکر ہوتا تو معلوم ہوا کہ ذلت و رسوائی کی حامل آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں ہی منسوخ ہو گئی تھیں
۲- اس سورت کے مختلف اسماء میں سے "فاضحہ" بھی ایک اسم ہے سورۃ العذاب بھی ایک نام ہے۔ لیکن یہ کن کی رسوائی و ذلت میں اتری اور کن پر عذاب کا نزول ذکر ہوا۔ تو شیعہ تفاسیر سے صاف صاف معلوم ہے۔ کہ یہ سب کچھ منافقین مشرکین اور کفار کے بارے میں تھا۔ منافقین کی منافقت کو ظاہر کیا

تو ناممکن ہو گئی اور کفار و مشرکین پر عذاب کے نزول کی وعید سنائی تو سورۃ العذاب کہلائی۔ لہٰذا صحابہ کرام کی حیثیت سے عذاب کا کوئی ذکر تک نہ ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ حضرت صحابہ کرام کی فضیحت میں یہ نہ اتری۔ جب ان کی فضیحت تھی ہی نہیں تو انہیں کیا ضرورت تھی کہ اس کی بات کو تین چوتھائی حصہ نکال دیتے۔

۳۔ صاحب تفسیر صافی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اس سورت کے ابتداء میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بسم اللہ رحمت والا امان کا پتہ دیتی ہے۔ اور ان دو سورتوں کی آیات میں جہاد اور کفار کے خلاف قتل وغیرہ کے حکم دیا گیا۔ لہٰذا یہ دونوں باتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں اور اس میں اللہ اور اس کے رسول کی اس عہد سے بیزاری کا اظہار مذکور ہے جو مشرکین کے ساتھ تھا۔ لہٰذا اس بیزاری کی وجہ سے اسے سورۃ البراۃ بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بیزاری اور قتال کا حکم کن سے متعلق ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کا تعلق کفار و مشرکین سے ہے۔ لہٰذا اس سورت کا نام چاہے براۃ ہو چاہے فاضحہ یا عذاب تو ان میں سے ہر ایک کی وجہ تسمیہ کفار و منافقین ہی بنتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا ان حوالہ جات کی روشنی میں سورۃ البراۃ کے بارے میں اہل سنت پر یہ الزام دھرنا کہ انہوں نے اس میں تحریف کر دی یا تحریف کے قائل ہیں۔ بالکل بہتان اور ہٹ دھرمی ہے۔ جبکہ خود ان کی مشہور تفاسیر بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ اور حق بیان کرنے اسے قبول کرنے اور اسی کی تبلیغ کی ہمت عطا فرمائے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض ہفتم

سورۃ الاحزاب میں سے آیات کا نکال دینا۔

مفسرین اہل سنت نے اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں دو سو کے قریب تھیں۔ اب اس کی آیات کی تعداد صرف تہتر رہ گئی ہے۔ تو صاف ظاہر کہ بقیہ آیات تھیں لیکن ان کو نکال دیا گیا۔ یہ تحریف نہیں؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ تُقْرَأُ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَتَيْ اٰيَةٍ فَلَمَّا كَتَبَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ لَمْ نَقْدِرْ مِنْهَا اِلَّا مَا هُوَ الْاٰنَ وَقَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فُضَالَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِي النُّجُوْدِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ لِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ كَاَيِّنْ تَعُدُّ سُوْرَةَ الْاَحْزَابِ قُلْتُ اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ اٰيَةً اَوْ ثَلَاثَةً وَسَبْعِيْنَ قَالَ اِنْ

كَانَتْ لَتَعْدِلُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَإِنْ كُنَّا لَنَقْرَأُ فِيْهَا آيَةَ الرَّجْمِ قُلْتُ وَمَا آيَةُ الرَّجْمِ قَالَ إِذَا زَنَيَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(۱۔ تفسیر اتقان جلد دوم صفحہ ۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ تفسیر در منثور جلد پنجم صفحہ ۱۸۰-۱۸۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں۔ کہ سورۃ الاحزاب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں پڑھی جاتی تھی۔ اس کی دو سو آیات تھیں۔ لیکن جب حضرت عثمان نے مصاحف کی کتابت کروائی۔ تو اس میں وہی آیات درج کی گئیں۔ جو اب موجود ہیں۔ یعنی [illegible] آیات)
ایک اور روایت جو زر بن حبیش سے منقول ہے۔ کہ مجھے حضرت ابی بن کعب نے فرمایا۔ تم سورۃ الاحزاب کی کتنی آیات شمار کرتے ہو۔ یعنی اس کی کتنی آیات ہیں۔ تو میں نے عرض کیا۔ ان کی تعداد تہتر یا چوہتر ہے۔ فرمانے لگے۔ بے شک یہ سورۃ آیات کی تعداد کے اعتبار سے سورۃ البقرہ کے برابر ہے۔ ہم اس سورت میں آیت رجم بھی پڑھا کرتے تھے۔ جو اب موجود نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آیت رجم کونسی ہے؟ فرمایا یہ ہے۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ اور ابی بن کعب کی روایت
کے مطابق سورۃ الاحزاب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں دو سو آیات تھیں۔
لیکن حضرت عثمان نے بہتر تہتر رہنے دیں۔ تو ایسا کرنا ہی تحریف ہے۔ لہذا اہل سنت
قرآن کی تحریف کے مرتکب ہیں۔

جواب اول:-

معترض نے پھر اپنی پرانی عادت کو دہراتے ہوئے حماقت اور بے دینی کا مظاہرہ
کیا ہے۔ اور اپنی کمال جہالت سے پردہ اٹھایا ہے۔ علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ
اللہ علیہ نے ان دونوں آثار کو تفسیر اتقان میں ذکر ضرور فرمایا۔ لیکن یہ بھی بتا دیا جاتا کہ
کس موضوع اور بحث کے تحت ان آثار کو نقل فرمایا۔ تو بات واضح ہو جاتی۔ آیئے ذرا
دیکھیں کہ ان آثار کا موضوع علامہ نے کیا مقرر فرمایا۔ موضوع یہ ہے الضرب الثالث ما
نسخ تلاوتہ دون حکمہ (تیسری قسم نسخ کی) وہ کہ جن آیات کی تلاوت
منسوخ ہو چکی ہے۔ لیکن ان کے احکام موجود ہیں) اس موضوع سے بالکل ظاہر ہو گیا کہ
ان آثار سے ان آیات کی نشاندہی کرنا ہے جو منسوخ التلاوۃ دون الحکم ہیں گویا نسخ
کی بحث تھی لیکن ظالم، زندیق اور نامراد نے اسے تحریف کی بحث سمجھ کر اعتراض گھڑ لیا۔
اس بے بصر اور عدیم البصیرت کو تحریف و تنسیخ کا فرق بھی نہ نظر آ سکا۔ تحریف تو انسانوں کی طرف
سے اور تنسیخ خود رب کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ علامہ سیوطی کے نزدیک ان آیات کا باقی نہ رہنا
اللہ کی طرف سے ہونے کی وجہ سے نسخ ہے۔ اس میں نہ کسی شخص کا دخل ہے۔ اور نہ کسی کی جرأت۔

جواب دوم:-

اعتراض کا دارومدار مذکورہ روایت کے اس جملہ پر ہے
جس کا ترجمہ یوں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت
میں جو قرآن جمع ہوا۔ اس میں اتنی ہی آیات تھیں جتنی کہ اب ہیں۔ اس عبارت سے یہ کہاں

ثابت ہوتا ہے کہ دو سو آیات میں سے جو بہتر تہتر رہ گئیں۔ اس کمی کا ذمہ دار کوئی انسان ہے۔ چاہے وہ حضرت عثمان غنی ہی کیوں نہ ہوں! نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب و مقصود یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں سورۂ احزاب کی دو سو کے لگ بھگ آیات تھیں۔ لیکن بہتر تہتر کے علاوہ دیگر آیات حضرات صحابہ کرام کے قلوب و اذہان سے نکال دی گئیں۔ یعنی تلاوت کرنا و پڑھنا بھی ناممکن ہو گیا تو اس طرح ان آیات کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس طریقہ کے مطابق نسخ آیات کا مسئلہ خود کتب حنفیہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ صرف تائید کے طور پر ایک تفسیر کا حوالہ ذکر کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین:

در روایت آمدہ کہ مردی در مجلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم بپا خواست و گفت یا رسول اللہ چند آیت از قرآن یاد داشتم و در نماز تہجد می خواندم شب بجز حکم فراموشی کردہ ام و ہر چند جہد کردم کہ یاد می آید میسر نہ شد دیگری بر خواست و دیگری بر خواست و گفت مرا نیز ہمچنیں قضیہ دست دادہ و دیگری ہم چنیں گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود ہیچ می دانید کہ سبب این چیست گفتند اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم فرمود این جہت آنست کہ حق تعالیٰ آن را نسخ فرمودہ ہر گاہ آیتی را نسخ نماید آن را از یادہا مردمان ببرد و این از جملہ معجزات حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص ۲۴۲
سورۃ البقرہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

تشریف میں کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے قرآن کریم
کی چند آیات زبانی یاد تھیں۔ میں ان کو نماز تہجد میں پڑھا کرتا تھا لیکن آج
رات حسب عادت سے جب کھڑا ہوا۔ تو بسیار کوشش کے باوجود مجھے وہ یاد نہ
آئیں۔ دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا میرے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا ہے
اسی طرح تیسرے نے بھی بعینہٖ یہی سرگزشت سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ ان کے بھول جانے کا سبب کیا ہے۔
عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے پھر بتلایا۔ کہ خداوند
تعالیٰ نے ان آیات کو منسوخ فرما دیا ہے۔ اللہ رب العزت جب کسی آیت
کی تلاوت کو منسوخ فرماتا ہے۔ تو لوگوں کے حافظہ سے وہ نکال لیتا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں یہ ایک معجزہ ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ذکر کیا اس کا معنی اور مقصد یہ ہے۔ کہ سورۃ احزاب کی آیات میں
عہد رسالت کے دوران نسخ واقع ہو چکا ہے۔

جواب سوم:-

معترض نے تفسیر درمنثور کے اتنے الفاظ نقل کر دیے جن سے وہ اپنا فرضی مقصد
نکال سکتا تھا۔ لیکن ان الفاظ کو سرے سے ہی غائب کر دیا۔ کہ جن سے اس تمام کچے پن
کا پول کھل جاتا ہے۔ کیونکہ ان الفاظ میں اس اعتراض کا جواب بھی موجود ہے۔ پوری عبارت
ملاحظہ ہو۔

تفسیر درمنثور:

أخرج عبد الرزاق في المصنف والطيالسي
وسعيد بن منصور وعبد الله بن أحمد

فی زوائد المسند وابن منیع والنسائی وابن المنذر وابن الانباری فی المصاحف والدار قطنی فی الافراد والحاکم وصححه ابن مردویه والضیاء فی المختارة عن زر قال قال لی ابی بن کعب کَیْفَ تَقْرَأُ سُوْرَةَ الْاَحْزَابِ اَوْکَمْ تَعُدُّهَا قُلْتُ ثَلَاثًا وَّ سَبْعِیْنَ اٰیَةً فَقَالَ اُبَیٌّ قَدْ رَاَیْتُهَا وَاِنَّهَا لَتُعَادِلُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَاَکْثَرَ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَلَقَدْ قَرَأْنَا فِیْهَا اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ فَرُفِعَ مِنْهَا مَا رُفِعَ۔

(تفسیر درمنثور جلد پنجم ص۱۸۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) حضرت زر کہتے ہیں مجھے حضرت ابی بن کعب نے فرمایا تم سورۂ احزاب کیسے پڑھتے ہو۔ یا اس کی آیات کی تعداد تمہارے ہاں کتنی ہے؟ میں نے کہا تہتر آیات کو گنتے ہیں۔ ابی نے کہا کہ یہ سورت (آیات کی تعداد کے اعتبار سے) سورۃ البقرہ کے برابر یا بڑھ کر تھی۔ اور ہم نے اسی سورت میں یہ الفاظ بھی پڑھے ہیں۔ جو اب موجود نہیں۔ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا الخ پھر اس سورت کی آیات اٹھالی گئیں جو اٹھالی گئیں۔

(یعنی ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی)

قارئین کرام! مذکورہ روایت کے آخری الفاظ "فرفع منها ما رفع" ہے ذرا غور فرمائیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ اس سورت کی کچھ آیات نازل ہونے کے بعد اٹھا لی گئیں۔ یعنی تلاوت کے اعتبار سے وہ منسوخ ہو چکی ہیں۔ جن میں سے ایک آیت کا تذکرہ خود حضرت ابی بن کعب نے فرمایا۔ جس کا حکم باقی ہے۔ لیکن تلاوت باقی نہ رہی۔ اسی طرح اور بہت سی آیات تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نسخ کے طور پر اٹھا لیا تھا۔ قرآن الفاظ سے نسخ ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ تحریف۔ لیکن خواہ اسے تحریف قرار دیا جائے۔ تو ایسے عقل کے اندھے کا علاج!

جواب چہارم:۔

سورۃ الاحزاب کا تعداد آیات کے اعتبار سے سورۃ البقرہ کے برابر ہونا اور اسی میں سے آیت رجم وغیرہ کی تلاوت منسوخ ہو جانا ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس کو کتب شیعہ میں بالاتفاق ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا جب اس سورہ کی آیات کی نسخ کے بارے میں دونوں فریق متفق ہیں۔ تو پھر تحریف کا الزام اہلسنت پر ہی کیوں؟

لوامع التنزیل:

اما آنچه منسوخ اللفظ باشد دون الحکم چون آیۂ رجم بالاتفاق کافۂ مفسرین و محدثین

است۔

(تفسیر لوامع التنزیل مصنفہ علامہ حائری جلد اول صفحہ ۳۵ مطبوعہ اثنا عشری پریس لاہور)

ترجمہ:۔

صرف وہ آیات کہ جن کے الفاظ منسوخ ہو چکے لیکن حکم نا حال باقی ہے۔ مثلاً

مثال رجم کی آیت ہے۔ اس آیت کا اسی قسم سے ہونا تمام مفسرین و محدثین کا متفق علیہ ہے۔

اساس الاصول

اَمَّا نَسْخُ التِّلَاوَةِ دُوْنَ الْحُكْمِ فَمِثَالُهٗ مَا رُوِیَ بِطَرِیْقِ الْاٰحَادِ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ فَنُسِخَ تِلَاوَتُهٗ مَعَ بَقَاءِ حُكْمِهٖ وَاَمَّا نَسْخُ الْحُكْمِ دُوْنَ التِّلَاوَةِ فَمِثَالُهٗ اٰیَةُ الْعِدَّةِ الدَّالَّةِ عَلَی الْاِعْتِدَادِ بِالْحَوْلِ ثُمَّ نُسِخَتْ بِاٰیَةِ التَّرَبُّصِ بِاَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَنُسِخَ الْحُكْمُ الْمُسْتَفَادُ مِنَ الْاٰیَةِ الْاُوْلٰی مَعَ بَقَاءِ تِلَاوَتِهَا وَاَمَّا نَسْخُ التِّلَاوَةِ وَالْحُكْمِ مَعًا فَكَمَا رُوِیَ اَنَّ سُوْرَةَ الْاَحْزَابِ كَانَتْ تَعْدِلُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَنُسِخَ تِلَاوَتُهَا وَحُكْمُهَا مَعًا۔

(اساس الاصول شریف بحوالہ اصول
مصنفہ سید دلدار علی مطبوعہ
اثنا عشری لکھنؤ)

ترجمہ:۔

جہاں تلاوت منسوخ ہو اور حکم باقی ہے اس کی مثال وہ روایت ہے جو بطریق آحاد مروی ہوئی۔ کہ قرآن کریم میں یہ آیت تھی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا الخ۔ اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے لیکن حکم باقی ہے اور وہ کہ جس کا حکم تو منسوخ ہو لیکن تلاوت باقی ہے اس کی مثال آیت عدت

جو ایک سال عدت پر دلالت کرتی تھی۔ پھر اس آیت کے نزول کے
ساتھ اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ جس میں عدت چار ماہ دس دن بیان کی گئی
ہے۔ تو اس طرح وہ حکم جو پہلی آیت سے عطا کیا گیا تھا۔ دوسری آیت کے
نزول کے سبب ختم کر دیا گیا۔ تیسری صورت نسخ کی یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں
ختم ہیں۔ اس کی مثال وہ روایت ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ سورۃ احزاب
ضخامت و تعداد آیات کے اعتبار سے سورۃ البقرہ جتنی تھی۔ اب بہتر
آیات کے علاوہ دیگر آیات کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں۔

تنبیہ:

ایک بات جس کا تذکرہ ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ وہ یہ کہ خود شیعہ لوگ موجودہ
قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ جس کا ثبوت ہم تفصیل
ساتھ انہی کی کتب سے پیش کر چکے ہیں۔ اب اس بات سے انکار کرتے ہیں
تو کون مانتا ہے۔ اسی لیے خود تو شیعہ اپنی مسلم کتب کو بھی سے خود ہی لگے
ہم اہلسنت کو بھی موجودہ قرآن کے بارے میں اسی عقیدہ پر ثابت کرنا چاہتے ہیں
ان کا اپنا عقیدہ ہے۔ اس کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اور منسوخ التلاوۃ
کو ہماری کتب سے پیش کر کے عوام اہلسنت کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں
سنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ کبھی آیت رجم کا حوالہ دیتے ہیں۔ کبھی سورۃ احزاب
کے بارے میں کوئی روایت پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ان کا کہنا ہے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ دیکھو۔ چونکہ یہ آیت یا فلاں جملہ جو فلاں سورت کے اندر تھا۔ اب نہیں ہے تو
ہوا کہ سنیوں نے اسے قرآن سے باہر نکال دیا ہے۔ اور یہی تحریف ہے۔ لیکن
تحریف کی تعریف کی اور نسخ کی طرف دھیان نہ گیا۔
یہ معاملہ اس علم کتابت کے متعلق ہے۔ جس میں ایک لفظ کی بیشی کا بیان ہے

جائے۔ "فرفع" یعنی سورۃ احزاب میں سے کچھ حصہ جتنا اللہ نے چاہا اٹھا لیا گیا
یہ بات بی بی عائشہ کی روایت کو معتبر جب تصور کیا گیا ہے تو اس سے معلو[م ہوا]
کہ اگر سورۃ احزاب کی آیات کی تعداد دو سو ہونا تواتر سے ثابت ہو، تو پھر موجود[ہ]
کے علاوہ دیگر آیات کی رفع و تنسیخ بھی تواتر سے ثابت ہے۔ (فاعتبروا یا اولی ا[لابصار])

اعتراض ہشتم

اہل سنت کے خلیفہ کے بیٹے ابن عمر موجودہ قرآن کو نامکمل سمجھتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب عبداللہ بن عمر رضی ا[للہ]
عنہ کہتے ہیں کہ قرآن کا اکثر حصہ تحریف کی نذر ہو گیا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص موجود[ہ قرآن]
کو حفظ کر کے یہ کہتا ہے کہ میں نے مکمل قرآن یاد کر لیا ہے تو اس کو یہ کہنا درست نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

عن نافع عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد
اخذت القرآن کله وما یدریه ما کله قد
ذهب منه قرآن کثیر ولکن لیقل قد اخذت
منه ما ظهر۔

(تفسیر اتقان جلد سوم ص ۷۵ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے کوئی شخص یہ بات ہرگز نہ کہے کہ اس نے
تمام کا تمام قرآن یاد کر لیا ہے۔ ایسا کہنے والے کو کیا علم کہ کل قرآن کیا
ہے یقیناً اس قرآن میں سے بہت سا حصہ چلا گیا (یعنی باقی نہ رہا) ہاں!
یوں کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے ظاہری قرآن کو یاد کر لیا ہے۔

تفسیر اتقان کے حوالہ سے جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا گیا۔ اس سے
اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ اہل سنت جو ہم اہل تشیع پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ
ہمارے عقیدہ کے مطابق موجودہ قرآن محرف اور نامکمل ہے۔ یہ ہم پر صرف الزام ہے
بلکہ مذکورہ حوالہ سے تو خود اہل سنت نے اپنے بارے میں اس بات کا اعتراف کر لیا
کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی۔ اور یہ کہ یہ نامکمل ہے۔

جواب اول

اہل تشیع کا یہ کہنا کہ اہل سنت ہمارے قرآن کو ناقص سمجھتے ہیں۔ بالکل غلط ہے ہم
سے پوچھئے۔ کہ تم اہل تشیع کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ جیسا کہ متعدد مستند حوالہ جات سے ہم
ثابت کر چکے ہیں کہ اہل تشیع کے عقیدے کے مطابق ان کے پاس قرآن سرے
سے ہے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کا قرآن امام غائب (امام مہدی) کے پاس ہے۔ اور وہ قیامت
کے قریب لے کر آئیں گے۔

رہا یہ کہنا کہ اہل سنت کے پیشوا و مقتدا امام برحق جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما قرآن کو ناقص اور نامکمل سمجھتے تھے۔ جس کا مطلب معترض نے خود یہ نکالا ہے۔
کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس کے بعد قرآن میں تحریف کی گئی۔
تو اس بارے میں ہم دریافت کرتے ہیں کہ ان الفاظ کی نشاندہی تو کریں۔ جو اس کے
مطلب و مفہوم پر دلالت کرتے ہوں۔ کیونکہ تحریف اسی وقت تو لی جائے گی۔ جب

ثابت کی جائے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے سب حضرات صحابہ کرام میں سے کسی نے ان میں سے کوئی آیت نکال دی ہو یا ان کے الفاظ توڑ دیئے ہوں۔ ذرا بتلائیے تو اس روایت میں کون سے وہ الفاظ ہیں!

تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ صرف ایک مقصد کی خاطر کیا جا رہا ہے اور وہ بعض صحابہ اور سادات خلفائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ان اس روایت سے جو ثابت ہو رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی قرآن کا کچھ حصہ منسوخ ہو چکا تھا۔ ذهب منه قرآن كثيرا میں ذهب فعل ماضی ہے۔ اور لازم ہے۔ جس کا معنی یہ ہوا کہ کسی کے فعل سے نہیں بلکہ خود بخود قرآن کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ختم ہو گیا۔ بقول معترض اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اس عبارت سے مطلب یہ ہوتا کہ قرآن میں تحریف ہوئی۔ تو الفاظ روایت اس طرح ہوتے قد اسقط المحرفون قرآنا كثيرا۔ یعنی تحریف کرنے والوں نے قرآن کریم سے بہت کچھ نکال دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ متعدد مقامات پر ان الفاظ کا چناؤ بڑی احتیاط اور غور و فکر سے کیا کرتے تھے۔ آپ ہی سے منقول ہے۔ کہ کسی شخص کو رمضان شریف کے روزوں کے بارے میں یوں کہنا مناسب نہیں۔

یعنی میں نے تمام رمضان کے روزے رکھے۔ کیونکہ رمضان ایک کامل مہینہ کا نام ہے۔ جس میں ایک ایک ساعت داخل ہے۔ اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب کے وقت تک محدود ہوتا ہے۔ اور غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک کا حصہ روزے سے خارج ہے۔ لیکن رمضان سے خارج نہیں۔ اس لیے کل رمضان کی طرف روزہ رکھنے کی نسبت غیر حقیقی ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی یہ معلوم ہوا کہ کسی شخص کا یوں کہنا۔ بلکہ یہ کہنا تو رہ سے احتیاط درست نہیں کہ میں نے قرآن کل یاد

یا ہے۔ کیونکہ کمل قرآن میں وہ آیات اور سورتیں بھی داخل ہیں۔ جو نازل ہونے
کے بعد زبانی و قلوب صحابہ سے نکال لی گئیں۔ حالانکہ یاد کرنے والے نے ان کو یاد
نہیں کیا۔

جواب دوم

صاحب تفسیر اتقان علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت مذکورہ کے
القسم الثالث میں ذکر فرمایا۔ تیسری قسم یہ ہے کہ آیت کی ساری نکل گئی ہے۔ کہ جو کہ تلاوت
منسوخ ہو چکی لیکن حکم باقی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس قسم کی روایت اس امر کی
دلالت کرتی ہے کہ فلاں فلاں آیت منسوخ ہے۔ لیکن اس کا حکم اب بھی موجود ہے۔ نیز
مفسر علامہ مائزی حجت نے بھی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس روایت
کو منسوخ التلاوت دالحکم کے ضمن میں تحریر کیا اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

مواہب التنزیل:

ابن الانباری در مصاحف از عبد اللہ بن عمر روایت کرده لا یقولن
احدکم قد اخذت القرآن کلہ ما یدریہ ما کلہ
ذهب منه کثیر ولکن لیقل قد اخذت ما ظهر منها ...
یعنی احدی نگوید که اخذ کل قرآن کردم یا اخذ کل شد که ان چه داند چه بود تحقیق رفته است
از قرآن بسیاری ست عاقبت گوید یا آنچه ظاهر بود از آن اخذ کردم۔

(تفسیر مواہب التنزیل جلد اول ص [illegible])
مطبوعہ نعیم پریس

مصاحف میں ابن الانباری نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ تم سے یہ بات ہرگز کوئی شخص
نہیں کہے گا۔ کہ میں نے تمام کا تمام قرآن یاد کر لیا ہے۔ ایسا کہنے والا

کیا جائے نہ تمام قرآن کے کہتے ہیں۔ ہاں یوں کہنا چاہیے۔ کہ میں نے جو اب
تک یہ موجود قرآن ہے وہ تمام یاد کر لیا ہے۔

لمحہ فکریہ!

حضرات قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا بخاری نے اس اعتراض میں بھی وہی
چال چلی۔ جس کی طرف ہم پہلے ہی نشاندہی کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ کچھ آیات تو ایسی ہیں۔ جو
منسوخ التلاوۃ ہوں گے۔ اور کچھ وہ جو منسوخ التلاوۃ والحکم کے قبیلہ سے ہوں گی
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی قسم کی تھی۔ جسے تحریف کے زمرے
میں شامل کر کے اعتراض کر دیا گیا۔

اعتراض نہم

سنیوں کے نزدیک قرآن کا کچھ حصہ جلا دیا گیا۔

اہل سنت کی کتب احادیث میں سے صحیح اور مستند ترین کتاب "بخاری" میں یہ حدیث موجود ہے۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن منگوایا۔ اور اس سے چند مصحف جات نقل کر لیے گئے۔ تو اس کے بعد مختلف لوگوں کے پاس جو اوراق قرآن تھے۔ انہیں منگوا کر نذر آتش کر دیا۔ حضرت عثمان نے یہ سب کچھ اس لیے کیا۔ کہ قرآن کریم کے ان اوراق کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ جن میں حضرات صحابہ کرام کی مذمت اور ان کے نقائص مذکور تھے

تفسیر اتقان

إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَىٰ حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلَىٰ كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۶۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب انہوں (حضرت زید بن ثابت، عبد الرحمن بن الحارث اور سعید بن العاص) نے مختلف صحیفوں کو مصحف میں لکھا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ نسخۂ قرآن جو حضرت حفصہ سے منگوایا تھا۔ انہیں واپس لوٹا دیا، اور چاروں طرف مصحف بھیج دیئے۔ تو یہ حکم نامہ جاری کیا۔ اس قرآن کے علاوہ اگر کسی کے پاس کوئی صحیفہ یا مصحف ہو۔ تو اسے جلا دیا جائے۔

جواب اول

بقول معترض اگر وہ قرآن اہل سنت نے جلا دیا تھا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ تم اہل تشیع کو صحیح قرآن کہاں سے اور کس سے ملا کہ جس کے بارے میں تمہارا عقیدہ یہ نہیں۔ جو تم نے صحیح ہونے کا دعویٰ کر کے اہل سنت پر اعتراض کیا ہے اگرچہ ہم جانتے ہیں۔ کہ موجود قرآن کے بارے میں تمہارا عقیدہ یہ نہیں۔ جو تم اعتراض کے وقت ظاہر کر رہے ہو۔ بلکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اصلی قرآن وہ ہے۔ جسے امام غائب قیامت کے قریب لائیں گے۔ اور موجود قرآن کو تم بطور تقیہ صحیح قرآن مانتے ہو۔

اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ قرآن اگر غلط ہے۔ (اور واقعی صحیح ہے) تم کہتے ہو قرآن تو اہل سنت کے پاس ہے تم کس کتاب کو صحیح کہتے ہو۔ اور اگر کسی دوسرے مقابلہ میں یہ اعتراض ہے۔ تو مہربانی کیجئے اس صحیح کی نشاندہی کیجئے۔ تاکہ دونوں کا تقابل کیا جا سکے۔ اور پھر اعتراض کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جلا یا۔ تو یہ تمہاری کم فہمی اور دلی عداوت کا نتیجہ ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو جلایا وہ قرآن نہیں تھا۔ وہ قرآنی آیات پر تفسیری نوٹ سے تھے۔ یا منسوخ التلاوت آیات تھیں۔ جو کچھ حضرات کے پاس تحریری شکل میں موجود تھیں۔ آپ نے یہ سب کچھ ایک خطرے کے پیش نظر کیا۔ خطرہ یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف قرأت ایک فتنہ کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اس اختلافات کی وجہ سے جھگڑوں تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ اس کے پیش نظر آپ نے منسوخ التلاوت آیات اور غیر مشہور قراءت والے صحیفہ جات کو جلوا یا تھا۔ تاکہ اصلی قرآن محفوظ رہے۔ اور اسے ہی مسلمان پڑھیں۔

جواب دوم

وہ قرآن جلانے میں حضرت عثمان کے ساتھ حضرت علی بھی شامل تھے

اہل تشیع نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرا کہ انہوں نے قرآن جلا دیا۔ اور تفسیر اتقان سے حوالہ پیش کیا۔ اسی تفسیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ سُوَیْدِ
ابْنِ غَفْلَۃَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ لَا تَقُوْلُوْا فِیْ عُثْمَانَ

إلا خيراً فوالله ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملأ منا قال ما تقولون في هذه القراءة فقد بلغني أن بعضهم يقول إن قراءتي خير من قراءتك وهذا يكاد يكون كفراً قلنا فما ترى قال أرى أن نجمع الناس على مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف قلنا فنعم ما رأيت.

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۱۰۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

سوید بن غفلہ سے ابن ابی داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگو! حضرت عثمان کے متعلق صرف اچھی بات ہی کہو۔ خدا کی قسم! انہوں نے قرآن کے متعلق جو کچھ کیا۔ وہ تنہا ہی نہیں بلکہ ہم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر کیا۔ حضرت عثمان نے لوگوں سے پوچھا۔ تم اس قراءت کے متعلق کیا کہتے ہو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ تم میں سے بعض لوگ اپنی قراءت کو دوسروں کی قراءت سے بہتر کہتے ہیں۔ اور یہ کفر کے بالکل قریب ہے۔ ہم نے حضرت علی سے پوچھا۔ تو پھر آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا میں چاہتا ہوں۔ کہ ہم لوگوں کو صرف ایک قراءت پر اکٹھا کر دیں۔ اور پھر کوئی تفرقہ باقی رہے نہ اختلاف۔ ہم نے کہا۔ آپ کی رائے بہت ٹھیک ہے

عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمع قرآن کے معاون ہیں دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اور جو کچھ ہوا۔ ان تمام کے باہمی مشورہ سے ہوا۔ اگر بقول معترض قرآن کا کچھ حصہ جلا دیا گیا۔ تو پھر الزام صرف حضرت عثمان پر ہی کیوں؟ ان تمام شریک کار لوگوں پر ہونا چاہیے جو اس میں معاون تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جو کچھ جلایا۔ وہ قرآن نہ تھا کیونکہ ایسی جرأت کوئی صحابی ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کسی کو کرتے دیکھ کر خاموش رہ سکتا ہے۔ بلکہ جو کچھ جلایا گیا۔ وہ منسوخ التلاوت آیات تھیں۔ یا آیات پر تفسیری نوٹ تھے۔ اس سلسلہ میں فتح الباری کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

فتح الباری

وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُحْرِقُوا كُلَّ مُصْحَفٍ يُخَالِفُ الْمُصْحَفَ الَّذِي أَرْسَلَ بِهِ قَالَ فَذٰلِكَ زَمَانَ حُرِّقَتِ الْمَصَاحِفُ بِالْعِرَاقِ بِالنَّارِ وَفِي رِوَايَةِ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا تَقُولُوا لِعُثْمَانَ فِي إِحْرَاقِ الْمَصَاحِفِ إِلَّا خَيْرًا۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ہر وہ مصحف جو میرے بھیجے گئے مصحف کے خلاف ہو اسے جلا دیا جائے۔ اس وقت عراق میں کچھ مصاحف نذر آتش کیے گئے حضرت علی ...

سے سوید بن غفلہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ مصاحف کے
جلانے کے بارے میں تم لوگ حضرت عثمان کو صرف اچھے الفاظ سے ہی
یاد کیا کرو۔ دیکھنا اس طرح ایک فتنہ ہمیشہ کے لیے مدفون ہو گیا۔
اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ وہ عبارات اور مصاحف جلائے گئے تھے۔ جو صحیح
قرآن کے مخالف تھے۔ ایسا نہیں ہوا کہ صحیح قرآن میں سے کچھ آیات کو جلا دیا گیا ہو
کچھ لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ نذر آتش کرنے کی بجائے ان کو پانی سے دھو ڈالا
جاتے۔ پھر ان کی قرأت کو جلا دیا جاتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت بھی بعض
لوگوں کے قرآن میں یہ بات تھی۔ کہ حضرت عثمان نے ایسا کرنے کا جو حکم دیا ہے۔
وہ اچھا نہیں۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے برملا قرار دیا کہ جو کچھ ہوا۔
ہمارے علم کیساتھ ہوا۔ اور ہمیں یہ ترتیب نہیں دیتا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
کو اس بارے میں برا کہو۔ بلکہ ایک فتنہ تھا۔ ایک کفر تھا۔ جسے حضرت عثمان نے
دبا دیا۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اس کام کو سرانجام دینے
کی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

تفسیر اتقان

وَقَدْ قَالَ عَلِيٌّ لَوْ وُلِّيتُ لَعَمِلْتُ بِالْمَصَاحِفِ الَّتِي
عَمِلَ بِهَا عُثْمَانُ

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۶۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ اگر مجھے جمع قرآن کا کام سپرد کیا جاتا۔
تو میں بھی مصاحف کے بارے میں وہی کچھ کرتا۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سے کیا۔

لمحہ فکریہ

آپ نے غور فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان تفسیری عبارت اور منسوخ التلاوت آیت کے جلانے کا حکم دیا۔ جو قرآن نہ تھیں۔ یہ سب کچھ ایک فتنہ کی بیخ کنی کے طور پر کیا گیا۔ لہذا اس قسم کی عبارات کو ضائع کر دینے سے کمی قرآن میں کمی کس طرح آسکتی ہے۔ چونکہ یہ ضروری تھا۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کام پر حضرت عثمان کو اچھے الفاظ میں یاد کرنے کو کہا اور خود یہ بات بھی فرما دیا کہ اگر یہ کام میرے سپرد ہوتا۔ تو میں بھی وہی کچھ کرتا۔ جو حضرت عثمان نے کیا۔ اگر ایسا کرنا قرآن میں تنقیص ہوتا۔ تو صحابہ کرام کی ایک جماعت کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بنفس نفیس شریک تھے۔ اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی جب ان موجود صحابہ کرام کی باہمی رائے کے مطابق یہ سب کچھ ہوا۔ تو معترض کے پیٹ میں مروڑ کیا پڑ گیا۔ اس کی چیخیں کیوں نکلی جا رہی ہیں۔ دراصل قسمت کا مارا مجبور ہے۔ کہ اندر کے حسد و بغض ایسی باتیں کرے۔ در حقیقت اور جمل نہیں ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض دہم

اہل سُنّت کا قرآن ناقص ہے کیونکہ اس کا کچھ حصہ بکری کھا گئی تھی۔

اہل سنت کی کتب حدیث میں سے ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ ہم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت مصروف و مشغول تھے۔ میرے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں رضاعت کبیر اور آیت رجم تھیں۔ ہماری مصروفیت کی وجہ سے اس صحیفہ کو ایک بکری نے کھا لیا۔ موجودہ قرآن مجید میں دونوں آیات موجود نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مذکورہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ لیکن بکری کے کھانے کے بعد ان کا اندراج نہ ہو سکا لہٰذا اہل سنت کا موجودہ قرآن ان آیات سے خالی ہونے کی وجہ سے ناقص اور نامکمل ہے۔ ابن ماجہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ابن ماجہ شریف

حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ ثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

القَاسِم عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ نَزَلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَاعَةُ الْكَبِيرِ عَشْرًا وَلَقَدْ كَانَ فِي صَحِيفَةٍ تَحْتَ سَرِيرِي فَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشَاغَلْنَا بِمَوْتِهِ دَخَلَ دَاجِنٌ فَأَكَلَهَا۔

(ابن ماجہ شریف ص ۱۴۱ باب رضاع الکبیر
مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گوجرانوالہ)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ آیت رجم اور رضاعت کبیر نازل ہوئی تھیں۔ اور یہ دونوں آیتیں میرے بستر کے نیچے ایک صحیفہ میں تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ہم ادھر مشغول ہو گئے۔ ادھر ایک بکری آئی۔ اور اس صحیفہ کو کھا گئی۔

جواب اوّل

حدیث مذکورہ کو معترض نے "بسند صحیح" سے مروی کہا۔ حالانکہ اس کی صحت ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جس کے بارے میں کتب فن الرجال میں درج ذیل جرح کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے سند صحیح قرار نہیں پاتی۔

تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴

تہذیب التہذیب

وَقَالَ مَالِكٌ دَجَّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ ...... وَكَانَ يُرْمَى بِغَيْرِ نَوْعٍ مِنَ الْبِدَعِ فَقَالَ مُوسَى ابْنُ هَارُوْنَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ يَقُوْلُ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ يُرْمَى بِالْقَدَرِ ...... وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كَانَ ابْنُ إِسْحَاقَ يُدَلِّسُ ...... وَقَالَ حَنْبَلُ بْنُ إِسْحَاقَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ ابْنُ إِسْحَاقَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ .... وَقَالَ الْمَيْمُوْنِيُّ عَنِ ابْنِ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

(تہذیب التہذیب مصنفہ ابن حجر عسقلانی جلد نہم ص ۴۱-۴۴ حرف المیم۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن اسحاق راوی کے متعلق امام مالک نے فرمایا کہ یہ ایک دجال تھا۔ اور وہ کئی اقسام کی بدعات کے مرتکب ہونے کی وجہ سے مطعون تھا۔ موسیٰ بن ہارون نے کہا۔ کہ میں نے محمد بن عبد اللہ بن نمیر سے سنا۔ کہ محمد بن اسحاق پر قدری ہونے کا الزام تھا۔ امام احمد بن حنبل نے ابن اسحاق کو مدلس بتایا ہے۔ حنبل بن اسحاق کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ کو کہتے

سنا۔ کہ ابن اسحاق کوئی حجت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بیہقی نے نقل کیا۔ کہ
ابن اسحاق ضعیف ہے۔ اور نسائی نے بھی اسے قوی نہیں کہا ہے۔
مذکورہ حدیث کے ایک راوی کے متعلق آپ نے پڑھا۔ رجال و نقد میں بڑے ماہرین
اور محققین ائمہ کے الفاظ اس کے لیے استعمال ہوئے۔ کیا ایسا شخص قابل حجت ہو سکتا ہے
اور کیا ایسے راوی کی روایت صحیح روایت قرار دی جا سکتی ہے۔
پھر کہاں کی منطق ہے۔ کہ خبر واحد سے کسی جملہ کا قرآن ہونا ثابت کیا جائے۔
دراصل یہ بھولے بھالے اہل سنت کو پھسلانے کی ایک شیعی کوشش ہے۔ انہوں نے
سوچا ہوگا۔ کہ اعتراض کرتے ہیں۔ لگ گیا۔ تو تیر ورنہ تکا تو تھا۔ لیکن اہل علم تو خوب جانتے
ہیں۔ کہ اس قسم کی روایت سے کسی واقف کار سنی کو پھسلانا بہت مشکل ہے۔ اور نہ ہی
ایسی روایات اعتراض کی بنیاد بن سکتی ہیں۔

جواب دوم!

روایت مذکورہ میں دو باتوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ ایک یہ کہ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی
کسی عورت کا دودھ پی لے۔ تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ دوسری
بات یہ کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد یا عورت کسی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔
تو اس کو رجم (سنگسار) کیا جائے۔
پہلی بات یعنی بڑا ہو جانے پر آدمی کے دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت تو اس
کا ایک جواب دیا جا چکا ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی خبر واحد سے کسی جملہ یا عبارت کا قرآن
ثابت ہونا کوئی بھی نہیں مانتا۔ اور اگر بقول معترض واقعی یہ قرآن تھا۔ اور اس کی تنسیخ
بھی نہ ہوئی تو ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی تیس چالیس سال کا نوجوان کسی شیر
عورت کا دودھ پی لے۔ تو کیا آپ ان دونوں کے درمیان رضاعت ثابت کریں گے؟

تمام شیعہ کہیں گے۔ کہ اس سے وضاحت ثابت نہ ہوگی۔ تو اس سے صاف ظاہر کہ صفات
کبیرہ والی روایت اول تو آیت قرآنی نہ تھی۔ اور اگر تھی۔ تو منسوخ التلاوت والحکم کی قبیل
سے تھی۔

روایت مذکورہ میں دوسری بات رجم کے متعلق تھی۔ شادی شدہ کے ارتکاب
زنا پر سنگساری کی سزا تمام کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اور اس آیت کو ان آیات میں
شمار کیا گیا ہے۔ جو تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ لیکن حکم ان کا باقی ہے۔ اس سلسلہ
میں کتب شیعہ کے عبارات ملاحظہ ہوں۔

تفسیر لوامع التنزیل

اما آیتیکہ منسوخ اللفظ باشد بدون الحکم چون آیت رجم باتفاق کافہ مفسرین
و محدثین است چنانچہ فخر رازی و نیشاپوری و ثعلبی و واحدی و بغوی بل ہمگی گفتند
کہ متروک اللفظ غیر الحکم این آیہ است۔ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْ
جُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول صفحہ
۴۰۵ مطبوعہ [illegible] پریس لاہور)

ترجمہ:

وہ آیات کہ جن کی تلاوت منسوخ ہے۔ لیکن حکم باقی ہے۔ اس کی مثال رجم
ہے۔ جس پر تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے۔ جن میں امام رازی۔
نیشاپوری، ثعلبی، واحدی اور واقدی بلکہ تمام مفسرین و محدثین نے
اسے متروک اللفظ غیر الحکم میں شمار کیا ہے۔ آیت یہ ہے۔ الشیخ والشیخۃ الخ

تفسیر مجمع البیان

وَمِنْهَا مَا يُنْسَخُ اللَّفْظُ وَيَثْبُتُ الْحُكْمُ كَآيَةِ الرَّجْمِ

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول صفحہ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ان آیات میں سے کہ جن کی تلاوت اٹھالی گئی اور حکم باقی ۔ ایک آیت رجم بھی ہے ۔

اہل تشیع کی دو اہم تفسیروں کے حوالہ سے یہ بات ہوئی کہ آیت رجم بلا شک ان آیات میں سے ایک ہے ۔ جن کی تلاوت تو ختم ہو چکی ہے ۔ لیکن حکم باقی ہے ۔ لہٰذا اس قسم کی آیات جن کی تلاوت تو ختم ہو چکی ہے کو قرآن کے تحریف میں شمار کرنا انتہائی درجہ کی چالاکی اور فریب دہی ہے ۔ دراصل ایسا اس لیے کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ خود شیعہ تحریف قرآن کے قائل اور معتقد ہیں ۔ تو جب انہیں اپنے دفاع کی کوئی دلیل نہیں ملتی ۔ تو بامر مجبوری ہم اہل سنت کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں اور اہل سنت پر تحریف کا الزام دھرتے ہیں ۔ حالانکہ تحریف اور تنسیخ کا کسی بندے سے کوئی تعلق نہیں ۔ کون ایسی جرات کر سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے ۔ کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ کر دے ۔ اور اس کا حکم باقی رکھے ۔ اور اگر چاہے ۔ تو اس کا حکم اور تلاوت دونوں واپس لے لے ۔ اس کی مرضی ہے ۔ کہ آیت کی تلاوت باقی رہے لیکن حکم منسوخ کر دے ۔

جواب سوم:

صاحبانِ عقل و خرد کے لیے اس روایت میں دعوتِ غور و فکر ہے۔ پہلی طلب بات یہ ہے۔ کہ بکری کے کھانے والی روایت درجہ صحت تک پہنچی ہے؟ اگر اس کو روایات صحیحہ میں سے شمار کر بھی لیا جائے۔ تو پھر بکری نے جو کچھ کھایا وہ قرآن تھا۔ یا اوراق؟ جو اگر اوراق کھائے اور واقعی ایسے ہوا ہوگا۔ تو کیا اوراق کے ضائع ہو جانے سے قرآن ضائع ہو جاتا ہے۔ ہم نے کئی مشاہدہ کیا ہے۔ کہ بہت سے قرآنی بوسیدہ اوراق بلکہ پورے قرآن کریم جو بوسیدہ ہونے کے دریا برد کیا جاتا ہے۔ کسی محفوظ جگہ میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ جس پر سے گزر نہ ہوتا ہو۔ تو کیا ایسا کرنے سے قرآن ختم ہو گیا۔ یا قرآن کی آیات کم ہو گئیں۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ اوراق کی صورت میں بکری اصل قرآن کھا گئی۔ تو توجہ طلب یہ امر ہے۔ کہ اصل قرآن تو لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ اور جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ اسی نفسی و قدیم کلام کا الفاظ و نقوش کی صورت میں اوراق پر لکھا گیا ہے۔ تو یہ کیونکر ممکن کہ بکری اصل قرآن کو کھا گئی۔ کیونکہ بکری کا لوحِ محفوظ تک پہنچنا اور پھر اس کلام کو جو الفاظ و نقوش اور کاغذات وغیرہ حادث اشیاء سے پاک ہے۔ کھا جانا قطعاً محال ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ یہ حادث اس قدیم پر کیسے غالب آ گئی۔

قارئین کرام!

آپ نے دیکھا کہ اہلِ تشیع کس گندے طریقے سے اہلِ سنت پر الزام دھرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اللہ کا کلام اور اس کو بکری کھا کر ہضم کر جائے۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو باقی رکھنے کا خود ذمہ اٹھایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ اگر اس عظیم و قادر کی

حفاظت کے ہوتے ہوئے بکری اس کے کلام کو کھا جائے۔ تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے سے عاجز آگیا اور بکری اس پر غالب آگئی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اور ہمارا اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اور ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اہل سنت کی معتبر تفسیر در منثور میں منقول ہے کہ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ الحمد میں واقع الفاظ اھدنا الصراط المستقیم کو اھدنا السراط المستقیم پڑھا کرتے تھے۔ یعنی لفظ صراط کو سراط پڑھتے تھے لیکن اب تمام موجود نسخوں میں صراط ہی موجود ہے۔ جبکہ علامہ صدیق حسن خان کے بقول سورۂ الفاتحہ میں ناسخ و منسوخ بالکل نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سنیوں نے لفظ صراط میں تحریف کی ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کے سین کو صاد میں تبدیل کر دیا۔ در منثور کے الفاظ یہ ہیں۔

تفسیر در منثور

اخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخه وابن الانباری عن ابن عباس انه قرار

اھدنا السراط بالسین۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۱۴ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) ابن انباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ (ابن عباس) اھدنا السراط پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی لفظ سراط کو سین پڑھتے تھے۔
لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ سنیوں نے صراط میں حرف ص کو س میں تبدیل کر کے تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

جواب

ہم اس سے پہلے یہ وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے تمام الزامات در اصل ناسخ و منسوخ اور اختلاف قرأت پر مبنی ہیں۔ جہاں تک اختلاف قرأت کا معاملہ ہے تو گزشتہ اوراق میں آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ قرأت سبعہ کو اہل تشیع قرأت متواترہ مانتے ہیں۔ ایک دو عبارات پھر پیش خدمت ہیں۔ تاکہ الزام کا بآسانی جواب ذہن نشین ہو سکے۔

تفسیر مجمع البیان

فَاعْلَمْ اَنَّ الظَّاهِرَ مِنْ مَذْهَبِ الْاِمَامِيَّةِ اَنَّهُمْ اَجْمَعُوْا عَلٰى جَوَازِ الْقِرَاءَةِ بِمَا تَتَدَاوَلُهُ الْقُرَّاءُ اِلَّا اَنَّهُمْ اِخْتَارُوْا الْقِرَاءَةَ بِمَا

جَازَ بَيْنَ الْقُرَّاءِ وَكَرِهُوا تَجْرِيدَ قِرَاءَةٍ مُفْرَدَةٍ

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزو اول ص ۱۲ مقدمہ

طہران طبع جدید)

ترجمہ:

معلوم ہونا چاہیئے کہ مذہب امامیہ کی یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے اس بات پر اجماع فرمایا کہ قراء سبعہ کے ہاں جو قراءات پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں قرآن کو پڑھا جا سکتا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے اس قراءت کو پسند فرمایا۔ جو تمام قراء کے ہاں متفق علیہ ہو۔ اور کسی ایک قاری کی تنہا قراءت کو پسند نہ فرمایا۔

تفسیر منہج الصادقین

جناب علی بہا بنا بر فرمایش حقیر ضعیف جانی الفقیر الی غفران اللہ اللطیف الحسینی ابن شکر اللہ فتح اللہ شریف الکاشانی کہ بجا جلالیہ ... داشتہ بنا بر سبب ... قراء سبعہ کہ تقربا الی اللہ تعالی وطلبا لمرضاتہ اکثر مطالعہ تفاسیر عربیہ و فارسیہ و کتب تواریخ و احادیث و غیر آن از کتب کلامیہ اصول و فروع فقہیہ کردہ تفسیری از آن انتخاب نماید کہ مبنی باشد بر حل معانی قرآن بر طبق قراءات سبعہ کہ مسلم الثبوت است و جمیع علماء جمیع موافق و مخالف معترف اند قراءات دیگر نکنند بجہت تعلق اختلاف در آن۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص ۴ مطبوعہ تہران

کتابفروشی ... محمد حسن علمی)

ترجمہ:

بنا بریں اس حقیر پر تفسیر کے حل میں آیا۔ کہ محض اللہ تعالیٰ کے تقرب اور رضا مندی کی خاطر عربی فارسی تفاسیر کا مطالعہ کر کے کتب تاریخ و حدیث اور علم کلام کی کتابوں کے علاوہ اصول و فروع فقہ پر نظر دوڑا کر ایک منتخب تفسیر لکھی جائے۔ جس میں قرآن کریم کی قراءت سبعہ کے مطابق معانی کا حل پیش کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ قراءت علم الشہرت اور تمام موافق و مخالف حضرات کی متفق علیہ ہیں۔ ان سات قراءتوں کے علاوہ دوسری قراءت کی طرف توجہ اس لیے نہ دی جائے گی۔ کہ ایسا کرنے سے اختلاف کے واقع ہونے کا خطرہ ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ قراءت سبعہ کو اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تو اب ہم اس اعتراض کے جواب کی طرف آتے ہیں۔ لفظ صراط کو سراط پڑھنا دراصل انہی سات قراءتوں میں سے ایک متداول قراءۃ ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ صراط بحرف صاد پڑھنا قریش کی لغت ہے۔ چونکہ قرآن کریم لغت قریش پر نازل ہوا لہٰذا لفظ صراط کو صاد کے ساتھ لکھا گیا اور سراط (سین سے پڑھنا) ایک اور قبیلہ کی قراءت ہے۔ اس کی تصریح کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل

صراط در اصل سراط بسین بود و جائز باشد سین را بہ صاد مطابقہ و در اطباق بدل نمایند و صراط بصاد بود لغت قریش است و بسین لغت دیگران است خدا نمودن آں بصاد انقل است چہ اکثر قرآن بلغت ایشان نازل شدہ اگرچہ سراط الحق است۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۵ مطبوعہ
انجم پریس لاہور)

ترجمہ:

اور لفظ (صراط) سین کے ساتھ ایک جماعت کے نزدیک پڑھا جاتا ہے۔ حرف سین کو صفت اطباق کی وجہ سے طاء کو دیکھتے ہوئے صاد میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور صراط کو صاد سے پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ اکثر قرآن لغت قریش کے مطابق اترا ہے۔ واگرچہ صاد ذال سین سے پڑھتے ہیں باعتبار معنی کوئی خرابی نہیں کیونکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

تفسیر مجمع البیان

اَلْاَصْلُ فِی الصِّرَاطِ السِّیْنُ لِاَنَّہٗ مُشْتَقٌّ مِنَ السَّرْطِ .... فَمَنْ قَرَاَہٗ بِالسِّیْنِ رَاعَی الْاَصْلَ وَمَنْ قَرَاَہٗ بِالصَّادِ فَلِمَا بَیْنَ الصَّادِ وَالطَّاءِ مِنَ الْمُؤَاخَاۃِ بِالْاِسْتِعْلَاءِ وَالْاِطْبَاقِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول ص ۲۸ جزو اول
مطبوعہ تہران طبع جدید سرق الشیرازی)

ترجمہ:

لفظ صراط میں اصل سین ہے۔ کیونکہ یہ سرط سے مشتق ہے۔ تو جس نے اسے سین سے پڑھا اس نے اصل کو ملحوظ رکھا۔ اور جس نے

صاد سے پڑھا۔ اس نے ایسا اس لیے پڑھا۔ کیونکہ صاد اور طاء کے اندر دو صفات مشترک ہیں۔ ایک استعلاء اور دوسری اطباق۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ لفظ صراط کو دونوں طرح صاد و سین کے ساتھ پڑھنا دو مستقل قراتیں ہیں۔ ایک لغت قریش اور دوسری ان کے بغیر ان دونوں طریقوں کی قراءت پر جہاں سنیوں کا اتفاق ہے۔ وہاں اہل تشیع بھی متفق ہیں۔ اس لیے دونوں طرح پڑھی جانے والی قراءت کو "تحریف حرف قرآن" کا نام دینا نری جہالت ہے۔ اور جہالت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ یا پھر بغض و عناد کی منہ بولتی تصویر ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض دوازدہم

ایک اور آیت کی تحریف

اہل سنت کی معتبر حدیث کی کتاب مشکوۃ میں موجود ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ عشر رضعات معلومات۔ قرآنی الفاظ تھے اس کے بعد خمس معلومات کے الفاظ اترے۔ اور انہوں نے سابقہ حکم منسوخ کر دیا۔ اور خمس معلومات کے الفاظ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف تک پڑھے جاتے رہے۔ لیکن اب یہ الفاظ موجود نہیں۔ عبارت مشکوۃ یہ ہے۔

مشکوۃ شریف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ
عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ
بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيْمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْاٰنِ رواہ مسلم

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۳ باب الحرمات
مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "عشر رضعات یحرمن" نازل ہوا تھا۔ پھر اس کو "خمس معلومات" کے نزول کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوتا ہے۔ تو یہ قرآن پاک کی اسی طرح پڑھی جاتی ہیں۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ "خمس معلومات" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال تک منسوخ نہ ہوئے تھے۔ لیکن اب موجود قرآن میں ان الفاظ کا کوئی نشان نہیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ سنیوں نے قرآن کی اس آیت میں تحریف کر دی ہے۔

جواب اول

یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح ان آیات کے ذریعہ کیا گیا ہے جو آیات تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ لہٰذا منسوخ التلاوت آیت کو "تحریف" کے روپ میں ظاہر کرنا ایک بڑا فریب ہے۔ اور اہل سنت پر تحریف کے الزام کی ناپاک سعی ہے۔ اسی حدیث کے حاشیہ پر یوں مرقوم ہے۔

"فِيْمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ" يَعْنِيْ اَنَّ بَعْضَ مَنْ لَمْ يَبْلُغْهُ النَّسْخُ كَانَ يَقْرَؤُهُ عَلَى الرَّسْمِ الْاَوَّلِ۔

ترجمہ:

"خمس معلومات" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

استقال تک پڑھے جاتے رہے۔ لیکن انہیں تلاوت وہ حضرات کرتے رہے۔ جنہیں ان کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہو سکا۔ تو وہ حسبِ قدیم رسم کے مطابق ان کی تلاوت کرتے رہے۔

لیکن جنہیں ان کے نسخ کا پتہ چل گیا۔ انہوں نے ان کی تلاوت چھوڑ دی۔ ان الفاظ کا نسخ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہی ہو گیا تھا۔ لیکن بعض حضرات کو آپ کے وصال تک اور کچھ دوسروں کو آپ کے وصال کے بعد تک اس کا علم نہ ہو سکا۔ اس لیے وہ ان کی تلاوت کرتے رہے۔ علم ہونے پر چھوڑ دی۔ اس موضوع پر صاحب تفسیر اتقان رقمطراز ہیں۔

تفسیر اتقان

ثُمَّ لَا يَخْلُو ذَالِكَ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا تُوُفِّيَ لَا يَكُوْنُ مَتْلُوًّا مِنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ يَمُوْتُ وَهُوَ مَتْلُوٌّ مَوْجُوْدٌ بِالرَّسْمِ ثُمَّ يُنْسِيْهِ اللّٰهُ النَّاسَ وَيَرْفَعُهُ مِنْ اَذْهَانِهِمْ وَغَيْرُ جَائِزٍ نَسْخُ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۱ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:
حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری موجودگی میں ہی کسی آیت کا نسخ ہو سکتا ہے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد نسخ

قرآن قطعاً درست نہیں۔ لیکن نسخ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے۔ کہ آیت تو آپ کی زندگی میں ہی منسوخ ہو گئی۔ اور آپ کے انتقال کے ساتھ ہی اس کی تلاوت بھی ختم ہو گئی۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ منسوخ تو آپ کی موجودگی میں ہوئی۔ لیکن بوجہ عدم علم آپ کے انتقال کے بعد بھی کچھ حضرات اس کی تلاوت پرانی رسم کے مطابق کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کے ذہن و قلب سے بھلا دیا۔ اور اسے اٹھا لیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد نسخ جائز نہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مذکورہ آیت بھی انہی آیات میں سے ایک ہے۔ کہ جن کی تنسیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ لیکن کیا کریں منسوخ التلاوت آیات کو اہل تشیع اپنے لیے غنیمت سمجھ کر اہل سنت پر تحریف کا الزام تھوپ دیتے ہیں۔ انہیں چاہیئے تھا۔ کہ یہ اعتراض براہ راست اللہ تعالیٰ پر کرتے۔ کیونکہ نسخ کا تعلق اسی کی ذات سے ہے۔

جواب دوم

اسی آیت مذکورہ کو اہل تشیع کے ایک نامور مجتہد اور مفسر نے ان آیات میں شمار کیا۔ جو منسوخ التلاوت والحکم ہیں۔

تفسیر لوامع التنزیل

آنچہ منسوخ التلاوۃ والحکم ہر دو است پس از جملۂ آں چیز یست کہ عائشہ روایت کردہ: ان القرآن قد نزل فی الرضاع بعشر معلومات

عشر نسخن بخمس معلومات۔ یعنی ده شکم معلوم اگر طفل شیر
خورده باشد رضاع ثابت و نکاح حرام شد و بعد ازان نسخ آن بخمس
رضعات شد پس عشر مرفوع التلاوت و الحکم و خمس مرفوع التلاوة
و باقی الحکم است و در روض الجنان فرموده آنچه در اخبار رضاع وارد شده
الیاست۔ ان عشر رضعات یحرمن و منسوخ بان خمس عشر رضعة
یحرمن گردید۔ و هر دو مرفوع اللفظ و التلاوت اند۔

(تفسیر لباب التنزیل جلد اول ص ۵۲۱
تا ۵۲۰ مطبوعہ اعظم پریس لاہور)

ترجمہ:

وہ آیات جو تلاوت اور حکم دونوں کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ ان
میں سے ایک وہ آیت ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ قرآن نے شروع شروع میں
دس رضعات معلومات کو حرمت کا سبب قرار دیا تھا۔ پھر ان کو پانچ
رضعات معلومات کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا۔ یعنی دس مرتبہ معلوم طریقہ
سے اگر بچہ پیٹ بھر کر کسی عورت کا مدت رضاعت میں دودھ پیتا
ہے۔ تو پھر حرمت اور باہمی نکاح وغیرہ ناجائز ہوتے ہیں۔ اس
کے بعد اس حکم کو پانچ مرتبہ پینے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ لہٰذا
دس مرتبہ پینا مرفوع التلاوت والحکم کے قبیل سے ہے۔ اور
پانچ مرتبہ پینا صرف مرفوع التلاوت ہے۔ حکم اس کا موجود ہے
روض الجنان میں کہا۔ کہ دودھ پلانے کے متعلق اخبار میں یوں
مذکور ہے۔

ان عشر رضعات یحرمن پھر ان کو خمس رضعات یحرمن کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا اور دونوں آیات تلاوت و حکم دونوں کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ (یعنی جس طرح دس مرتبہ پینے کا حکم اور الفاظ باقی نہیں رہے۔ اسی طرح پانچ مرتبہ پینے کے الفاظ و حکم دونوں اٹھا لیے گئے

عدة الاصول

وامّا نسخهما معاً فمثل ما روي عن عائشة انها قالت كان فيما انزل الله تعالى عشر رضعات يحرمن ثم نسخت بخمس رضعات يحرمن فنسخ تلاوة وحكماً وانّما ذكرنا هذه المواضع على جهة المثال ولو لم يقع شيء منها لما اخلّ بجواز ما ذكرناه وصحّته لانّ الذي اجاز ذلك ما قدّمناه من الدليل وذلك كان في هذا الباب

(عدة الاصول مصنفہ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی جلد دوم ص ۳۷ مطبوعہ بمبئی)

ترجمہ:

بہرحال تلاوت اور حکم دونوں کے یک وقت منسوخ ہونے کی مثال وہ روایت ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں۔ کہ شروع میں اللہ تعالیٰ نے دس مرتبہ دودھ پینے پر حرمت کا ثبوت نازل فرمایا تھا۔ پھر اس کو پانچ مرتبہ کے ساتھ منسوخ کر دیا

قرآن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے۔ ہم نے یہ چند مقامات بطور مثال ذکر کر دیے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بھی مثال نہ ملتی۔ تو بھی نسخ کی مذکورہ اقسام کے جائز ہونے میں کوئی خرابی اور خلل واقع نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے جواز کے لیے ہم نے جو دلیل ذکر کی۔ وہ اس موضوع کے جواز کے لیے کافی تھی۔

ان دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ دس معلومات والی آیات میں سے ہے۔ جو تلاوت اور حکم دونوں اعتبار سے منسوخ ہے۔ لیکن معترض بضد ہے۔ کہ یہ تحریف ہے۔ نہ معلوم اس کے نزدیک نسخ و تحریف ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ یا پھر اپنی جہالت پر مُصِر بیٹھا ہے۔

☆

اعتراض سیزدہم

اہل سنت نے قرآن کی ایک مکمل سورت ہضم کر لی

تفسیر درمنثور میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سورت ایسی پڑھتے تھے۔ جو طویل و شدید ہونے کے اعتبار سے سورۃ التوبہ کے برابر تھی۔ اس میں سے ایک آدھ آیت مجھے اب بھی یاد ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر درمنثور :

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ قَالَ كُنَّا نَقْرَاُ سُوْرَةً
نُشَبِّهُهَا فِی الطُّوْلِ وَالشِّدَّةِ بِبَرَاءَةٍ فَاُنْسِیْتُهَا
غَیْرَ اَنِّیْ حَفِظْتُ مِنْهَا لَوْ كَانَ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ
مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَهٗ اِلَّا التُّرَابُ

(تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۲۰۸ سورۃ توبہ)

طبع جدید

ترجمہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک ایسی سورت کی قرأت کرتے تھے۔ جو طول اور شدت میں سورۂ برأت کی مشابہت رکھتی تھی۔ میں وہ تمام بھول گیا۔ مگر یہ چند الفاظ یاد رہے۔ لو کان لابن آدم۔ کہ اگر آدمی کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں۔ تو وہ تیسری وادی کی بھی چاہت رکھے گا۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ انسان کا پیٹ مٹی ہی بھرے گی۔

روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ لو کان لابن آدم۔ والے الفاظ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں پڑھے جاتے تھے۔ لیکن جو قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ ہے۔ اس میں ان الفاظ کا نام ونشان تک نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ان الفاظ کو سنیوں نے قرآن کریم سے نکال کر تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

جواب اوّل:

مذکورہ روایت کہ جس کو معترض نے اہل سنت پر الزام تحریف کے لیے پیش کیا اگر بنظر انصاف دیکھا جائے۔ تو یہی روایت اہل سنت کی تائید کر رہی ہے۔ اور اسی میں معترض کا جواب بھی دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں وہ بھول گیا صرف چند الفاظ یاد ہیں۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہنوں سے وہ سورت نکال دی تھی۔ حضرات صحابہ کرام کے ذہنوں سے کسی آیت یا سورت کا نکل جانا اور نکالا جانا تنسیخ کی ایک صورت کہلاتا ہے۔ جس کی طرف گزشتہ اوراق میں ہم توجہ مبذول کرا چکے ہیں۔

اگر اس پر بھی معترض بضد رہے اور کہے چلو مان لیا کہ تمام سورت منسوخ ہو گئی۔ لیکن وہ الفاظ جو آپ نے اپنی یادداشت میں محفوظ ہونے پر بیان کیے۔ ان کی تنسیخ تو نہیں ہوئی۔ کیونکہ بقیہ سورت کی طرح اگر وہ بھی منسوخ ہوتے تو وہ بھی ذہن سے نقل جاتے۔ چونکہ وہ ذہن سے نہیں نکلے۔ لہٰذا وہ نسخ سے بچ گئے۔ لیکن اب انہیں قرآن میں کیوں نہ رہنے دیا گیا۔؟

تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ آیت مذکورہ تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہے۔ کیونکہ علامہ السیوطی نے تفسیر در منثور میں اسے ان آیات کی بحث میں ذکر فرمایا۔ جو ان کے نزدیک منسوخ التلاوۃ ہیں۔

جواب دوم

آیت مذکورہ کو صرف امام السیوطی ہی نے منسوخ التلاوۃ آیات کے زمرے میں شامل نہیں کیا۔ بلکہ شیعہ مفسرین نے بھی اس کی وضاحت وصراحت کی کہ یہ واقعی انہی آیات میں سے ایک ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج التنزیل

اما آیتیکہ منسوخ اللفظ باشد دون الحکم .... از ابوموسیٰ اشعری روایت کردند کہ ایشاں در زمان رسول می خواندند۔ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی اِلَیْہِمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔ وسیعے ازیں روایت ہیں مضمون ہم غیر ہم کثیر نقل کردہ۔ من شاء فلیرجع الیہ۔

(تفسیر مواہب التنزیل جلد اول ص ۵۲۹
مطبوعہ ہاشم پریس لاہور)

ترجمہ:

بہرحال وہ آیات کہ جن کی تلاوت اور لفظ منسوخ ہو گئے۔ اور حکم باقی رہا۔ (اس قسم کی آیت کی مثال وہ ہے جو) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یوں پڑھا کرتے تھے۔ لو کان لابن ادم الخ اور امام السیوطی نے اسی مضمون کی اکثر روایات ذکر کیں۔ جن کی روایت ایک عظیم جماعت اور بکثرت آدمیوں سے کی۔ اگر کوئی تفصیل کا طالب ہے۔ تو اُسے تفسیر درمنثور کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

تفسیر مجمع البیان

وقد جاءت اخبار کثیرۃ بان اشیاء کانت فی القرآن فنسخ تلاوتھا فمنھا ما روی عن ابی موسیٰ انھم کانوا یقرؤن لو کان لابن آدم وادیین من مال لابتغی الیھما ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ثم رفع۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول ص ۱۸۰ جز ۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اس موضوع کے متعلق بہت سی روایات آئی ہیں۔ کہ کچھ ایسی آیات تھیں۔ جو قرآن کریم میں موجود تھیں۔ لیکن بعد میں ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ ان میں سے ایک روایت ہے۔ جو حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہوئی۔ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام قرآن کی ایک آیت ان الفاظ سے پڑھا کرتے تھے۔ لو کان لابن آدم الخ۔ پھر اس کو اٹھا لیا گیا۔

ناظرین کرام! حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی روایت کی حقیقت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ خود شیعہ مفسرین بھی اسے منسوخ التلاوۃ مانتے ہیں۔ تو جیسے ہم بارہا تحریر کر چکے۔ کہ معترض کو نسخ کی صورت میں تحریف نظر آتی ہے۔ اور اندھے کی لاٹھی کی طرح کوئی امتیاز نہیں کر پاتا۔ اس سے صاف ظاہر کہ معترض پرلے درجے کا جاہل اور ہٹ دھرم ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض چہاردہم

ایک اور آیت کی تحریف

بئر معونہ کا واقعہ مشہور ہے۔ اس موقع پر کچھ صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ ان شہداء بئر معونہ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تلاوت ہوتی رہی۔ لیکن پھر غائب کر دی گئی۔

تفسیر در منثور:

بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اِنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۱۰۵۔
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ہماری قوم کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ ہم اپنے پروردگار سے مل چکے ہیں۔ وہ ہم سے راضی ہے۔ اور اس نے ہمیں

لاحق کر دیا ہے۔

چونکہ مذکورہ آیت اب قرآن میں موجود نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تحریف کے ذریعہ اس کو خارج کر دیا گیا ہے۔

جوابِ اوّل

نقل حوالہ میں بددیانتی:

معترض نے علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور کا حوالہ پیش کیا۔ لیکن بددیانتی سے اس کا وہ حصہ نہ لکھا جس میں اس اعتراض کا جواب موجود تھا۔ پوری عبارت یہ ہے۔:

تفسیر درمنثور:

واخرج ابن سعد واحمد والبخاری ومسلم وابو داؤد فی ناسخه وابن الضریس وابن المنذر وابن حبان والبیهقی فی الدلائل عن انس قال انزل الله فی الذین قتلوا ببئر معونة قرآنا قرأناه حتی نسخ بعد ان بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔

(تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۰۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ابن سعد، احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد نے اپنی ناسخ میں اور

ابن العرلیس، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بئر معونہ کے شہداء کے بارے میں قرآن کی آیت نازل فرمائی۔ ہم اس کی تلاوت کرتے رہے۔ تا آنکہ وہ منسوخ ہوگئی۔ آیت یہ تھی۔ ان بلغوا قومنا الخ۔

صاحب تفسیر درمنثور نے کس صراحت کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی اس آیت کے بارے میں یہ الفاظ نقل کئے۔ حتی نسخ، یعنی ہم اس آیت کی تلاوت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ تو ندمعلوم معترض کو یہ الفاظ نظر نہ آئے۔ اس سے اگلے پچھلے الفاظ نقل کر کے الٹو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ حضرات صحابہ کرام سے بھی اس قدر نا اتفاقی اور دھوکہ و فریب؟ آخر اللہ کو کون سا منہ دکھاؤ گے۔ علاوہ ازیں اگر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موضوع کو دیکھ لیتا جس کے تحت انہوں نے یہ آیت و روایت ذکر کی۔ تو پھر بھی حیاء آجاتی۔ موضوع ہے۔ "ان آیات کے بارے میں جو منسوخ التلاوۃ ہیں"

جوابِ دوم

شیعہ مفسرین نے بھی اس کی تنسیخ لکھی

معترض نے اس آیت کو عدم تحریف کے ثبوت میں وہ بھی غلط بیانی اور بددیانتی کے ساتھ پیش کیا۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ اسی طرح خود شیعہ مفسرین نے بھی مذکورہ آیت کو منسوخ التلاوۃ دون الحکم کے تحت بطور ثبوت تحریر کیا۔ جس سے صاف ظاہر کہ آیت مذکورہ کی تحریف نہیں ہوئی بلکہ منسوخ التلاوۃ والحکم

کے دو یا تین دنوں میں ہی اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔

تفسیر لوامع التنزیل

اما آیاتیکہ متروک اللفظ و منسوخ التلاوۃ اند از جملہ آنہا طبری و سیوطی و ابن سعد و احمد حنبل و بخاری و مسلم و ابو داؤد در ناسخ و ابن الضریس و ابن جریر و ابن منذر و ابن حبان و بیہقی در دلائل از انس روایت کردند۔ اَنَّ السَّبْعِیْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَۃَ قُرْاٰنًا حَتّٰی نُسِخَ بَعْدُ اَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنَّا لَقَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا لفظ و تلاوت آں برآوردند۔

ترجمہ:

بہرحال وہ آیات کہ جن کی تلاوت اور لفظ دونوں متروک ہیں۔ ان میں سے ایک آیت یہ ہے۔ جس کو طبری، سیوطی، ابن سعد، احمد حنبل، بخاری، مسلم، ابو داؤد نے ناسخ میں اور ابن الضریس، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ستر انصاری جو کہ بئر معونہ کے وقت شہید ہو گئے تھے۔ ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا۔ جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ آیت یہ تھی۔ بلغوا قومنا تا آخر اس کے لفظ اور تلاوت اٹھا لیے گئے۔

تفسیر منہج الصادقین

از انس روایت است کہ ہفتاد کس از انصار در بئر معونہ کشتہ شدند و در حق ایشان نازل شد۔ اِنَّا لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا و بعد از آں مرفوع گشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص۲۵۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ستر آدمی جنہوں نے بئر معونہ میں جام شہادت نوش فرمایا، ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ انا لقینا ربنا الخ پھر اس کے بعد اس کو اٹھا لیا گیا۔ (یعنی اس کے الفاظ کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔)

تفسیر مجمع البیان

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ السَّبْعِیْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَۃَ قُرْاٰنًا فِیْہِمْ کِتَابًا بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اِنَّا لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا ثُمَّ اِنَّ ذٰلِکَ رُفِعَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول ص۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان ستر صحابہ کرام کے بارے میں مروی ہے۔ جو انصاری تھے۔ اور بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں قرآن (کی آیت) نازل فرمائی جو یہ ہے۔ بلغوا عنا قومنا الخ پھر بے شک اس آیت (کے الفاظ و تلاوت) کو اٹھا لیا گیا۔

شیعہ مفسرین نے اس روایت کے بارے میں صاف صاف لکھ دیا۔ کہ یہ شہدائے بئر معونہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اس کی تلاوت بھی ہوتی رہی تھی۔ لیکن پھر اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ آیت مذکورہ ان آیات میں سے ایک ہے۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اس پر اہل سنت اور اہل تشیع مفسرین کا اتفاق ہے۔ خدا جانتا ہے۔ کہ معترض کس ڈھیٹ مٹی کا بنا ہوا ہے جسے نسخ و تحریف کا فرق ہی معلوم نہیں۔ بہرحال حسد و بغض کو نکال کر تلاش حقیقت کا جذبہ ہو تو حق کی پہچان مشکل نہیں رہتی۔

وما علینا الا البلاغ

اعتراض پانزدہم

ایک اور مکمل آیت کی تحریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر در منثور نے ایک روایت نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں ہم باپ دادوں کے متعلق نازل شدہ ایک آیت کی یوں تلاوت کیا کرتے تھے۔

تفسیر در منثور

اخرج عبد الرزاق و احمد و ابن حبان عن عمر بن الخطاب قال ان اللہ بعث محمدا بالحق و انزل معه الكتاب وكان فيما انزل عليه اية الرجم فرجم و رجمنا بعده ثم قال كنا نقرؤ ولا ترغبوا عن ابائكم فانه كفر بكم ان ترغبوا عن ابائكم۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

...سوال:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ابن حبان، احمد اور عبدالرزاق نے روایت کی۔ فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اور ان کو ایک کتاب عطا فرمائی۔ اس کتاب کی آیات میں سے ایک آیت "رجم" کی تھی۔ جس کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ نے اس کو جاری فرمایا اور آپ کے وصال کے بعد ہم نے بھی اس کو جاری رکھا۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا۔ ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے لا ترغبوا عن آبائکم الخ یعنی تم اپنی نسبت اپنے آباؤ اجداد سے پھیر کر کسی اور طرف نہ کرو۔ کیونکہ یہ کفر ہے۔ اور تمہارا کفر یہی کافی ہے۔ کہ تم اپنے آباؤ اجداد سے منہ پھیر لو۔

روایت میں "ترغبوا" کے الفاظ بتاتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مذکورہ آیت پڑھی جاتی تھی۔ لیکن اب سنیوں کے ہاں موجود قرآن میں نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس آیت کو تحریف کے ذریعہ نکال دیا گیا ہے۔

جواب اول

معترض نے جس روایت کو اپنے دعویٰ کی دلیل بنایا ہے۔ اس میں ...آیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ایک آیت رجم اور دوسری آیت اعراض ...بار جہاں تک آیت رجم کا معاملہ ہے۔ تو اس کی تشریح و تفصیل گزشتہ ...اوراق میں ہو چکی ہے۔

...اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت باعتبار تلاوت و الفاظ کے منسوخ ہو چکی

لیکن از روئے حکم باقی ہے۔ اس پر دونوں فریق (اہل سنت و اہل تشیع) کا اتفاق ہے۔ لہٰذا اس میں تنسیخ ہے نہ کہ تحریف۔ اسی کے ساتھ دوسری آیت کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمانا اور دونوں کی قرأت کا اقرار کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ دونوں آیات ایک ہی قبیل کی ہیں۔ تو جب آیت رجم منسوخ ہے تو پھر اس کے ساتھ ذکر ہونے والی آیت لا ترغبوا عن اٰبائکم کو بھی منسوخ التلاوت ماننا پڑے گا۔

اور اگر اس روایت کے باب یا موضوع کو بھی دیکھا جائے۔ تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ علامہ سیوطی نے اس کو "منسوخ التلاوت دون الحکم" کے باب میں ذکر فرمایا۔ یعنی آیت لا ترغبوا عن اٰبائکم ان آیات میں سے ایک ہے۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور حکم باقی ہے۔
لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ آیت مذکورہ بھی آیت رجم کی طرح منسوخ التلاوت ہے۔ جس طرح اہل تشیع کے معترض کو آیت رجم میں نسخ کی بجائے تحریف نظر آئی تھی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی تحریف نکال کر اہل سنت پر الزام دے مارا۔ لہٰذا اس سے کمی تحریف کا استدلال درست نہیں۔

جواب دوم

آیت مذکورہ کو ہم اہل سنت کی طرح شیعہ مفسرین نے بھی ان آیات میں شمار کیا۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور حکم باقی ہے۔

حوالہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمادیں

تفسیر منہج الصادقین

از ابی بکر روایت است کہ ما در اول اسلام قرأت میکردیم۔ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِکُمْ فَاِنَّهٗ کُفْرٌ لَّکُمْ۔ حق تعالیٰ آنرا نسخ گردانید۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص ۲۹۳ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم شروع اسلام میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ لا ترغبوا عن آبائکم الخ اللہ تعالیٰ نے اس کی تلاوت کو منسوخ کر دیا۔

تفسیر مواہب التنزیل

از عمر خطاب روایت کردہ کہ ما می خواندیم از قرآن لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم۔

(تفسیر مواہب التنزیل جلد اول ص ۵۲۹ مطبوعہ ماسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لا ترغبوا عن آبائکم الخ کو قرآن کی آیت کے طور پر پڑھتے تھے

نوٹ

صاحب تفسیر مجمع البیان نے بھی آیت مذکورہ منسوخ التلاوۃ والحکم [illegible]
کے تحت تحریر کی ہے۔

تفسیر مجمع البیان

وَالنَّسْخُ فِي الْقُرْآنِ عَلَى ضُرُوبٍ مِنْهَا أَنْ يُرْفَعَ
حُكْمُ الْآيَةِ وَتِلَاوَتُهَا كَمَا رُوِيَ عَنْ أَبِي
بَكْرٍ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَقْرَأُ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ
فَإِنَّهُ كُفْرٌ بِكُمْ

(تفسیر مجمع البیان جز اول جلد اول
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

قرآن کریم میں نسخ کی کئی اقسام ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ آیت کا حکم
اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں۔ اس کی مثال وہ
روایت ہے۔ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
فرماتے ہیں ہم "لا ترغبوا عن آبائکم" کی تلاوت کیا کرتے تھے۔
ان الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی۔ کہ آیت
مذکورہ میں کسی نے تحریف نہیں کی۔ بلکہ یہ ان آیات میں سے ہے۔ جن کی
تلاوت منسوخ ہو چکی۔ یا تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے۔ لہٰذا اس
آیت منسوخہ کے ذریعہ اہل سنت پر تحریف کا الزام لگانا ایک عظیم

ہے۔ جو خود اہل تشیع کے ہاں بھی مسلم ہے۔ تعصب و عناد کی عینک اتار کر اگر کوئی حق بین نظر سے کام لے۔ تو اسے یہ آیت بھی لا منسوخ آیات کے زمرے میں ہی نظر آئے گی۔ لیکن جاہل، ضدی اور دشمن صحابہ کا کوئی کیا علاج تجویز کرے۔ بس اللہ سے ہی دعا ہے۔ کہ وہ ایسے کو حق سمجھنے و قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعتراض شانزدہم

اہل سنت کے قرآن میں ایک مکمل آیت "تحریف" کی نذر ہو گئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صاحب تفسیر در منثور نے ایک روایت ذکر کی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

تفسیر درمنثور

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِأُبَيٍّ أَوَلَيْسَ كُنَّا نَقْرَأُ فِيمَا
نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِنَّ انْتِفَاءَكُمْ مِنْ آبَائِكُمْ كُفْرٌ بِكُمْ
فَقَالَ بَلَى ثُمَّ قَالَ أَوَلَيْسَ كُنَّا نَقْرَأُ الْوَلَدُ
لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ فَفُقِدَ فِيمَا فُقِدْنَا مِنْ كِتَابِ اللهِ
فَقَالَ أُبَيٌّ بَلَى۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو اویس سے کہا۔ ہم قرآن پاک کی ایک آیت کی یوں تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان انتفاءکم لو یس کر جناب ابو اویس نے کہا۔ ہاں پڑھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر نے کہا۔ کیا ہم یہ آیت نہیں پڑھتے تھے۔ الولد للفراش و للعاھر الحجر۔ جناب ابو اویس نے کہا۔ ہاں اور یہ آیت کتاب اللہ میں سے ہم نے گم پائی۔

روایت مذکورہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے استفہامیہ انداز میں ابو اویس سے دو آیتوں (الولد للفراش، ان انتفاءکم۔) کے بارے میں دریافت فرمایا۔ خاص کر دوسری آیت کے متعلق فرمایا۔ کہ اب ہم قرآن میں اس کو گم پاتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ تو ابو اویس نے اس امر کی تصدیق کر دی۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بھی اس آیت کی تحریف سے پشیمان تھے۔ تبھی تو تصدیق چاہی۔

جواب اول

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دو آیتوں کے جواب میں ابو اویس نے جواب دیا۔ ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ان کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن اب گم پاتے ہیں۔ کیا کسی آیت کا اترنے کے بعد گم ہو جانا عدم تحریف کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ان آیات کو قرآن سے نکالا گیا۔ یہ مضمون کس جگہ کا ہے؟ تاکہ تحریف کی تعریف صادق آنے پر الزام کی صداقت مانی جائے۔ ہٹ دھرمی سے کوئی الزام

کوئی الزام ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ اگر علامہ سیوطی نے اس آیت کو جس باب کے تحت ذکر فرمایا۔ اُسے ہی سامنے رکھا جائے۔ تو قطعاً یہ الزام نہ بن سکا۔ علامہ نے اس آیت کو منسوخ التلاوت دون الحکم، کے تحت رقم کیا ہے۔

جواب دوم

اسی روایت کو از تبیان شیعہ مفسرین نے بھی لکھا ہے۔ جو ملاحظہ ہو۔

تفسیر لوامع التنزیل

از عمر روایت کردند کہ عمر با ابی ادریس گفت ما در کتاب اشری خواندیم انتفاء کم عن ابائکم کفر بکم و با ابی ادریس گفت آری ما نیز می خواندیم از قرآن الولد للفراش وللعاھر الحجر۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۲۴۹
مطبوعہ حلیم پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے ابو ادریس سے کہا۔ ہم قرآن کریم میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ ان انتفاء کم کفر الخ اور ابو ادریس نے کہا ہاں! ہم بھی قرآن میں یہ آیت پڑھتے تھے۔ الولد للفراش الخ

ناظرین کرام!
آپ نے دیکھا۔ کہ شیعہ مفسر نے بھی قرآن آیت کو ان آیات میں شمار کیا ہے۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ یعنی یہ منسوخ ہے۔

لہذا تنسیخ کو تحریف کا نام دینا دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات پر الزام دھرنا ہے کیونکہ تنسیخ اسی کا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان محرفین قرآن کو انحراف عن الحق سے ہٹا کر قبولیت حق کی طرف راستہ دکھائے

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض ہفدہم

موجودہ قرآن میں اہل سنت نے ایک سورۃ کا اکثر حصہ نذر تحریف کر دیا

اہل سنت کے مفسر و امام علامہ السیوطی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ایک اثر نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسی سورت تھی۔ جو مسبحات کی طرح طویل تھی۔ لیکن اس کی انہیں صرف ایک آیت یاد رہ گئی۔ اصل عبارت یہ ہے۔

تفسیر اتقان

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ كُنَّا نَقْرَءُ سُوْرَةً نُشَبِّهُهَا بِاِحْدَی الْمُسَبِّحَاتِ مَا نَسِیْنَاهَا غَیْرَ اَنِّیْ حَفِظْتُ مِنْهَا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةً فِیْ اَعْنَاقِكُمْ فَتُسْئَلُوْنَ عَنْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ابو حاتم روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک سورۃ
کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جو مسبحات کی مانند تھی۔ ہم اس کو بھول گئے
صرف ایک آیت یاد رہی۔ یا ایھا الذین امنوا الخ

علامہ سیوطی کی اس نقل سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مسبحات کی طرح کی سورت تلاوت کیا کرتے تھے۔ جس کے بعد میں صرف ایک آیت رہ گئی باقی گم ہوگئی۔ یہی تو تحریف ہے لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ سنیوں نے قرآن کی اس سورت میں تحریف کر دی۔

جوابِ اوّل

ہم ایک بار اس امر کی یاد دہانی کرا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ تحریف کسے کہتے ہیں۔ تحریف وہ قرآن کریم کی کسی آیت، سورت یا لفظ کی ایسی تبدیلی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ہوئی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقدار پر قرآن کریم چھوڑ گئے تھے اس سے کم کر دیا جائے۔ حدیث مذکورہ میں آپ غور فرمائیں۔ کہ اس میں کون سا ایسا لفظ پایا جاتا ہے۔ کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے اس سورت کی تحریف کر دی تھی۔ علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان آیات کے ضمن میں درج فرمایا۔ جو منسوخ التلاوت دون الحکم تھیں۔ اس موضوع کے تحت اس کا ذکر کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ علامہ سیوطی کے نزدیک یہ سورت منسوخ التلاوت ہے۔ نہ یہ کہ اس میں تحریف واقع ہے۔ مگر معترض کی بددیانتی کا کیا علاج کہ اس نے یہاں بھی شیخ

کو تحریف کے طور پر پیش کر کے اہل سنت پر جو تحریف صورت ، کا الزام لگانے کی ناپاک جسارت کی۔

جواب دوم

آپ حضرات کو یاد ہوگا۔ کہ ہم نے گزشتہ ایک فصل میں ناسخ و منسوخ اور اختلاف قراءت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس میں مقصد پیش نظر یہ تھا۔ کہ قارئین کرام کو یہ معلوم ہو سکے۔ کہ معترض کے اعتراض کی حقیقت کیا ہے۔ یہ صورت بھی ناسخ و منسوخ کے ضمن میں آتی ہے۔ اور شیعہ مفسر علامہ حائری کا اس بارے میں فیصلہ ملاحظہ کریں۔

تفسیر لوامع التنزیل

ابو موسیٰ اشعری گفت سورۃ دیگرے بود مشابہ مسبحات اول آن سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ بود فراموش کردم الا یک آیت از آن یاد دارم یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا ما لا تفعلون فتکتب شہادۃ فی اعناقکم فتسئلون عنہا یوم القیامۃ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۳۵
مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا۔ ایک اور سورت جو مسبحات کی مانند تھی۔ جس کی ابتداء میں یہ الفاظ تھے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ

مجھے بھول گئی۔ ہاں اس کی صرف ایک آیت مجھے یاد رہی۔ وہ یہ

ہے۔ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون الخ

قارئین و ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ خود شیعہ مفسر نے اس سورۃ کو منسوخ سورتوں میں شمار کیا۔ جس کا واضح مطلب ہے۔ کہ اس مفسر کے نزدیک اس صورت میں دو تحریف نہیں کی گئی۔ تحریف ہو بھی کیسے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بھول گئی۔ حضرات صحابہ کرام کے قلوب و اذہان سے کسی سورت، آیت یا لفظ کا نکل جانا از خود نہ تھا۔ بلکہ من جانب اللہ تھا۔ اور نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت ناسخ و منسوخ میں ہو چکی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ معترض نے ایک عظیم افتراء اور بہتان تراشا۔ ہے۔ اپنا گھر بھی نظر نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نجفی صاحب سے ان کے دلوں کو پاک فرما کر حق و حقیقت کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض ہژدہم

ایک اور آیت کی تحریف

تفسیر اتقان میں علامہ سیوطی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ایک بات نقل کی کہ انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ان جاھدو ۱۱ الخ آیت نازل ہوئی تھی۔ لیکن اب نہ اردو عبارت کا اندراج قبول ہے۔

تفسیر اتقان

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَلَمْ تَجِدْ فِيْمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا اِنْ جَاهِدُوْا كَمَا جَاهَدْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاِنَّا لَا نَجِدُهَا قَالَ اُسْقِطَتْ فِيْمَا اُسْقِطَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم پر ایک آیت نازل کی گئی تھی۔ لیکن اب ہم نے ہم انہیں پاتے۔ آیت یہ ہے۔ ان جاھدوا الخ یعنی تم اسی طرح جہاد کرو جس طرح تم نے پہلی مرتبہ جہاد کیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے جواب دیا۔ کہ آیت مذکورہ دوسری آیات منسوخہ کی طرح قرآن کریم سے ساقط کر دی گئی ہے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ابن عوف سے اس آیت کے نزول کے بارے میں دریافت فرمانا اور ان کی تصدیق فرمانا۔ اس امر کا متقاضی ہے۔ کہ آیت مذکورہ نازل ہوئی تھی۔ لیکن اب قرآن میں اس نام کی کوئی آیت نظر نہیں آتی۔ جس سے اس کی "تحریف" ثابت ہو گئی ہے۔

جواب اول:

روایت مذکورہ میں کوئی ایک جملہ یا لفظ ایسا نہیں۔ جو اس کا ثبوت مہیا کرتا ہو۔ کہ آیت مذکورہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تحریف کی گئی۔ بلکہ علامہ سیوطی کا اس آیت کو زیر بحث "منسوخ التلاوت دون الحکم" ذکر کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادوار اقدس میں منسوخ ہو چکی تھی۔

جواب دوم:

علامہ سیوطی کی طرح شیعہ مفسر علامہ حائری نے بھی اس آیت کو دلیل کے طور پر اس باب میں ذکر کیا۔ جس میں منسوخ التلاوت دون الحکم کا ذکر ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل

ابو عبیدہ روایت کردہ کہ عمر بعبدالرحمن بن عوف گفت آیا نبود در منزل عینت ان جاهدوا کما جاهدتم اول مرة وما لا نمی یابیم عبدالرحمن گفت آری ایں از جملہ است کہ از قرآن ساقط شدہ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۹
مطبوعہ ہاشم پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت ابو عبیدہ نے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کہا «ان جاهدوا» والی آیت ہم پر نازل کی گئی تھی۔ لیکن اس وقت ہم اسے نہیں دیکھ پاتے۔ عبدالرحمن بن عوف نے کہا۔ ہاں یہ آیت بھی من جملہ ان آیات میں سے ہے۔ جو قرآن سے ساقط (منسوخ) ہو گئیں۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ مفسر علامہ حائری نے تو بھی اس آیت کو منسوخ قرار دیا۔ ورنہ وہ بھی اس کی تحریف کی تشریح کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہٹ دھرمی سے بچائے۔

اعتراض نوزدہم

ایک سورت کے اکثر حصہ کی تحریف

تفسیر اتقان:

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ نَزَلَتْ سُوْرَۃٌ نَحْوَ بَرَاءَۃٍ ثُمَّ رُفِعَتْ وَحُفِظَ مِنْهَا اِنَّ اللّٰہَ سَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ وَلَوْ اَنَّ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک سورۃ مثل

سورۃ براءۃ نازل کی گئی۔ پھر اسے اٹھا لیا گیا۔ اس میں سے صرف ایک
بات یاد رہ گئی۔ ان اللہ سیؤید الخ اللہ تعالیٰ عنقریب اس
دین کی ایسی قوم کے ذریعہ مدد فرمائے گا۔ جو اخلاق سے عاری ہوگی۔
اگر آدمی کے پاس دو وادیاں مال کی ہوں۔ تو پھر بھی وہ تیسری وادی
کی تمنا کرے گا۔ آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہ بھرے
گی۔ اور اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک سورت کے نزول کی واضح
نشاندہی فرمائی۔ اور اس کی طوالت و مضمون کی مثل سورت کی نشاندہی بھی
دی۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اس سورت کی صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے تو اس
سے معلوم ہوا۔ کہ اس سورت میں بھی تحریف ہو چکی ہے۔

جوابِ اول

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک سورت کے نزول کی جو خبر
دی تھی پھر وہ سورت اٹھا لی گئی تھی وہ منسوخ ہیں۔ جو اس امر پر دلالت کر رہے ہیں۔
کہ مذکورہ سورت منسوخ ہو گئی۔ معترض اگر نظرِ انصاف سے دیکھتا اور عقل و تمیز
سے کام لیتا۔ تو اسے اسی اثر میں وہ تحریف کا جواب بھی مل جاتا لیکن ضد اور
عداوت کے بارے کیسے نظر آتا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کو منسوخ التلاوت حکمی الحکم
کی بحث میں ذکر فرمایا۔ اس کی طرف بھی معترض کا دھیان نہ گیا۔

جواب دوم

جس طرح خود قرآن اس کی تنسیخ کی صراحت ہے۔ اور جس طرح علامہ سیوطی نے ہے منسوخ التلاوت آیات کے زمرے میں شمار کیا۔ اسی طرح مفسر علامہ مازری بھی اس کی تنسیخ کا قائل ہے۔ دیکھئے حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر لوامع التنزیل

از اشعری مروی است کہ سورۂ شدیدہ مثل سورۂ برأت در طول و شدت نازل شدہ مرتفع شد الا از آں یاد دارم کہ ان اللہ سیؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۳۰۵
مطبوعہ مفید عام پریس لاہور)

ترجمہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شدید سورت جو سورۂ برأت کی طرح طویل و شدید تھی۔ نازل ہوئی پھر اٹھالی گئی۔ مگر اس سورت میں سے مجھے صرف یہ یاد ہے۔ ان اللہ سیؤید ھذا الدین۔

صاحب تفسیر لوامع التنزیل نے اس آیت کو منسوخ التلاوت دون الحکم کے تحت بطور استدلال ذکر کیا ہے۔ جس کا صراحۃً یہ مطلب ہے کہ اس آیت کا کسی سورت سے کوئی تعلق نہیں۔ دراصل اہل تشیع کے پاس تحریف

قرآن کے ثبوت میں کوئی ایک دلیل بھی نہیں۔ جن کی اہل سنت پر یا الزام درست
پاتا ہو۔ انہیں جو اعتراض بھی ملا۔ وہ یا تو از قبیل نسخ تھا۔ یا اختلاف قرأت کے
میں آتا تھا۔ ایسا اس لیے کیا جاتا ہے۔ تاکہ عوام اہل سنت کو فریب دے کر
بدظن کرنے کی کوشش کی جائے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی
اللہ تعالیٰ ان کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اہل سنت کے قرآن کے حروف بوجہ تحریف کے کم ہیں

تفسیر اتقان

أَخْرَجَ الطَّبْرَانِي عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَرْفُوعًا اَلْقُرْاٰنُ اَلْفُ اَلْفِ حَرْفٍ وَسَبْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ فَمَنْ قَرَأَهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۷۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قرآن کریم کے حروف دس لاکھ ستائیس ہزار ہیں۔

تو جو شخص صبر و ثواب کی نیت سے ان کی تلاوت کا شرف حاصل کرے
اُسے ہر ایک حرف کے بدلے میں حور العین کا جوڑا ملے گا۔ اس
روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں)

فن حدیث کے اعتبار سے علامہ السیوطی نے اسے مرفوع حدیث قرار دیا
اور صرف اس کے تمام راوی ثقہ قرار دیئے گئے جس سے ثابت ہوا کہ ضعیف
اور موضوع وغیرہ از مضمون نہیں۔ اس مرفوع حدیث سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
کی زبانی یہ واضح ہوا کہ قرآن کریم تقریباً ساڑھے دس لاکھ حروف پر مشتمل تھا۔
لیکن اب جو قرآن پایا جاتا ہے اس میں تقریباً تین لاکھ حروف ہیں۔ باقی ساڑھے
سات لاکھ کے قریب موجود نہیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ حروف کی اتنی بڑی
تعداد کی تحریف بھی ہوئی۔ اس لیے سنی یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم تحریف کے
قائل نہیں۔ اور یہ قرآن مکمل ہے۔

جوابِ اول

معترض نے اپنی دیرینہ بددیانتی سے کام لیتے ہوئے علامہ السیوطی کی
تفسیر اتقان کا مکمل حوالہ نقل نہ کیا۔ اگر ایسا کرتا۔ تو اس اعتراض کا جواب وہیں سے
پالیتے۔ قارئین کرام! مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر اعتراض کی حقیقت
پر نظر ڈالیں۔

تفسیر اتقان

أَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
مَرْفُوعًا الْقُرْآنُ أَلْفُ أَلْفِ حَرْفٍ وَسَبْعَةٌ

وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ حَرْفٍ فَمَنْ قَرَاَهٗ صَابِرًا
مُحْتَسِبًا كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُوْرِ
الْعِيْنِ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ اِلَّا شَيْخَ الطَّبَرَانِيِّ
مُحَمَّدَ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ اٰدَمَ بْنِ اَبِيْ اِيَاسٍ تَكَلَّمَ فِيْهِ
الذَّهَبِيُّ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ حُمِلَ
ذٰلِكَ عَلٰى مَا نُسِخَ رَسْمُهٗ مِنَ الْقُرْاٰنِ
اَيْضًا اِذِ الْمَوْجُوْدُ الْاٰنَ لَا يَبْلُغُ
هٰذَا الْعَدَدَ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۷۲ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے مرفوعاً روایت کی۔ کہ
قرآن کریم کے حروف دس لاکھ ستائیس ہزار ہیں۔ تو جو شخص صبر و
احتساب کی نیت سے اس کی تلاوت کا شرف حاصل کرے۔ اسے
ہر ایک حرف کے بدلے حور العین کا جوڑا ملے گا۔ اس روایت
کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مگر طبرانی کے شیخ محمد بن عبید بن آدم بن ابی
ایاس کہ ان کے بارے میں امام ذہبی نے اسی حدیث کی وجہ سے جرح
کی ہے۔ اور اگر اس کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر اس سے مراد ان
تمام حروف سمیت اتنی تعداد ہے جو باعتبار تلاوت منسوخ ہو چکے
ہیں۔ کیونکہ موجود قرآن میں اتنی تعداد میں حروف نہیں ہیں۔
تفسیر اتقان کی روایت کے مکمل طور پر پڑھنے سے واضح ہو گیا کہ معترض کا

یہ مقصد چونکہ مذکورہ بالا ثقات ہی سے نکل سکتا ہے۔ اس لیے اس نے روایت تک
الفاظ نقل کر کے الزام دھر دیا۔ اس سے ہٹ کر الفاظ نہ لکھے چونکہ اس الزام کا جواب بھی تھا
اس لیے آپ اس سے دیدہ دانستہ چشم پوشی کر گیا۔ علامہ نے تمام راویوں کے ثقہ ہونے
کے ساتھ بطور استثناء ایک راوی پر جرح کا ذکر کیا۔ جو طبرانی کے شیخ محمد عبید ہیں۔
بلکہ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے۔ تو روایت مذکورہ طبرانی نے حضرت عمر بن الخطاب سے
نقل کر رہے ہیں۔ تو یہ بالکل عیاں ہے کہ طبرانی اور حضرت عمر کے درمیان روایت
کے کئی واسطے ہوں گے۔ طبرانی کو ان کے شیخ نے سنائی ہو گی۔ اس روایت کی
سند میں کسی درمیانے راوی کا کوئی نام نہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ طبرانی کے
شیخ محمد بن عبید نے ہی حضرت عمر سے اس روایت کو نقل کیا۔ تو جب محمد بن عبید
شیخ طبرانی ہی مجروح قرار پائے۔ تو پھر اس روایت کی صحت کو کون تسلیم کرے گا۔
اسی لیے میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے اس روایت کو باطل قرار دیا۔

میزان الاعتدال

محمد بن عبيد بن آدم بن أبي إياس
العسقلاني تَفَرَّدَ بِخَبَرٍ بَاطِلٍ قَالَ الطَّبَرَانِي
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ
جَدِّي عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ
وَابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنُ
أَلْفُ أَلْفِ حَرْفٍ وَسَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ
أَلْفَ حَرْفٍ فَمَنْ قَرَأَهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا كَانَ

لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ قَالَ الطَّبْرَانِيُّ فِي مُعْجَمِهِ الْأَوْسَطِ لَا يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ إِلَّا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۴۹۹ حرف المیم۔ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

محمد بن عبید بن آدم بن ابی ایاس عسقلانی ایک خبر باطل کی تنہا راوی ہے۔ طبرانی نے کہا۔ کہ ہمیں محمد بن عبید نے ہمیں ان کے باپ انہیں ان کے دادے نے حفص بن میسرہ سے اور انہوں نے زید بن اسلم انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کریم کے دس لاکھ ستائیس ہزار حروف ہیں۔ جو ان کو صبر و احتساب سے پڑھے تو اس کو ہر حرف کے بدلے ایک جوڑا حور العین کا ملے گا۔ طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت صرف اسی سند کے ذریعہ کی گئی ہے۔

جواب اول

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ یہ خبر، خبر واحد ہے۔ لہٰذا قابل استشہاد نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اسے بالفرض درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو علامہ سیوطی نے

اس کا جواب اس کی توجیہ خود بیان فرما دی۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کے حروف کی تعداد جو دس لاکھ ستائیس ہزار بتائی گئی۔ وہ ان تمام حروف کو ملا کر ہے جو باعتبار تلاوت کے منسوخ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اعتراض تب ہوتا کہ یہ بات مذکور ہوتی کہ ان حروف میں سے کوئی بھی منسوخ نہ ہوا۔ حالانکہ ایسا کوئی اشارہ نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض بست و یکم

ایک سورة میں کمی بیشی

تفسیر در منثور میں مذکور ہے کہ جب حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ ملک شام میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو ابو درداء نے ان سے پوچھا۔ کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ اللیل میں وما خلق الذکر والانثی پڑھتے ہیں یا والذکر والانثی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ والذکر والانثی پڑھتے ہیں۔ اس پر ابو درداء نے فرمایا۔ بخدا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر در منثور

أَخْرَجَ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ قَدِمَ الشَّامَ فَجَلَسَ إِلَى

أبي الدرداء فقال له أبو الدرداء ممن أنت قال من أهل الكوفة قال كيف سمعت عبد الله يقرأ والليل إذا يغشى قال علقمة والذكر والأنثى فقال أبو الدرداء أشهد أني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ هكذا وهؤلاء يريدونني على أن أقرأ وما خلق الذكر والأنثى والله لا أتابعهم۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۵۱۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ایک دفعہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ جناب ابو درداء نے ان سے دریافت کیا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ عرض کیا۔ اہل کوفہ سے ہوں۔ تو حضرت ابو درداء نے پوچھا یہ بتلاؤ کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تم نے سورۃ اللیل کس طرح پڑھتے سنا کہ والیل اذا یغشی...... والذکر والانثی۔ یہ سن کر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اسی طرح پڑھتے سنا۔ لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اسے وما خلق الذکر والانثی پڑھوں۔ خدا کی قسم! میں ان کی یہ بات ہرگز نہ مانوں گا۔

روایت مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ کہ سورۃ اللیل میں والذکر والانثیٰ الفاظ تھے۔ لیکن اب موجودہ قرآن میں "وما خلق الذکر والانثیٰ" ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سنیوں نے اس سورت میں اپنی مرضی سے چند الفاظ بڑھا دیئے۔ حالانکہ قرآن کریم کے الفاظ کی کمی بیشی کا ان کو اختیار نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ موجودہ قرآن میں اصل قرآن کی بہ نسبت الفاظ کی زیادتی پائی جاتی ہے۔

جواب:

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے پاس ہم پر اعتراض کرنے کے لیے یا آیات منسوخہ ہیں یا اختلاف قرأت یا روایات شاذہ کا سہارا لیا جاتا ہے یہ اعتراض بھی قرأۃ شاذہ کے قبیل میں سے ہے۔ جس کو دونوں طرف کے مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

تفسیر روح المعانی

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ هٰذِهِ الْقِرَاءَةَ شَاذَّةٌ مَنْقُوْلَةٌ آحَادًا لَا تَجُوْزُ الْقِرَاءَةُ بِهَا۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۳۰ سورۃ اللیل
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

تم اچھی طرح جانتے ہو۔ کہ یہ قرأۃ (والذکر والانثیٰ) شاذہ ہے۔ اور بطریق آحاد منقول ہے۔ اس سے قرأۃ جائز نہیں۔ علامہ آلوسی صاحب

تفسیر منہج الصادقین نے معترض والی کل حدیث نقل کر کے پھر فرمایا۔ کہ والذکر والانثی والی روایت چونکہ ما خلق کے بغیر ہے۔ شاذ ہے۔ اسی طرح تجھے مفسر نے بھی لکھا ہے۔

تفسیر مجمع البیان

فی الشواذ قراءۃ النبی و قرأۃ علی ابن ابی طالب و ابن مسعود و ابی الدرداء و ابن عباس و النھار اذا تجلی و خلق الذکر و الانثی بغیر ما و روی ذلک عن ابی عبد اللّٰہ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء دہم ص ۵۰۰
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

شاذ قراءتوں میں سے ایک قراءۃ وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور قراءۃ علی بن ابی طالب، ابن مسعود، ابی الدرداء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ النھار اذا تجلی و خلق الذکر والانثی۔ اس قراءۃ میں لفظ ما مذکور نہیں یہ روایت ابو عبد اللہ سے مروی ہے۔ (یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے)

علامہ طبرسی نے بات واضح کر دی۔ کہ لفظ ما کے بغیر قراءۃ کی جو روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، ابن مسعود، ابو الدرداء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہے۔ وہ شاذ ہے۔ اس کے مقابل وہ روایت کہ جس میں

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ
ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ كُلُّ مِنْ
هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ مَرْدُودٌ بِخِلَافِ الْإِجْمَاعِ
لَهُ وَأَنَّ حَمْزَةَ وَعَاصِمًا يَرْوِيَانِ عَنْ
عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ مَا عَلَيْهِ جَمَاعَةُ الْمُسْلِمِينَ
وَالْبِنَاءُ عَلَى سَنَدَيْنِ يُوَافِقَانِ الْإِجْمَاعَ أَوْلَى
مِنَ الْأَخْذِ بِوَاحِدٍ يُخَالِفُهُ الْإِجْمَاعُ وَ
الْأُمَّةُ۔

(تفسیر قرطبی جلد ۲۰ ص ۸۱ سورۃ اللیل
مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

صحیح مسلم شریف میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ہم جب
ملک شام گئے۔ تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہاں بھی گئے۔
بوقت ملاقات انہوں نے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے
جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق قرآن
پڑھتا ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں میں ایسی قراءت پڑھتا ہوں کہنے لگے
اچھا تو ذرا سورۃ واللیل پڑھ کر سناؤ۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
کیسے قراءت کیا کرتے تھے۔ میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ واللیل
اذا یغشی ..... والذکر والانثی۔ یہ سن کر فرمانے لگے۔ میں
نے بھی خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے
وہ بھی اسی کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں

یوں پڑھوں "وما خلق الذکر والانثی" لیکن یہ شامی بات نہیں مانوں گا۔ ابو بکر انباری نے کہا۔ ہمیں محمد بن یحییٰ مروزی نے حدیث سنائی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد اور ہمیں احمد زبیری ہمیں اسرائیل ان کو ابو اسحاق ان کو عبدالرحمٰن بن یزید ان کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یوں پڑھائی تھی۔ انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین۔ ابو بکر کہتے ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں مردود ہیں۔ اجماع ان کے خلاف منعقد ہے۔ حمزہ اور عاصم دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ یعنی وما خلق الذکر والانثی اور ایسی روایات پر اعتماد کرنا جو اجماع کے موافق ہوں۔ یہ بہتر ہے۔ اس سے کہ ایک ایسی سند پر اعتماد کیا جائے۔ جو اجماع اور امت مسلمہ کے مخالف ہو۔

حضرات قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ سورۂ واللیل میں آیت "والذکر والانثی" بجز لفظ "وما خلق" کے بغیر روایت کی گئی۔ یہ قرأت شاذہ ہے۔ اور اس کے شذوذ کو اہل تشیع و دونوں مفسرین نے مانا۔ تفسیر قرطبی نے اس کے ساتھ ساتھ اسے مردود تک کہہ دیا۔ اس وضاحت کے بعد ہم اہل سنت پر اس معاذ اللہ تحریف یا حروف کی زیادتی کا الزام دھرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

صاحب تفسیر قرطبی نے دونوں قسم کی روایات کا موازنہ بھی کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت حذف منقول ہے۔ جو معترض نے پیش کی۔ یہ شاذ ہے۔ اور اس کے مقابل وہ روایت ہے۔ جسے قراء سبعہ کی

حمزہ اور عاصم نے روایت کیا، یہ متواتر ہے اور اجماعِ امت کے موافق ہے اس لیے
خبرِ واحد کو خبرِ متواتر کے مقابل لانا بلکہ اس سے زیادہ اہمیت دینا اور پھر اس طرح اپنے
چند زیادتی حروف ''کا الزام لگانا قطعاً درست نہیں۔ ایک عادل شخص کی روایت
''روایتِ متواترہ'' قرار نہیں دی جا سکتی۔ ''فلا اتنا بعضہم'' کے الفاظ پ
تفسیر قرطبی کے حاشیہ میں یہ وضاحت مذکور ہے۔

تفسیر قرطبی:

وَفِي كِتَابِ الْأَحْكَامِ لِابْنِ الْعَرَبِيِّ مَا نَصُّهُ هٰذَا مِمَّا لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ بَشَرٌ...... فَإِنَّ الْقُرْآنَ لَا يَثْبُتُ بِنَقْلِ الْوَاحِدِ وَإِنْ كَانَ عَدْلًا وَإِنَّمَا يَثْبُتُ بِالتَّوَاتُرِ الَّذِي يَقَعُ بِهِ الْعِلْمُ.

(تفسیر قرطبی جلد نمبر ۴ ص ۱۷ مطبوعہ
قاہرہ)

ترجمہ:

ابن عربی کی تصنیف کتاب الاحکام میں بطور نص ذکر کیا گیا کہ یہ اتنی
روایت محض ایسی بات ہے جس کی طرف کوئی انسان توجہ نہیں کر
پاتا۔ کیونکہ خبرِ واحد سے کبھی قرآن ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا
راوی عادل ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن تو خبرِ متواتر سے ثابت ہو سکتی
ہے۔ جس پر علمِ یقینی آ جاتا ہے۔
دیکھئے محشی نے وہی بات کی۔ جس کو ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔ اور اس بات

کی نسبت امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت علقمہ نخعی اگرچہ بقیہ صحابہ کرام کی طرح عادل ہیں۔ لیکن ایک عادل کی روایت سے تواتر ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک تواتر نہ ہو کسی جملہ یا لفظ کا قرآنی آیت ہونا قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مذکورہ الفاظ جو حضرت علقمہ کی روایت کے مطابق کم ہیں۔ صرف اتنے الفاظ پر آیت کا مشتمل ہونا شاذ ہے۔ اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس کے برخلاف عاصم اور حمزہ کی روایت پر چونکہ اجماع امت منعقد ہے۔ اس لیے یہ زیادتی سنیوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ خبر متواتر کے ذریعہ اس کی قرآنیت ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو ہدایت عطا کرے۔

نوٹ:

جب میں تحریف و تنسیخ قرآن کے متعلق ان سوال و جواب سے فارغ ہوا۔ تو انہیں دنوں ایک صحیح العقیدہ سنی نوجوان ناصر محمود دیوی بلغاپوری اہل تشیع کی دو کتابیں لے کر آیا۔ ایک فتوحات شیعہ اور دوسری تحریف قرآن تھا۔ ایک شیعہ مبلغ مولوی اسماعیل کے مناظروں پر مشتمل تھیں۔ دوران میں اہل سنت پر شیعہ مذکور نے بے بنیاد الزامات لگائے۔ ان الزامات کا تعلق بھی تحریف قرآن ہی کے ساتھ تھا۔ اس نوجوان کی شدید تمنا اصرار پر میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ ان الزامات کا بھی کچھ تذکرہ ہو جائے۔ کچھ اعتراضات ایسے تھے کہ جن کے جواب سے فراغت ہو چکی۔ مزید اعتراضات کا پہلے تذکرہ نہیں ہو سکا۔ اب انہیں مع ان کے جوابات سپرد قلم کیے جا رہے ہیں۔

سنیوں سے قرآن میں حروف کی تحریف۔

اہل سنت کی کتب تحریف قرآن سے مملو ہیں دیکھئے سب سے مایہ ناز کتاب اصح الکتب بعد از کلام باری سمجھی جاتی ہے۔ یعنی بخاری شریف اس کی جلد دوم ص ۲۴۸ پر موجود ہے۔

عن ابن عباس قال كانت عكاظ ومجنة وذو المجاز اسواق الجاهلية فتأثموا ان يتجروا في المواسم فنزلت ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم في مواسم الحج۔

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ مجنہ اور ذوالمجاز کے بازار لگا کرتے تھے۔ بنا بریں صحابہ کرام نے موسم حج میں تجارت کو گناہ سمجھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ نہیں جرم تم

ان تجتمعوا فصلا من ذہبی فرمائیں گی۔

حضرت: اب میں حفاظ کرام خصوصاً حافظ تعلیم القرآن ضیا صاحب (جو وہاں بیٹھے تھے) سے پوچھتا ہوں۔ کہ مراسلہ کس قرآن میں نازل ہوا تھا۔ اور کیا اب موجود ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کہاں گیا۔ اور اگر یہ تفسیری اضافہ ہے۔ تو نزلت کے ماتحت کیوں؟ کیا تفسیر بھی نازل ہوئی ہے؟ ورنہ نزل من اللہ کو قرآن سے کیوں نکالا گیا؟

(ماخوذ از مناظرات شیعہ ص ۱۲۲ مجمع الفضائل کیشنی
ملک آل محمد فیصل آباد)

جواب اول

قارئین کرام! مولوی اسماعیل شیعی کے مذکورہ اعتراض کا جواب دینے سے قبل ایک دو باتیں گوش گزار کر رہا ہوں۔ جو ضروری ہیں۔ مولوی مذکور نے اس کتاب میں اپنے مناظرے درج کیے۔ جن میں بددیانتی اور فریب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے یہ اعتراض جس مناظرے میں درج کیا ہے۔ وہ مناظرہ مولوی محمد صدیق صاحب آف تاندلیانوالہ کے ساتھ ہوا۔

لیکن مولوی محمد صدیق صاحب کی طرف سے اس مناظرے میں جو کچھ کہا گیا۔ اُسے درج تک نہیں کیا گیا۔ اور کب ممکن ہے کہ ایک شخص میدانِ مناظرہ میں آئے اور اس کی تیاری کر کے آئے پھر وہ مدمقابل کے سامنے چپ سادھ جائے۔ چونکہ اس کتاب کی ترتیب و تحریر مولوی اسماعیل کے رحم و کرم پر تھی۔ جو چاہا لکھ دیا۔ اور جسے چاہا چھوڑ دیا۔ اپنے مدمقابل کے جوابات کا ذکر نہ کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی۔ کہ مولوی اسماعیل کے سوالات و اعتراضات کا واقعی کوئی جواب نہیں ہو سکا

اور ثقہ اہل سنت سے منسوب کی گئی۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ ان اعتراضات کا تفصیلی جواب تحریر کروں۔ تاکہ حقیقت حال ناظرین پر واضح ہو جائے۔

بخاری شریف اور کتب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اگر آپ اس مقام کو پڑھیں۔ جہاں سے اسماعیل شیعی نے عبارت نقل کی۔ مذکورہ مقام پر "فی مواسم الحج" بطور تفسیر نہیں ڈالی گئی۔ جیسا کہ دوسری آیت یعنی لیس علیکم جناح ان تبتغوا کے بعد ڈالی گئی۔ تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ "فی مواسم الحج" کا تعلق قرأت نقل سے ہے۔ لہٰذا اس کو آیت کا حصہ شمار کرنا درست نہیں۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام نے موسم حج میں تجارت کو برا جانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس موسم میں تجارت کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ لیس علیکم جناح۔ تو "فی مواسم الحج" جب آیت قرآنی کا حصہ ہی نہیں۔ تو اس کے بارے میں وہ سوالات جو معترض نے کیے۔ کہ تحریف ہو گئی وغیرہ وسوسے ختم ہو گئے۔

پھر اس پیام مزید یہ کہتے ہیں۔ کہ چلو تم اس حصہ "فی مواسم الحج" کا قرآن ہونا ثابت کر دو۔ کیونکہ ضابطہ یہ ہے۔ کہ کسی جملہ یا عبارت کا قرآن ہونا تواتر کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔ تو کسی اہل بیت کے امام کی روایت سے یہ ثابت کر دو کہ انہوں نے اس کو قرآن کہا ہو۔ تو مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد پاؤ گے۔ لیکن یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ دنیائے شیعیت کبھی اس کو ثابت نہ کر سکے گی۔ جب قرآن میں داخل ہی نہیں۔ تو پھر اس سے نکالنے کا کیا مطلب؟

جواب دوم

بات حقیقت میں یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام بعض دفعہ قرآنی آیت کے ساتھ تفسیری آیت بھی لکھ لیا کرتے تھے اور انہیں اس فرق کا بخوبی علم

وقت منسوب ہے۔ اور وہ تفسیری نوٹ تھے لیکن بعد میں کچھ راویوں نے ان تفسیری جملوں کو قرآن کے طور پر روایت کر دیا۔ ورنہ انہیں داخل قرآن بیان کیا۔ لیکن ایسا کرنے سے کوئی جملہ یا لفظ قرآن نہیں بن جاتا۔ اس کی چند مثالیں علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر میں ذکر کی ہیں۔

تفسیر اتقان

اَلْخَامِسُ عَشَرَ مَوْضُوْعٌ كَقِرَاءَةِ الْخُزَاعِيِّ وَظَهَرَ لِيْ سَادِسٌ يُشْبِهُهُ مِنْ اَنْوَاعِ الْحَدِيْثِ الْمُدْرَجِ وَهُوَ مَا زِيْدَ فِي الْقِرَاءَاتِ عَلٰى وَجْهِ التَّفْسِيْرِ كَقِرَاءَةِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ مِنْ اُمٍّ اَخْرَجَهَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقِرَاءَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ وَاَخْرَجَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ (وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا الْوُرُوْدُ الدُّخُوْلُ) قَالَ الْاَنْبَارِيُّ قَوْلُهُ الْوُرُوْدُ الدُّخُوْلُ تَفْسِيْرٌ مِنَ الْحَسَنِ لِمَعْنَى الْوُرُوْدِ وَغَلَطَ فِيْهِ بَعْضُ الرُّوَاةِ فَاَدْخَلَهٗ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ ابْنُ الْجَزَرِيِّ فِيْ اٰخِرِ كَلَامِهِ وَرُبَّمَا كَانُوْا يُدْخِلُوْنَ التَّفْسِيْرَ فِي الْقِرَاءَاتِ اِيْضَاحًا وَبَيَانًا لِاَنَّهُمْ مُحَقِّقُوْنَ لِمَا تَلَقَّوْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْاٰنًا

فَهُمْ اٰمِنُونَ مِنْ اَنْ يَلْتَبِسَ ذٰلِكَ بِمَا كَانَ بَعْضُهُمْ يَكْتُبُهُ مَعَهُ ـ

(تفسیر الاتقان جلد اول ص ۸۰ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

قراءۃ کی پانچویں قسم موضوع ہے۔ اس کی مثال قراءت خزاعی ہے
مجھے چھٹی قسم کا بھی علم ہوا۔ جو حدیث مدرج سے مشابہ ہے۔ یہ وہ قسم
ہے۔ کہ تفسیر کے اعتبار سے کسی قراءت میں زیادتی کر لی جاتی۔ جیسا کہ
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی یہ قراءت ہے۔ ولہ اخ
او اخت من ام۔ اس کی روایت سعید بن منصور نے کی۔ دوسری
مثال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔ لیس
علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج
اور حسن سے یونہی قراءت کی روایت آئی ہے۔ وان منکم
الا واردھا الورود الدخول۔ ابن انباری نے کہا۔ کہ جناب
حسن کا قول الورود الدخول خود ان کی تفسیر ہے جو درج
کی گئی ہے۔ بعض راویوں نے غلطی کی۔ اسے قرآن میں داخل
کر دیا۔ ابن جزری نے اپنے کلام کے اختتام پر کہا۔ لوگوں نے
بعض دفعہ تفسیری جملوں کو قرآن میں داخل کر دیا۔ لیکن خود تفسیری
جملے لکھنے والے اس میں شک نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے ذریعہ جو انہیں پہنچا۔ اس کے بارے میں وہ ایک

طرح جانتے تھے۔ کہ قرآن کیا ہے اور تفسیر کیا ہے۔ اس لیے دونوں میں خلط ملط سے بالکل محفوظ و مامون تھے۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا۔ کہ کچھ لوگوں نے قراءۃ کے ساتھ جو تفسیر بھی لکھ لیا۔

جوابِ سوم

صحیح بخاری شریف میں روایت مذکورہ کے الفاظ وفی مواسم الحج کے بارے تفسیری و تشریحی حاشیہ یوں تحریر ہے۔

بخاری شریف

فی مواسم الحج کلام الراوی ذکرہ تفسیرا للآیۃ الکریمۃ ...... رواہ ابن عمر فی مسندہ وکان ابن عباس یقرأها فهی علی هذا من القراءة الشاذة وحكمها عند الائمة حكم التفسير

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۳۸
حاشیہ نمبر ۵ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

فی مواسم الحج۔ راوی نے آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے ...... ابن عمر نے اپنی مسند میں کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان الفاظ کی تلاوت کرتے تھے۔ لہٰذا اس روایت کے اعتبار سے یہ قراءت شاذ کہلائے گی۔ اور روایت قراءۃ شاذہ صرف تفسیر کا کام ہی دے سکتی ہے۔

جواب چہارم

مولوی اسماعیل کی اسی تصنیف "تحفۃ شیعہ" کے ص ۱۲۵ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب ہم ذکر کر دیتے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ لفظ عہدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی و فاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتھم کے الفاظ شیعوں کی مشہور اور مستند کتاب "اصول کافی" میں مذکور ہیں۔ لیکن اب قرآن میں موجود نہیں۔ لہٰذا یہ اہل تشیع کی طرف سے تحریف کی گئی۔ مولوی اسماعیل نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ان دونوں روایتوں میں لفظ "فی" تو بطور تفسیر واقع ہوا ہے۔ اس میں لفظ نزلت یا قراءت دکھلائیے۔ ورنہ ...... کیونکہ یہ تحت لفظ "فی" ملحق ذیل ہے۔ جیسا کہ تفسیر صافی ص ۲۴ پر مذکور ہے۔ کہ ان بعض المحذوفات کان من قبیل التفسیر والبیان ولم یکن من اجزاء القرآن یعنی محذوف شدہ حروف جن کا کتب شیعہ میں ذکر ہے۔ وہ از قسم تفسیر اور بیانات ہیں۔ اور اجزائے قرآن میں سے نہیں ہیں۔"

لمحہ فکریہ

مولوی اسماعیل کہ جن کے تمام بزرگ اس کے معتقد ہیں۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل اور محرف ہے۔ جب ان پر امام غائب کی معتبر کتاب سے کوئی ایسا حوالہ پیش کیا جائے۔ جو تحریف قرآن پر دلالت کرتا ہو۔ تو اس کے جواب میں فوراً یہ بہانہ

تو سمجھتے ہیں کہ لفظ "الی" تفسیر اور بیان کے طور پر مذکور ہوا۔ نہ کہ اصل قرآن کے طور پر۔ اس قسم کے محذوفات دراصل تفسیری نوٹ ہوا کرتے ہیں۔ تو ہم بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ آیت زیر بحث میں بھی لفظ "الی" موجود ہے۔ "الی اجل مسمی" کے الفاظ کس کو تفسیر و بیان بتاتے ہیں کونسا سانپ سونگھ گیا ہے جبکہ ہم نے متعدد کتب سے یہ بات کر دی ہے کہ "الی اجل مسمی" کے الفاظ قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ تفسیری الفاظ ہیں۔ تم کہو تو درست اور ہم وہی بات کہیں تو غلط۔ سبحان اللہ کیا انصاف فرمایا۔

فتوحات شیعہ میں بخاری شریف سے ایک روایت ذکر کر کے اہل سنت پر الزام تحریف لگایا گیا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

حضرت لیجئے بخاری شریف ص ۳۳ سے ایک اور روایت بھی سن لیجئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منھم المخلصین الخ

جسے آنحضرت نے قرآن فرمایا ہو۔ ملاحظہ فرمایئے بتاؤ ورھطک منھم المخلصین کس قدر قرآن کی آیت ہے۔ اگر منسوخ ہو گئی تو اس کی ناسخ کون سی آیت ہے۔ اگر تفسیری نوٹ ہے تو نازل ہونے کی کیا معنی؟ اور عبداللہ بن عباس جیسے حبر الامت اور ترجمان القرآن نے اس کی قرأت کیسے کی؟ (فتوحات شیعہ ص ۲۲۲)

جواب

پچھلے اعتراضات کے دوران ہم کئی بار یہ بات کہہ چکے ہیں کہ اہل سنت پر تحریف کا الزام ثابت کرنے کے لیے دنیائے شیعیت کے پاس کوئی ایک دلیل بھی نہیں۔ اور جو کچھ دلائل واستشہاد پیش کرتے ہیں۔ اور دراصل کسی منسوخ آیت کو لیں گے۔ یا اختلاف قراءۃ کو سہارا لے کر یہ اعتراض بنائیں گے۔ مولوی اسماعیل کا یہ اعتراض بھی اختلاف قراءت کے قبیل سے ہے۔ یہ قراءت خود کتب شیعہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان

وَفِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع)

(تفسیر مجمع البیان جز ۱۹ جلد نمبر ۴ ص ۲۰۶ طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءۃ میں یوں آیا ہے۔ وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منھم المخلصین۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت کیا گیا ہے۔

اعتراض بست و چہارم

سنیوں کے قرآن میں حروف کی تحریف

علامہ حائری شیعی کے رسالہ کو فقیر نے دیکھا۔ اس میں اکثر اعتراضات وہی تھے۔ جن کا جواب میں عرض کر چکا ہوں۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے۔ کہ علامہ موصوف جن آیات کو اہل سنت پر تحریف کے الزام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ انہی آیات کو اپنی تفسیر میں منسوخ ہ کے زمرے میں شمار کرتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں۔ کہ کس قدر منافقت ہے۔ جب قرآن کریم میں نسخ کی اقسام کے ثبوت کی بحث کرتا ہے۔ تو انہی آیات کو منسوخ التلاوت کے لیے بطور استشہاد پیش کرتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ انہی آیات اللہ تعالیٰ نے اٹھا لی ہیں۔ پھر کمال درجہ کی بد دیانتی یہ کہ انہی آیات کو اپنے رسالہ میں تحریف کے ثبوت میں پیش کر کے اہل سنت کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس علامہ (دالامر) کی دوغلی چال کو میں آخر تک تحریر کروں گا۔ جہاں بطور نمونہ ایک ہی آیت کے بارے میں آپ اس بات کی تصدیق کر لیں گے۔ جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے۔ سردست ایک عبارت بطور نمونہ ذکر کرتا ہوں۔

[illegible]

رسالہ تحریف قرآن

یعنی ص ۱۳ سطر ۲ میں امام سیوطی نے لکھا ہے۔

اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ اَبِي الدُّنْيَا وَابْنُ الْاَنْبَارِيِّ فِي كِتَابِ الْمَصَاحِفِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بِغَيْرِ اَلِفٍ۔ انتہی بلفظہ

ترجمہ

یعنی اخراج کیا ہے ترمذی اور ابن ابی الدنیا و ابن الانباری نے کتاب المصاحف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بغیر الف کے پڑھا کرتے تھے۔

اور سطر ۳ میں ہے کہ ابن الانباری نے اخراج کیا ہے انس ابن مالک سے۔

قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بِغَيْرِ اَلِفٍ۔

ترجمہ:۔

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ السلام اور ابوبکر و عمر و طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن بن عوف اور معاذ بن جبل نے ملک یوم الدین بغیر الف کے قراءت کی ہے۔

یعنی ص ۱۳ سطر ۳ میں تیسری روایت ابو داؤد و خطیب نے اخراج کی ہے طریق ابن شہاب سعید ابن المسیب اور عبداللہ ابن حارث سے کہ انہوں نے کہا۔

...نام چودہ راویوں کے کہ ہر قاری کے دو راوی ہیں۔ اور دوسرے دو خانوں میں ہر ایک
قاری کے مقابل میں دو راویوں کے نام لکھے گئے ہیں۔

تنبیہ

تفسیر لوامع التنزیل:

مشہور میان المفسرین آنست کہ قراۃ ہفتگانہ متواتر است لہٰذا جماعتی از
فقہا خواندن یک نماز فریضہ بہفت قراۃ جائز و بعضی مستحب میدانند اما
قرائیکہ مطابق قراۃ ائمہ اہل بیت باشد ہمان قراۃ نسبۃً راجح و اولیٰ است
و آن قراۃ کوفیان غالباً است۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۹-۱۰
مطبوعہ سلیم پریس لاہور)

ترجمہ:

مفسرین کرام کے ہاں مشہور یہ ہے کہ ساتوں قرائتیں متواتر ہیں۔ اسی
لیے فقہا سے کو بعض ایک جماعت نے فرضی نماز کو ساتوں قرائتوں میں
پڑھنا جائز اور بعض نے مستحب کہا۔ لیکن وہ قرأۃ جو حضرات ائمہ اہل بیت
کی قرأۃ کے مطابق ہو۔ وہ سب سے زیادہ اچھی اور مناسب ہے
اور وہ غالباً کوفیوں کی قرأت ہے۔

علامہ حائری نے مذکورہ نقشہ اور اس کے تحت تنبیہ میں یہ بات واضح
...دی کہ سات قرائتیں سبھی برحق ہیں۔ ان میں سے کسی ذریعہ قرآن کریم کی تلاوت
...جائز ہے۔ وہ درست بلکہ مستحب ہے۔ لیکن ائمہ اہل بیت کی مناسبت اہل کوفہ
...یعنی امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت زیادہ مناسب ہے۔ تو جب یہ ثابت ہو

گیا۔ کہ سب قول قرات میں حق ہیں۔ تو پھر ان میں سے کسی کی تحریف قطعاً درست نہیں۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی قراءۃ کے مطابق پڑھنا "تحریف" کے زمرے میں آسکتا ہے۔ اب ذرا ان سطور کی روشنی میں سورۃ الفاتحہ کے لفظ "مالک" کو دیکھئے کہ بغیر الف پڑھنے کو حائری شیعی تحریف کہہ رہا ہے۔ اور ایسا پڑھنے پر اہل سنت کو مورد طعن ٹھہرا رہا ہے۔ لیکن طبرسی مصنف نے اپنی تفسیر جوامع التنزیل میں اس لفظ کے بارے میں لکھا۔

تفسیر جوامع التنزیل:

بحث دوم مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ در آں دو قول است قول اول مَالِكِ بالف وکسر لام فاعل مَلَكَ يَمْلِكُ بمعنی خداوند متصرف قادر ایں مختار عاصم وکسائی وخلف ویعقوب حضرمی است دو قول ثانی مَلِكِ بفتح میم وکسر لام باشد بمعنی پادشاہ حمزہ وچند دیگر ایں مختار دیگر قراء است۔ طبرسی فرمود ہر دو جائز اند اکثر روایات بر اول وارد اند شاید اول اولیٰ باشد۔

(تفسیر جوامع التنزیل جلد اول ص ۵
مطبوعہ شمیم پریس لاہور)

ترجمہ:۔

دوسری بحث "مالك يوم الدين" کے متعلق ہے۔ جس کے پڑھنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ "مالک" میم کے بعد الف اور لام کی زیر کے ساتھ ملک یملک سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی خداوند متصرف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔ یہ مختار عاصم، کسائی، خلف اور یعقوب حضرمی کی قراءۃ

کے مطابق ہے۔ لیکن دوسرا قول کہ میم کی زبر اور لام کی زیر کے ساتھ
یعنی بادشاہ اور جزا دینے والا ہے۔ یہ دوسری قراءت حضرت کا پسندیدہ
ہے۔ اور کسی نے کہا، دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ اکثر روایات
پہلے قول کے مطابق ہیں۔ ممکن ہے کہ پہلا قول بہتر ہو۔

تفسیر منہج الصادقین:۔

جاننا چاہیئے کہ عاصم اور کسائی ایک الف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس
کا معنی ہے اپنا مملوک۔ یعنی میم کے کسرہ کے ساتھ۔ اور نافع، ابن
کثیر، ابو عمرو اور حمزہ والا اور اس کا مشتق ملک ہے۔
مَلِکِ حذفِ الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ جس کا معنی ہے امر و نہی میں تصرف
اور امور میں شی کا متصرف جو کہ مُلک سے مشتق ہے۔ میم کے
ضمہ کے ساتھ۔

تفسیر مجمع البیان:۔

قَرَأَ عَاصِمٌ وَالْكِسَائِيُّ وَخَلَفٌ وَيَعْقُوبُ الْحَضْرَمِيُّ
مَالِكِ بِالْأَلِفِ وَالْبَاقُونَ مَلِكِ بِغَيْرِ أَلِفٍ وَلَمْ يُمِلْ
أَحَدٌ أَلِفَ مَالِكِ وَمِنْ جُمْلَتِهِمُ الْكِسَائِيُّ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول ص۲۳
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

عاصم، کسائی، خلف اور یعقوب نے مالک الف کے ساتھ پڑھا
ہے۔ اور بقیہ قراء نے ملک بغیر الف کے۔ اور کسی نے بھی الف کو
نہیں، اور مالک کے الف کو زیر کی طرف اگر الف کو دیا جائے تو صرف

ملک الف کے ساتھ مخصوص ہو جاتا۔ اور ملک نہ پڑھا جاتا۔

الجواب اصل

ملا عائزی نے سورۃ الفاتحہ کے لفظ ”مالک“ کو جو تحریف کے ثبوت کے طور پر پیش کیا۔ اور اس سے اہل سنت پر زبان الزام دراز کی۔ یہ سب کچھ الزام لگانے کے لیے پاپڑ بیلے گئے۔ ورنہ حقیقت تو خود ملا عائزی نے بیان بھی کی۔ یعنی یہ کہ ملک اور مالک دونوں قراء تیں ان سات قراء توں میں سے ہیں۔ جو متواتر ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ قراءۃ متواترہ کو ایک انکار کے طور پر پیش کرنے سے خود ملا عائزی کا اسلام و ایمان خطرے میں پڑ گیا۔ عجیب طرفہ ہے کہ خود اس کے قراءۃ متواترہ ہونے کا تذکرہ بھی کر رہا ہے اور خود ہی اسے تحریف بھی شمار کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے ہم مشربوں کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض بست و پنجم

سنیوں کے نزدیک قرآنی لفظوں کی تحریف

سنیوں کی معتبر تفسیر درمنثور میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سورۃ فاتحہ شریف میں۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی جگہ صراط مَنْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور وَلَا الضَّالِّيْنَ کی جگہ غَيْرِ الضَّالِّيْنَ پڑھا کرتے

تھے۔ اور اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی پڑھا کرتے تھے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

رسالہ تحریف قرآن

صاحبان! سنیوں نے قرآن کے حروف کی تحریف بصورت کمی و زیادتی دونوں قسموں سے آپ سن چکے ہیں۔ اب ان کے لفظی تحریف کا نمونہ بھی پیش کرتا ہوں غور سے سماعت فرمائیں۔

تفسیر درمنثور جلد اول طبع مصر ص ۱۵ سطر ۲ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

تفسیر درمنثور:

اخرج وکیع و ابو عبید و سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن داؤد و ابن الانباری فی المصاحف من طرق عن عمر بن الخطاب انه کان یقرأ صراط من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین۔ انتهی بلفظه۔

ترجمہ:

یعنی حضرت عمر بن الخطاب صراط الذین انعمت علیہم کو صراط من انعمت علیہم پڑھا کرتے تھے۔ اور ولا الضالین کو وغیر الضالین پڑھا کرتے تھے۔

ایضاً ص ۱۵ سطر ۹ میں سیوطی لکھتے ہیں۔

اخرج ابو عبید و عبد بن حمید و ابن ابی داؤد و ابن الانباری عن عبد اللہ بن الزبیر انه قرأ صراط من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و

عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزو اول ص۳۰
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

عمر بن الخطاب اور عمرو بن عبد اللہ نے صراط من انعمت علیہم پڑھا ہے۔ اور اسی طرح پڑھنا اہل بیت سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب نے روایت شاذہ کے طور پر غیر المغضوب زبر کے ساتھ پڑھا۔ اور غیر الضالین بھی پڑھا گیا یہ قراءۃ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

تفسیر عیاشی:

عَنْ رَجُلٍ عَنْ اِبْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ رَفَعَهُ فِیْ قَوْلِهٖ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَغَیْرِ الضَّالِّیْنَ وَهٰكَذَا نَزَلَتْ

(تفسیر عیاشی جلد اول ص ۲۴ مصنفہ
ابو النصر محمد بن مسعود عیاشی مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

ایک آدمی ابن ابی عمیر سے روایت کرتا ہے اور بطور مرفوع روایت کرتا ہے کہ غیر المغضوب علیہم وغیر الضالین اسی طرح نازل کی گئی۔ اس کے حاشیہ پر بھی یوں مذکور ہے۔

قَدْ وَرَدَ عَنْ اَئِمَّةِ اٰلِ الْبَیْتِ بِغَیْرِ لَفْظٍ كَثِیْرًا مِّمَّا یُشْبِهُ
هٰذَا وَرَدَتْ اَخْبَارٌ وَقَدْ نُقِلَ هٰذِهِ الْقِرَاءَةُ مِنْ طُرُقٍ

نازل و قرآن ہوا بلکہ نزول سے مراد یہ ہے کہ تفسیر اور باعتبار معنی کے تاویل یہ ہے۔ اسی طرح اس کی تصریح معظم العلماء نے کی۔ بلکہ ان لوگوں نے بھی یہی مراد بیان کی۔ جن کی طرف اس کی نسبت کی گئی۔ جیسا کہ محدث حر عاملی نے اثبات الھداۃ میں اور مولی محسن الفیض نے وافی میں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی۔ ورنہ یہ اخبار آحاد ہیں۔ اور ان روایات کی معارض نہیں ہو سکتیں جو متواتر ہیں۔ اور مسلمانوں کے درمیان مسلم ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی کی عبارات سے مذکور الزام کی حقیقت پہچان لی ہوگی۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ روایت شاذہ میں سے ایک شاذ روایت ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قراءۃ منقول و مروی ہے۔ لیکن متواترہ قراءۃ نہ ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں اور پھر اس سے آگے بڑھ کر شیعی مفسر سید ہاشم نے اس روایت میں مذکور لفظ «نزول» کی واضح تفسیر اور مراد بیان کر دی کہ اس سے مراد تحریف ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ تفسیر اور تاویل کے معنی میں مستعمل ہے۔ خبر واحد شاذ کب خبر متواتر کی معارض ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اس کو قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ قرآن جمع کرتے وقت خلیفہ اول بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہی الفاظ اس میں درج فرمائے جو کہ تواتر سے ثابت تھے۔ قراءۃ شاذہ کے ذریعہ کسی جگہ کو قرآن ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو قرآن جمع ہوا وہ سب کا سب متواتر ثبوت کے ساتھ ہے۔ اس لیے قراءۃ شاذہ کو قرآن کہنا تو پاکر تحریف کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ ایسا کرنا ایک ناانصافی بلکہ شیطانی ہوگی۔ اس بددیانتی اور بے راہ روی کا سدباب تفسیر عیاشی کے حاشیہ پر کیا گیا ہے۔

اعتراض بست و ششم

سُنیوں سے قرآنی حروف کی تحریف

رسالہ تحریف قرآن

ایضاً جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۲۱۹ سطر ۷ میں امام سیوطی لکھتے ہیں کہ تخریج کی عبدالرزاق فریابی سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقْرَؤُهَا قَطُّ اِلَّا فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

انتہیٰ بلفظہ۔

ترجمہ:-

یعنی ابن عمر نے کہا کہ میں نے حضرت عمر کو سورۂ جمعہ کی آیۃ فاسعوا الی ذکر اللہ (انتہیٰ بلفظہ) کی بجائے فامضوا الی ذکر اللہ پڑھتے سنا۔

اسی صفحہ ص ۲۱۹ کے سطر ۹ سطر ۱۰ سطر ۱۲ سطر ۱۴ سطر ۱۵ سطر ۱۶ میں بھی ضرور بالضرور فرمایا کہ حضرت عمر وقت قرأت کے فامضوا کی بجائے فاسعوا الی ذکر اللہ

قراءت کرتے رہے ہیں۔ اور یہ کہ ابن مسعود، ابن الزبیر اور ابن عباس بھی فامضوا الی ذکر اللہ قراءت فرماتے تھے۔

ارشاد کیا صاحبان! ان مذکورہ تحریرات سے سورۃ جمعہ کے لفظ فاسعوا کا فامضوا کے ساتھ تبدیل ہو جانا ثابت ہے۔ چونکہ شیعوں کے ہاں سورۃ جمعہ میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔ جیسا کہ افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۹۸ سطر ۱۵ میں مرقوم ہے۔ کہ سورۃ جمعہ مدنی است ترتیبی کلاة در قول جمیع مردم ناسخ و منسوخ نیست۔

جب اس سورت میں تنسیخ نہیں تو پھر لازماً ثابت ہوا کہ فامضوا کا فاسعوا سے بدل جانا تحریف ہے۔

(رسالہ تحریف قرآن ص ۴۴-۴۵ مطبوعہ لاہور)

جواب

تحریف کی تعریف سے آپ حضرات بخوبی آگاہ ہیں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں۔ کیا اعتراض مذکورہ "تحریف" کے ضمن میں آتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ بھی اختلاف قراءۃ کی ایک صورت ہے۔ جیسے شیعہ مفسرین نے یہی کہا ہے۔

تفسیر مجمع البیان

وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء دہم ص ۲۰۹
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے "فامضوا الی ذکر اللہ" پڑھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قرأت مروی ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب، ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔ اور امام جعفر صادق اور امام محمد باقر نے بھی یہی پڑھا جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ مگر قراءۃ شاذہ سے کسی جملہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

البتہ اس قرأت سے قرآنی آیات کی تفسیر و تاویل مراد ہو سکتی ہے۔ لہٰذا فامضوا بھی دراصل فاسعوا کی تفسیر کے طور پر مذکور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ حضرات ائمہ اہل بیت نے بھی اس کو تفسیر ہی لکھا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر صافی

قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْقُمِّيُّ قَالَ الْاِسْرَاعُ فِي الْمَشْيِ وَعَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ [illegible] اَيْ اِمْضُوْا۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص [illegible] مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فامضوا الی ذکر اللہ پڑھا اور حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امام باقر و امام صادق سے بھی یونہی مروی ہے۔ اور کسی
نے کہا۔ فامضوا کا معنی جلدی چلنا ہے۔ اور امام باقر فرماتے ہیں۔ اسعوا
یعنی امضوا ہے۔

تفسیر صافی کے حوالہ سے امام باقر رضی اللہ عنہ سے منسوب کس قدر واضح
ہے کہ آپ نے اسعوا کے بعد لفظ امضوا ذکر فرمایا۔ جو تفسیر کے لیے استعمال
ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ فامضوا تفسیر کے طور پر مذکور ہوا۔ لیکن معترض کو
تحریف سوجھی۔ وہی بات کہ جس کا ہم بارہا اعادہ کر چکے ہیں۔ کہ ان بے وقوفوں کے
تمام اعتراضات یا تو منسوخ التلاوۃ کی شکل کے ہیں۔ یا اختلاف قرات کی صورت کے
یا تفسیری اور وضاحتی عبارات سے۔ جس طرح کہ زیر بحث لفظ داخل تفسیری جملہ کو اس
نادان نے نفس قرآن سمجھ کر ہم پر تحریف کا الزام ثابت کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق
عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض بست و ہشتم

سنیوں کے قرآنی حروف کی تحریف۔

رسالہ تحریف قرآن

تفسیر در منثور جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۲۲۶ سطر آخر میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے عبدالرزاق ابن منذر، حاکم اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرء فطلقوھن فی قبل عدتھن انتھی

یعنی سورۃ الطلاق شریف میں جو آیت ہے۔ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ یعنی حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فطلقوھن فی قبل عدتھن یعنی آیت یوں پڑھا کرتے تھے۔ اس آیت میں فی قبل عدتھن کو بعد میں سے تبدیل و تحریف کر دیا گیا۔ [illegible]۔

(رسالہ تحریف قرآن ص ۳۳ مطبوعہ کتب خانہ سیفیہ لاہور)

جواب:

گزشتہ اعتراضات کی طرح یہ اعتراض بھی اختلاف قرات اور قرات شاذہ کی

اعتراض بست وہشتم

اہل سنت کے قرآن میں مکی سورتوں میں مدنی آیات اور بالعکس موجود ہیں

رسالہ تحریف قرآن

فرمایا صاحبان اہل سنت کی معتبر کتب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے قرآن میں بعض وہ آیتیں جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ان کو مدنی سورتوں میں داخل کیا گیا ہے اور بعض مدنی آیتوں کو مکی سورتوں میں داخل کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر مختصراً صرف چند مقام لکھتا ہوں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر در منثور جلد چہارم مطبوعہ مصر ص ۴۳ سطر ۵ میں امام سیوطی لکھتے ہیں۔ کہ ابن المنذر و ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے۔

(مختصر و مفید)

قال سورة الرعد مدنية الا اية مكية ولا يزال الذين كفروا تصيبهم بما صنعوا قارعة انتهى بلفظه

ترجمہ:

یعنی سورہ رعد مدینہ میں نازل ہوئی۔ مگر اس سورت میں صرف ایک

آیت ولا یزال الذین کفروا الخ مدنی آیت ہے جس کو جامع القرآن نے خلاف ترتیب مکی میں ٹھونس دیا ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ مصری جلد پنجم ص ۲۰۸ سطر آخیر میں امام رازی لکھتے ہیں

سُورَةُ الرَّعْدِ اَرْبَعُوْنَ وَثَلَاثُ آيَاتٍ مَكِّيَّةٌ سِوٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ وَقَوْلِهٖ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ قَالَ الْاَصَمُّ هِيَ مَدَنِيَّةٌ بِالْاِجْمَاعِ۔ انتہی بلفظہ۔

ترجمہ:

یعنی سورہ رعد ۴۳ آیتیں ہیں۔ اور یہ سورت مکی ہے۔ سوا آیت ولا یزال الذین کفروا اور آیت ومن عندہ علم الکتاب کے۔ اصم نے کہا ہے کہ یہ مدنی آیتیں ہیں۔ اس پر اجماع صحابہ کا ہے۔

(رسالہ تحریف قرآن ص ۵۷۔ ۵۸ مطبوعہ
مکتبہ حیدریہ لاہور)

جواب:

ما زری مجلسی نے اس اعتراض میں جو کچھ کہنا چاہا وہ یہ ہے کہ اہل سنت کے مسلم حضرت ابوبکر صدیق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے قرآن جمع کرتے وقت ایک بہت بڑی غلطی کی کہ مکی سورتوں میں مدنی آیات اور مدنی سورتوں میں مکی آیات ٹھونس دیں۔ اور ایسا کرنا ہی تحریف ہے۔ یہ اس جیسے چند ایک سے عقیدے کا خلاصہ ہے۔ جو ملا مازری نے ذکر کیا۔ ہم نے طوالت کے پیش نظر اسے چھوڑ دیا ہے۔

تبدیلی آیات کا اقرار

سورۃ رعد تفسیر مجمع البیان

سُوْرَۃُ الرَّعْدِ مَکِّیَّۃٌ کُلُّھَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطَا وَقَالَ الْکَلْبِیُّ وَمُقَاتِلٌ مَکِّیَّۃٌ اِلَّا اٰخِرَ اٰیَۃٍ مِنْھَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جز ششم ص ۲۷۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس اور عطا کہتے ہیں۔ کہ سورۃ رعد تمام مکی ہے۔ آخری آیت کے سوا تمام سورت مکی ہے۔

سورۃ ابراہیم تفسیر مجمع البیان

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَتَادَۃُ وَالْحَسَنُ ھِیَ مَکِّیَّۃٌ اِلَّا اٰیَتَانِ نَزَلَتَا فِیْ قَتْلٰی بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا اِلٰی قَوْلِہٖ

فبئس القرار

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزو ششم ص ۳۰۱
مطبوعہ تہران طبع جدید۔

ترجمہ:

حضرت ابن عباس، قتادہ اور حسن کہتے ہیں کہ سورۃ ابراہیم دو آیتوں کو چھوڑ کر باقی ساری مکی ہے۔ وہ دو آیات غزوہ بدر میں مشرکین مقتولین کے بارے میں نازل ہوئیں۔ الم تر الی الذین بدلوا سے لے کر فبئس القرار تک۔

سورۃ حج : تفسیر مجمع البیان

مکیۃ عن ابن عباس و عطا الا آیات قال الحسن ہی مدنیۃ غیر آیات نزلت فی السفر وقال بعضہم غیر ست آیات وقال بعضہم غیر اربع آیات۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزو ہفتم ص ۷۰
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس اور عطا سورۃ حج کو چند آیات کے سوا مکی قرار دیتے ہیں۔ حسن نے کہا یہ سورت مدنی ہے۔ لیکن وہ آیات جو سفر کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور کہا گیا ہے بعض نے چھ اور بعض نے چار آیات کے سوا تمام سورت کو مدنی کہا ہے۔

سورۃ الشعراء و تفسیر مجمع البیان

مَكِّيَّةٌ كُلُّهَا غَيْرَ قَوْلِهِ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ آيَاتٌ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ فَإِنَّهَا نَزَلَتْ بِالْمَدِينَةِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم ص ۱۸۴
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سورۃ الشعراء "والشعراء یتبعہم الغاوون" سے آخر تک کی آیات کے سوا تمام مکی ہے۔ آخری آیات مذکورہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔

سورۃ لقمان و تفسیر مجمع البیان

مَكِّيَّةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سِوَى ثَلَاثِ آيَاتٍ نَزَلْنَ بِالْمَدِينَةِ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ إِلَى آخِرِهِنَّ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہشتم ص ۳۱۴
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ سورۃ لقمان تین آیات کو چھوڑ کر باقی مکی ہے۔ تین آیات یہ ہیں۔ "ولو ان ما فی الارض" سے آخر تک۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! علامہ ڈھکو کا شیعوں سے مکی سورتوں میں مدنی آیات یا بالعکس کو بطور تحریف پیش کیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ ان کی تفاسیر میں موجود ہوتے ہوئے کسی نے بھی اس کو تحریف کے زمرے میں شامل نہیں کیا۔ اس سے علامہ ڈھکو کی منافقت کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ یہی وہ آیات ہیں۔ کہ جنہیں ہم اہل سنت پر تحریف کے الزام کے طور پر دلیل بنا کر پیش کیا لیکن جب خود ان پر یہی اعتراض کیا گیا۔ تو پھر ان کی نسبت یہ پکار اٹھے کہ ایسا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی کر دیا تھا اس لیے ہم اس سے بری ہیں۔ جب تم بھی بری ہو۔ تو پھر یہی الزام اہل سنت پر لگانے میں ان منافقت کا ظہور کیوں کیا گیا۔

ہوئے تحریف سے تعلیق کے دھوکے باز

گزشتہ سطور میں یہ تحریر ہوا تھا۔ کہ میں علامہ ڈھکو کے دوغلے پن کی تصویر کشی کرنا چاہتا ہوں کہ دو کالم بنا کر بطور تقابل یہ واضح کر دوں۔ کہ ایک ہی آیت بیک وقت اہل سنت پر تحریف کے روپ میں اور اہل تشیع کے لیے تکمیل قرآن کے رنگ میں پیش کی گئی ہے۔ جس پہ کہ تم نے اس میں تحریف کی، اور خود اس کو منسوخ گردانا۔

فصل ششم

تقابل نمبر (۱)

رسالہ تحریف قرآن

سنیوں کی قرآنی سورتوں کا نقصان

اتقان:

(۱) ابو عبید نے ص ۷۴ سطر ۱۲ میں زر بن حبیش سے نقل کیا ہے۔

قال قال لی ابی بن کعب کاین تعد سورۃ الاحزاب قلت اثنین و سبعین آیۃ او ثلاثا و سبعین آیۃ قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ۔ انتھی بلفظہ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ طبع مصر مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: یعنی زر بن حبیش سے کہا ہے کہ ابی بن کعب نے مجھ سے کہا کہ.

تفسیر لباب التنزیل

آیہ منسوخ الحکم والتلاوۃ معاً است

و یروی ان سورۃ الاحزاب کانت بمنزلۃ السبع الطوال او ازید ثم وقع النقصان فیہ۔

(تفسیر لباب التنزیل جلد اول ص مطبوعہ ہاشم پریس لاہور)

ترجمہ: یہ مروی ہے کہ سورۃ احزاب سات لمبی سورتوں یا ان سے بھی لمبی تھی۔ پھر اس میں نقصان واقع ہو گیا۔

سورۂ احزاب کی تم کتنی آیتیں شمار کرتے ہو۔ میں نے کہا بہتر یا تہتر آیتیں۔ ابی کعب نے کہا اگر یہ سورت پوری کی پوری رہنے دی جاتی تو سورۂ بقرہ کے برابر ہوتی۔

(رسالہ تحریف قرآن ص

مصنفہ مازری)

نوٹ:

مازری قرآن کریم میں نسخ کی تین اقسام کا ذکر اور ان کے برحق ہونے کی بحث کرتے ہوئے ایک قسم کہ جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے ہیں۔ کے ثبوت کے طور پر سورۂ احزاب کو ذکر کر رہا ہے۔ یعنی اس کی بہت سی آیات بمع حکم منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن رسالہ تحریف قرآن میں اس کو تحریف کے الزام کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ ہے نا منافقت۔

تقابل نمبر ۵

رسالہ تحریف قرآن

سنیوں کے قرآن آیتوں کی تحریف

آیت رجم: حضرات اہل سنت کی کتب سے یہ بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ سورۂ احزاب کے اس نقصان عظیم میں جو آیتیں حذف کیے گئے ان میں ایک مشہور آیت رجم کی موجود تھی۔ جو تحریف کی گئی ہے اور موجودہ قرآن میں نہیں۔

ایضاً۔ جلد نمبر ۹۰ سطر ۵ میں علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ بخاری، مسلم اور ابن ضریس نے ابن عباس سے روایت کی ہے

اَنَّ عُمَرَ قَامَ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ

تفسیر واضح التنزیل

منسوخ التلاوۃ دون الحکم

اما آیتیکہ منسوخ التلاوۃ باشد دون الحکم چوں آیت رجم باتفاق کافۂ مفسرین و محدثین است چنانچہ بخاری و ترمذی و ثعلبی و ابو داؤد و حمیدی و جز ایشاں ہم گفتہ کہ آنچہ منسوخ التلاوۃ غیر الحکم است ایں آیہ است

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا الْبَتَّۃَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ

(تفسیر واضح التنزیل جلد اول صفحہ ۵۱ پنجم ۲۱)

ترجمہ:

بہرحال وہ آیات جو لفظوں کے اعتبار سے منسوخ ہیں لیکن حکم

عقائد جعفریہ

بعث محمدا بالحق و
انزل علیہ الکتاب
فکان فیما انزل
علیہ آیۃ الرجم
فقرأ و نقلنا الشیخ و الشیخۃ
اذا زنیا فارجموھما
البتۃ و رجم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
و رجمنا بعدہ فاخشی
ان یطول بالناس زمان
فیقول ما نجد آیۃ
الرجم فی کتاب اللہ
فیضلوا بترک فریضۃ
انزلھا اللہ ۔ انتہی بلفظہ

ترجمہ:

یعنی عمر بن الخطاب ایک دن
خطبہ دیتے کھڑے ہوئے
بس حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ
بے شک خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو حق کے ساتھ بھیجا اور اپنی
کتاب ان پر نازل کی ہے

باقی ہے ۔ اس کی مثال جیسا کہ
آیت رجم ۔ تمام مفسرین و محدثین
مثلاً فخر رازی، نیشاپوری، ثعلبی
واحدی اور بغوی بلکہ دوسرے
تمام سنے کہا ہے ۔ کہ یہ آیت
متروک اللفظ غیر الحکم ہے ۔
الشیخ و الشیخۃ اذا زنیاھا

نوٹ:

رسالہ تحریف قرآن میں علامہ نوری
نے آیت رجم کے بارے میں
کہا ۔ کہ آیت رجم قرآن میں تھی
لیکن سنیوں کی تحریف کی وجہ
سے موجودہ قرآن میں نہیں ہے
لیکن اس کے برعکس اپنی تفسیر
میں اس آیت کے بارے میں
صاف صاف تحریر کر دیا ۔ کہ یہ
ان آیات میں سے ہے ۔ کہ
جن کا لفظ منسوخ ہو چکا ہے
اور حکم باقی ہے ۔ بلکہ اس میں
تمام مفسرین و محدثین کا اجماع
نقل کیا ہے ۔ اس تفاصیل کے

جو کہ ان پر نازل کیا۔ اس میں
سے آیت رجم بھی تھی۔ جس کو
ہم نے خود پڑھا۔ اور سنا تھا۔
اور وہ آیت یہ تھی۔ الشیخ
والشیخۃ اذا زنیا
فارجموھما البتۃ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے رجم کیا تھا۔ اور ان کے بعد
ہم کرتے رہے۔ لیکن اب میں
ڈرتا ہوں۔ کہ لوگوں پر زمانہ
دراز گزر جائے۔ اور کہنے
والے کہنے لگیں۔ کہ ہم تو آیت
رجم قرآن میں پاتے ہی نہیں
پس اس سبب ایک فریضہ کو
چھوڑ کر ضلالت میں پڑ جائیں
تفسیر اتقان بسیوطی مصری نوع
۴۷ ص ۱۳ سطر ۲۲ میں بھی
جس کا تعلق سورۃ احزاب
بروایت ابی بن کعب قرآن
سے آیت رجم کا تحریف کیا
جانا تسلیم کیا گیا ہے نیز بخش

بعد آپ ناظرین خود فیصلہ
کریں۔ کہ منسوخ التلاوت
دونوں الحکم میں سنیوں کا کہاں
تک دخل ہے۔ کیا اس کی
تنسیخ ہم نے کی۔ جب یہ سب
کچھ اللہ کی طرف سے ہوا۔
تو پھر اس کے بعد قرآن میں
ان الفاظ کا باقی رہنا نا ممکن تھا
اس لیے اہل سنت پر تحریف کا
الزام لگا کر یہ کہنا کہ انہوں نے
آیت رجم قرآن سے نکال دی
کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اور
کتنی گستاخی منافقت اور
بے دیانتی ہے۔

کہتا ہے۔ کہ مجھے ابی بن کعب نے
کہا: کُنَّا نَقْرَأُ
فِيهَا آيَةَ الرَّجْمِ قُلْتُ
مَا آيَةُ الرَّجْمِ قَالَ
إِذَا زَنَى الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ
فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ
نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔

(رسالہ تحریف قرآن
ص ۵۳-۵۴-۵۵
مطبوعہ لاہور۔)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تقابل نمبر ۱

رسالہ تحریف قرآن سنیوں کی قرآنی آیتیں کی تحریف

زیر بحث مال سنیوں کی معتبر روایات سے بھی ثابت ہے کہ سنیوں کے قرآن کی مال کے متعلق بھی ایک آیت نازل ہوئی تھی جسے سنیوں کے خلیفہ صاحب نے تحریف کر کے قرآن سے نکال دیا اور اب حضرت عثمان کے جمع کیے ہوئے اس قرآن میں وہ آیت بالکل موجود نہیں ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل و منسوخ التلاوت دون الحکم

و در در منثور ایضاً از مسعود کہ این آیہ از سورہ نور بود کہ مردہ شدہ و حکمش باقی است و بخاری نیز آن را روایت کردہ و در تفسیر در منثور نیشاپوری و طبرانی و در در منثور و مسند و بخاری و ابن ماجہ و ابو نعیم و بیہقی و بیہقی در دلائل و خیر ثقات بیک از عمر بن روایت کردہ کہ در زمان رسول می خواندیم۔

لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی الیہما۔

تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع احمدی ان
دوم ص ۱۰۱ سطر ۳ پر یہ مرقوم
ہے کہ عبدون صالح نے ہشام
بن سعید اور اس نے ابو واقد لیثی
سے روایت کی ہے
قال كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم اذا اوحى
اليه اتيناه فعلمنا مما
اوحى اليه قال فجئت
ذات يوم فقال ان الله
يقول انا انزلنا المال
لاقام الصلوٰة وايتاء
الزكوٰة ولو ان لابن آدم
واديا من ذهب لاحب ان
يكون اليه الثانى ولو
كان له الثانى لاحب ان
يكون اليهما الثالث ولا
يملأ جوف ابن آدم الا التراب
ويتوب الله على من تاب
انتہی بلفظہ۔
خلاصہ یہ ہے کہ ابو واقد لیثی

ثالث ولا يملأ جوف
ابن آدم الا التراب و
يتوب الله على من تاب
وسیوطی نے درمنثور روایت کی ہیں
مفسرین نے ہم تفسیر میں کثیر نقل
کرو من تا رتفسیر حج الیہ
(تفسیر رہا مع التنزیل
جلد اول ص ۲۴۵
مطبوعہ لاہور)
ترجمہ: اگر آدمی کے پاس مال کی
دو جرا وریاں بھی ہوں۔ تو وہ
تیسری مانگے گا۔ اور آدمی کا
پیٹ تو صرف مٹی ہی بھرے
گی۔ علامہ سیوطی نے اسی
مضمون کی آٹھ روایات ہم تفسیر
اور بہت بڑی جماعتوں سے
نقل کی ہیں۔ جو چاہے۔ ان کی
تفسیر کی طرف رجوع کرے۔
نوٹ:
شیعہ مفسر ملا حائری اپنی تفسیر
میں مذکورہ آیت کو ایں بحث

نے کہا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی۔ تو
ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے
پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ وحی
ہمیں تعلیم دیا کرتے۔ ایک نے کہا
کہ حسب معمول ایک روز جب
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں۔ تو یہ خط کشیدہ آیت پیغمبر
نے پڑھ کر سنائی۔ اور فرمایا کہ خدا
تعالیٰ ایسا فرماتا ہے۔
فرمایا صاحبان! فرمائیے۔
کیا تم اس آیت کو اب
موجودہ قرآن میں کہیں پاتے۔
ہو۔ ہرگز نہیں! تو پھر ظاہر
ہے کہ سنیوں کی اس روایت
کے مطابق یہ آیت الٰہی تک
(رسالہ تحریف قرآن میں سنہ۔ مدینہ طبوعہ)

وہاں تشیع کی تفسیروں سے
یہ ثابت کر رہا ہے۔ کہ اس
کے الفاظ منسوخ ہو چکے ہیں
اور حکم باقی ہے۔ لیکن یہی حقیقت
رسالہ تحریف قرآن والا اس کو
سنیوں کی تحریف قرار دے رہا ہے
سہ: شرم تم کو مگر نہیں آتی
فاعتبروا یا اولی الابصار

تقابل نمبر ۲

رسالہ تحریف قرآن	تفسیر لوامع التنزیل
(سنیوں کے قرآنی آیتوں کی تحریف)	(منسوخ التلاوت دون الحکم)
آیت جاھدوا سنیوں کی معتبر روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت جاھدوا بھی سنیوں کے خلیفہ صاحب عثمان نے قرآن سے تحریف کر دی ہے۔	ابو عبیدہ روایت کردہ کہ عمر بعبدالرحمن بن عوف گفت آیا نبود در منزل علینا ان جاھدوا کما جاھد تم اول مرۃ وحالا نمی یابیم عبدالرحمن گفت آری ایں از جملہ است کہ از قرآن ساقط شدہ۔
تفسیر اتقان (مطبوعہ احمدی) نوع ۴۷ ص ۱۰۴ سطر ۱۲ میں مرقوم ہے کہ ابن ابی مریم نے نافع سے اس نے ابن عمر بھی سے اس نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے مسور بن مخرمہ سے	(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۲۷۵ مطبوعہ ہاشم پریس لاہور)
	ترجمہ: ابو عبیدہ روایت کرتے ہیں

تقابل نمبر ۳

رسالہ تحریف قرآن

(سنیوں کے قرآن میں مکی سورتوں میں مدنی آیات اور بالعکس ہیں)

فرمایا صاحبان اہل سنت کی معتبر
کتب سے یہی ثابت ہوتا ہے
کہ ان کے قرآن میں بعض وہ مکی
جو مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔ ان
کو مدنی سورتوں میں داخل کیا
گیا ہے۔ اور بعض مدنی آیتوں
کو مکی سورتوں میں داخل کیا ہے
نمونہ کے طور پر چند مقام سناتا
ہوں۔ غور سے سماعت فرمائیں

(رسالہ ...)

(تفسیر زمخشری)

تفسیر لوامع التنزیل

(سورۃ بقرہ میں مکی مدنی سورتوں کا اختلاط)

بدانکہ در این جا چند بحث است
بحث اول آیا این سورۃ بقرہ مکی
است یا مدنی یا ہر دو در این با جملہ
خلاف است و مشہور مدنی است مگر
یک آیت و اتقوا یوما ترجعون
فیہ الی اللہ در حجۃ الوداع در منیٰ
نازل شدہ (تفسیر لوامع التنزیل جلد اول صفحہ ...)

ترجمہ: اس مقام پر چند بحثیں ہیں پہلی یہ کہ کیا
سورۃ البقرہ مکی ہے یا مدنی یا دونوں میں
ہے۔ با اختلاف ہے اور مشہور مدنی ہے مگر
ایک آیت واتقوا یوماً کی ہے جو مقام منیٰ
میں حج الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی۔

آخری گزارش

چونکہ قلم اور وقت کے پاس حائری کی تفسیر لوامع التنزیل کی صرف تین جلدیں تھیں۔ جن میں سے چند تعداد کی حوالہ جات سپرد قلم کیے۔ کہتے ہیں۔ کہ دیگ میں سے ایک دانہ دیکھنا ہی کافی ہوتا ہے۔ ہم نے ان مختصر حوالہ جات پیش کر دیے۔ جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہے۔ کہ حائری کس درجہ گھٹیا پن کا شکار ہے اور حماقت اس میں کس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ رسالہ تحریف قرآن اور قرامطہ شیعہ میں اٹھائے گئے اعتراضات کا ہم نے تفصیل سے جواب دیا ہے اس بحث کو سمیٹتے ہوئے بطور خلاصہ چند سطور پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اہل تشیع چونکہ خود تحریف قرآن کے معتقد ہیں۔ اس لیے وہ اس گناہ کے مجرم کی حیثیت میں رہنا چاہیے۔

۲۔ کتب شیعہ سے ہم نے متعدد حوالہ جات سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ تحریف قرآن پر ان کے اکابر علماء کا اتفاق ہے۔

۳۔ ان کی کتب کے حوالہ جات سے تحریف قرآن پر دو ہزار روایات کا ہونا ہم بیان کر چکے۔

۴۔ ان کے ہاں تحریف قرآن کی روایات حد تواتر تک بلکہ متواتر تر ہیں۔

۵۔ اہل سنت پر تحریف کا الزام ثابت کرنے کے لیے ایک بھی صحیح روایت پیش نہ کر سکے۔

۶۔ جو روایات انہوں نے ذکر کیں۔ وہ یا تو منسوخ التلاوت یا روایت و قراءۃ شاذہ یا اختلاف قراءۃ کی صورتیں تھیں۔

ے۔ ان کا موجودہ قرآن کو کامل اور غیر محرف ماننا صرف تقیہ کے طور پر ہے۔ ورنہ صحیح اور کامل قرآن کو امام غائب کے پاس مانتے ہیں۔

قد تم عن تحريف القرآن وتسبيحه
بعون الله المقتدر والصلوة والسلام
على رسوله محمد وآله واصحابه
وازواجه وذرياته وعترته واهل
بيته اجمعين

الحاصل

"قرآن کریم کی تحریف" اس موضوع پر ہم نے سیر حاصل بحث کی جس کا ایک ایک ورق نہایت مفید اور کارآمد ہے۔ لیکن اس کی طوالت کے پیش نظر خیال آیا کہ اس کا خلاصہ بعد مزید باتوں کے تحریر کیا جائے تاکہ حضرات علماء کرام مختصر وقت میں بہت کچھ معلوم کر سکیں۔ اس اختصار کو ہم چار فصلوں میں اختصار سے بیان کر رہے ہیں

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

فصل اول:

اثبات تحریف قرآن پر کتب اہل تشیع سے دلائل قاہرہ۔

فصل دوم:

تحریف قرآن شیعہ قائلین کی فہرست اور اس موضوع پر ان کی تصانیف

فصل سوم:

تحریف قرآن کے چند منکر شیعوں پر انہی کے ہم مسلک علماء کی گرفت

فصل چہارم:

تحریف قرآن کی زد میں آیت وغیرہ کی بحث۔

فصل اول

اثبات تحریف قرآن پر کتب اہل تشیع سے دلائل قاہرہ

دلیل اول — فصل الخطاب

ان كيفية جمع القرآن وتاليفه مستلزمة لعادة موقوع التغيير والتحريف فيه وقد اشار الى ذالك العلامة المجلسي في مراة العقول حيث قال والعقل يحكم بانه اذا كان القرآن متفرقا منتشرا عند الناس وتصدى غير المعصوم لجمعه يمتنع عادة ان يكون جمعه كاملا موافقا للواقع۔

ترجمہ:

جس کیفیت سے قرآن کریم جمع ہوا اور اس کی تالیف ہوئی۔ وہ کیفیت بطور عادت یہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ قرآن کریم میں تغییر و تحریف لازماً واقع ہو۔ مرأۃ العقول میں علامہ مجلسی نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عقل یہی فیصلہ کرتی ہے۔ کہ جب قرآن کریم ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا۔ اور مختلف لوگوں کے پاس اس کے مختلف حصے تھے۔ تو اس صورت میں جب ایک غیر معصوم شخص اس کو اکٹھا کرنے کے درپے ہو۔ تو بطور عادت اس کو کامل اور واقع کے مطابق ہونا ممتنع ہوتا ہے۔

توضیح

مجلسی شیعی نے ازروئے عقل موجودہ قرآن کو ناقص اور خلاف واقع ثابت کیا ہے۔ موجودہ قرآن ظاہر بات ہے۔ کہ ہم اہل سنت کے پاس اور اہل تشیع کے پاس یہی قرآن ہے۔ جس کو غیر معصوم لوگوں نے جمع کیا۔ اور دو غیر معصوموں کا جمع کرنا نامکمل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے۔ ایک خطا کا سرزد ہونا اور دوسرا جمع کرنے سے قبل قرآن کریم کا بکھرا ہوا ہونا دونوں امور مل کر اس عقلی امتناع کو اور مضبوط کر دیتے ہیں۔ اس عقلی فیصلہ میں ایک پیچیدگی ظاہر ظاہر ہے۔ جس کا حل اس کے قائلین کو ہی پیش کرنا چاہئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو قرآن معصومین (حضرت علی المرتضیٰ) نے جمع کیا تھا۔ اور وہ اسے ابوبکر و عمر فاروق کے پاس لے کر گئے تھے۔ اور جب اسے کھول کر پڑھا گیا۔ تو اس کے ابتدائی صفحات پر مہاجرین و انصار کی فضیحت لکھی گئی تھی۔ جس پر فاروق اعظم نے کہا۔

سے جاؤ ۔ تمہیں اس قرآن کی کوئی ضرورت نہیں ۔ چنانچہ معصومین نے اپنا جمع کردہ
قرآن ہمراہ لیں اور اٹھاتے ہوئے کہا ۔ کہ اب تمہیں یہ قرآن نظر نہ آئے گا ۔ آخر زمانہ میں
امام غائب سے کر آئیں گے ۔ چنانچہ اہل تشیع کے نزدیک سامرہ کی غار میں امام
فرما رہے ہیں یہ قرآن تو دنیا کو دیکھنا نصیب نہ ہوا ۔ اور وہ قرآن جو ابوبکر و عمر نے
جمع کیا تھا ۔ وہ ناکمل اور غلط واقع ہے ۔ اب اہل تشیع کے پاس اصلی قرآن تو
ہے نہیں ۔ اور ان کے خود اقرار کی بنا پر ۔ اور موجودہ قرآن کو نامکمل اور محرف مانتے ہیں
گویا شیعوں کے پاس نہ قرآن رہا اور نہ ایمان ۔

حیرت کی یہاں ہی انتہا نہیں ہوتی ۔ بلکہ ان کی شیخ صدوق وغیرہ معتبر کتب
شیعہ میں یہ تحریر بھی موجود ہے ۔ کہ حضرت آئمہ اہل بیت کے اقوال و ارشادات
و احادیث میں بہت خلط ملط ہو چکا ہے ۔ اس لیے ان کی صحت کو معلوم کرنے کا
ایک ہی طریقہ مذکور ہے ۔ وہ یہ کہ آئمہ نے فرمایا ۔ ہماری احادیث کو قرآن پر پیش کرو
اگر موافق پاؤ تو عمل کرو ۔ ورنہ چھوڑ دو ۔ مطلب ان کی احادیث و روایات کی موافقت
کس قرآن سے کی جائے ۔ موجودہ قرآن نامکمل اور تحریف شدہ ہے ۔ اس پر پیش
بھی اہل تشیع کو یقین نہیں ۔ اور ان کا اصلی قرآن ابھی نایاب ہے ۔ اور نہ معلوم سامرا کی
غار سے کوئی لے کر نکلے یا یہ ترستے ہی مر جائیں ۔ اور امام غائب آتے یا نہ آتے
اگر آتے تو شاید معصومین کا جمع کردہ قرآن ساتھ لاتے یا نہ ۔ اب ان بیچاروں
سے کوئی پوچھے ۔ کہ تمہارے مذہب کی جب دو بنیادیں ہیں ۔ قرآن کریم اور
احادیث ائمہ اہل بیت ۔ احادیث ائمہ تو موضوعات اور کثرت روایات
میں پھنس گئیں ۔ اس لیے ان پر عمل کرنا مشکل ہو گیا ۔ اس مشکل کا حل تو ائمہ نے جو
پیش کیا ۔ کہ قرآن پر ہماری احادیث پیش کرو ۔ اب ائمہ کی احادیث کی صحت و
عدم صحت معلوم کرنے کے لیے کس قرآن پر پیش کریں ۔ ابوبکر و عمر کا جمع کردہ

غلطیوں سے مبرا نہیں۔ اور نقلی طور پر ناقص ہے۔ اس پر پیش کرنے سے مسئلہ حل نہ ہو گا۔ اور اگر اس قرآن پر پیش کرتا ہے جو معصومین نے جمع کیا تھا۔ تو وہ مفقود ہے۔ اس کا صاف نتیجہ یہ نکلا۔ کہ احادیث ائمہ بھی گئیں۔ قرآن انہوں نے پہلے ہی نامکمل و محرف قرار دے دیا تھا۔ اب ایمان سے بتلایئے۔ اہل تشیع کے مذہب کے دو بنیادوں میں سے ایک بھی قابل اعتبار اور کامل صورت میں موجود نہیں۔ پھر ان کے مذہب کا کیا اعتبار باقی رہ جاتا ہے۔ اس شیطان نے جس راہ پر لگا دیا۔ آج تک اس نے ان کے لیے مزین کر دیا۔ وزین لهم الشیطن اعمالهم یہ تھی فقہ جعفریہ کی حقیقت جس کی صداقت و حقانیت کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں جو فقہ حنفیہ پر اعتراض و الزامات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ حالانکہ فقہ حنفیہ کی اصل اور موجودہ قرآن ہے۔ جسے ہم کامل و مکمل و غیر محرف مانتے ہیں۔ وہ بھی لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہر دور میں موجود رہا۔ اور تا قیامت رہے گا۔ اور احادیث نبویہ بھی صدیوں سے مدون صورت میں موجود ہیں۔ ان دونوں پر اس فقہ کا دارومدار ہے۔

جب فقہ حنفیہ کی بنیادیں موجود اور مستحکم ہیں۔ فقہ حنفیہ بھی موجود و مستحکم ہے۔ اس کے برخلاف فقہ جعفریہ کی ایک بنیاد بھی موجود نہیں۔ اور اگر ہے تو ناقص اور اصلی و نقلی سب کچھ کا مرکب ہے۔ لہٰذا جیسا اصل ویسی فرع۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل دوم

بقول شیعہ قرآن کی تحریف تواتر سے ثابت ہے۔

فصل الخطاب

قد عرفت مشروحاً انّ النقصان انما تطرق علی
القرآن بسبب خلافة اهل الجور و العدوان
و بلوغ ما ذکرنا و نقلنا من اول المقدمات
الی ههنا ان یدعی حد التواتر کما لا یخفی علی منصف
مع عدم عنوان علی کثیر من کتب الاخبار
و قد ادعی تواترها جماعة منهم المولی
محمد صالح فی شرح الکافی حیث قال فی شرح
ما ورد ان القرآن الذی جاء به جبرئیل الی
النبی صلی الله علیه وسلم سبعة عشر
الف آية و فی روایة سلیم ثمانیة عشر
الف آية و اسقاط بعض القرآن و تحریفه ثبت من

طرقنا بالتواتر المعنوی کما یظہر لمن تامل

فی کتب الاحادیث من اولہا الی آخرہا و

منہم الفاضل قاضی القضاۃ علی بن عبد العالی

ما لفظہ ان ایراد الاکابر الاصحاب اخبارنا

فی کتبہم المعتبرۃ التی ضمنوا اصحۃ ما فیہا

قاض بصحتہا فان لم طرقا فی تصحیحہا غیر

جمع الرواۃ کالاجماع علی مضمون المتن ولیس

عندی تنقیص ہولاء الفحول بصحۃ المتن بادون

من توثیق الرواۃ ومنہم الشیخ المحدث الجلیل

الشیخ ابو الحسن الشریف فی مقدمات تفسیرہ

ومنہم العلامۃ المجلسی قال فی مرآۃ العقول

فی باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمہ

ومنہم السید المحدث الجزائری فی منبع الحیوۃ

ومنہم المولوی محمد تقوی المجلسی ومنہم

الفاضل الامیرزا علاؤ الدین کلستانی فی شارح

النہج وقال الفاضل المتبع المولوی الحاج محمد

الاردبیلی تلمیذ العلامۃ المجلسی فی اول کتاب

جامع الرواۃ وبالجملۃ ببرکۃ نسختی ہذہ یمکن

ان یصیر قریبا اذ اکثر من الاخبار التی کانت

بحسب المشہور بین علمائنا۔

(فصل الخطاب ص ۳۵۲ طبع قدیم)

ترجمہ:

تم بالتفصیل یہ جان چکے ہو کہ قرآن کریم میں نقصان و تحریف اس وجہ سے ہوا کہ اس کے جمع کرنے کے وقت ان لوگوں کو خلافت ملی تھی جو ظلم و عدوان والے تھے اور قرآن کریم کی تحریف کے بارے میں جو روایات ہم نے متعدد مواقع پر اب تک ذکر کیں۔ وہ حد تواتر کو بھی پہنچ جاتی ہیں۔ جیسا کہ صاحب انصاف پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ہمارے اکابر کی بہت سی کتابوں سے واقف نہ بھی ہو ان تحریفی روایات کے تواتر کا بہت سے ہمارے علماء نے دعوٰی بھی کیا ہے۔ ان میں سے ایک مولوی محمد صالح ہے۔ جس نے الکافی کی شرح میں اس قول کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے۔ وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ وہ ستر ہزار آیات اور بروایت سلیم اٹھارہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ قرآن کریم کا کچھ حصہ حذف و ساقط کر دیا اور اس میں تحریف کا ہونا یہ ہمارے طریقہ پر تواتر سے ثابت ہے۔ اگرچہ وہ تواتر معنوی ہی ہے۔ جو شخص کتب احادیث کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

اُن (تحریفِ قرآن کے قائلین) بعد والوں میں سے ایک مولانا فاضل قاضی القضاۃ علی ابن عبد العالی ہیں۔ اُن کا کہنا ہے۔ کہ ہم اہل تشیع کے اکابر علماء کا ان تحریف قرآن کے قائلین کی روایات کو اپنی کتب میں ذکر کرنا جو کتابیں بہر حال قابل اعتبار ہیں۔ اس امر کی ضمانت بہم پہنچاتا ہے۔ کہ انہوں نے جو کچھ نقل کیا۔ اس کی صحت کی ذمہ داری بھی اٹھائی

کیونکہ کسی روایت کے صحیح ہونے کے لیے راویوں کے حالات کے علاوہ بھی
کئی طریقے ہیں۔ جیسا کہ کسی کتاب کے متن پر اجماع ہو جائے۔ اور میرے نزدیک
ایسے اکابر کا کسی متن کی صحت کا اقرار کرنا اس اقرار سے کم نہیں۔ کہ فلاں روایت کے
راوی ثقہ ہیں۔ لہذا وہ صحیح ہے۔

ان میں سے ایک الشیخ المحدث الجلیل الشیخ ابوالحسن الشریف بھی ہیں
انہوں نے اپنی تفسیر مراۃ الانوار کے مقدمہ میں یہ بات واضح طور پر لکھی ہے۔ یعنی
یہ کہ قرآن کریم میں تحریف ہوئی ہے۔ ا

ان میں سے ایک اور علامہ مجلسی بھی ہیں۔ انہوں نے مراۃ العقول کے ایک
باب میں کہا ہے۔ "قرآن کریم مکمل طور پر صرف ائمہ حضرات نے ہی جمع کیا تھا
موجودہ قرآن چونکہ غیر ائمہ کا جمع کردہ ہے لہذا نامکمل ہے"

ان میں سے ایک اور السید المحدث الجزائری صاحب ہیں۔ انہوں نے
"منبع الحیوۃ" میں اس کی صراحت کی۔

ایک اور صاحب مولوی محمد تقی المجلسی ہیں۔ ایک دوسرے فاضل میرزا
علاؤ الدین کلیسانی صاحب ہیں۔ انہوں نے نہج البلاغہ کی شرح کرتے ہوئے
یہ مضمون بالتصریح بیان کیا۔ ایک اور صاحب جن کا نام مولوی ملا محمد اردبیلی
ہے۔ جو علامہ مجلسی کے شاگرد بھی ہیں۔ انہوں نے جامع الرواۃ کے ابتدا میں
یہ مضمون ذکر کیا ہے۔

مختصر یہ کہ میری اس کتاب کی برکت سے ممکن ہے۔ کہ تحریف قرآن کے
اثبات میں روایات کی تعداد بارہ ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہو۔ اور یہ روایات
ان روایات کے مقابلہ میں ہوں۔ جو ہمارے علماء کے نزدیک مشہور ہیں۔

اس عبارت درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ موجودہ قرآن میں تحریف اس وجہ سے ہوئی کہ اس وقت خلافت ظالم و جابر لوگوں کی تھی۔

۲۔ تحریف قرآن کی روایات حد تواتر سے بھی نا بڑھ ہیں۔

۳۔ عام آدمی بھی ان روایات سے یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ قرآن نا مکمل ہے۔ بشرطیکہ وہ صاحب انصاف ہو۔

۴۔ اہل تشیع کی ایک جماعت ان روایات کے تواتر کی مدعی ہے۔ جو تحریف قرآن کے اثبات میں ہیں۔

۵۔ تحریف قرآن کی روایات کا تواتر ماننے والے لوگوں میں سے قوسر کردہ شیعہ اکابرین کے نام تحریر ہوئے ہیں۔

۶۔ جبرئیل نے جس قرآن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ اس میں سترہ یا اٹھارہ ہزار آیات تھیں (جو موجودہ قرآن میں ان کے نصف بھی نہیں)

۷۔ کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے والا اس امر کو بخوبی جانتا ہے۔ کہ قرآن کے کچھ حصے ساقط ہونے کی روایت باعتبار معنی متواتر ہیں۔

۸۔ جن اکابر شیعہ نے تحریف کی روایات اپنی تصنیفات میں درج کیں۔ انہوں نے ان کی صحت کی ضمانت بھی اٹھائی ہے۔

۹ - ان اکابر کا روایات کی صحت کی ذمہ داری اٹھانا اور اصل ان کے راویوں کی صحت کو محقق کرنا ہے۔

۱۰ - تحریف سے پاک اور مکمل قرآن وہی تھا۔ جسے ائمہ اہل بیت نے جمع کیا تھا

۱۱ - اور یہی نے کہا۔ کہ میری اس کتاب کی برکت سے تحریف قرآن کی روایات بارہ ہزار بلکہ اس سے بھی زائد ہو گئی ہیں جبکہ ہمارے اکابر ایسی روایات کے حد مشہور ہونے کے قائل تھے۔ (گویا مشہور سے بڑھ کر متواتر کا درجہ مل گیا ان روایتوں کو جو تحریف قرآن کے ثبوت میں ہیں)

نوٹ :-

ان گیارہ امور سے ہر صاحب انصاف یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک موجود قرآن کریم کی تحریف یقینی ہے۔ اور اس مسئلہ کے اثبات پر شیعہ مذہب کی کتب میں بارہ ہزار سے زائد روایات ہیں۔ (جو صحیح سند ہیں۔) گویا تواتر سے یہ ثابت ہوا کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ اب اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ ہم تو اس قرآن کو کامل وغیرہ محرف سمجھتے ہیں۔ تو یہ اس کا وہ تقیہ تو ہو سکتا ہے عقیدہ نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دلیل سوم

بقول شیعہ اقرارِ تحریف ضروریاتِ دین میں سے ہے کیونکہ یہ تحریف غاصبین خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے

تفسیر مرآۃ الانوار

الفصل الرابع فی بیان خلاصۃ اقوال علمائنا فی تغییر القرآن و علامۃ و ترتیبہ استہ لا لنا

انظر التغییر

اعلم ان الذی یظہر من ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی طاب ثراہ انہ کان یعتقد التحریف والنقصان فی القرآن لانہ روی روایات کثیرۃ فی ہذا المعنی

فی کتاب الکافی صرح فی اوله بانه کان یثق
فیما رواه فیه ولم یتعرض لقدح فیها ولا ذکر
معارضا لها وکذلک شیخه علی بن ابراهیم القمی
فان تفسیره مملوة وله غلو فیه ووافق القمی
والکلینی جماعة من اصحابنا المفسرین کالعیاشی والنعمانی وفرات ابن ابراهیم وغیرهم و
هو مذهب اکثر محققی محدثی المتاخرین
وقول الشیخ الاجل احمد بن ابی طالب الطبرسی
کما ینادی کتابه الاحتجاج ونصره شیخنا العلامة
باقر علوم اهل البیت وخادم اخبارهم فی کتابه
بحار الانوار وبسط الکلام فیه بما لا مزید
علیه وعندی فی وضوح صحة هذا القول بعد تتبع
الاخبار وتفحص الاثار بحیث یمکن الحکم بکون
من ضروریات مذهب التشیع وانه اکبر مقاصد
غصب الخلافة فتدبر حتی تعلم توهم الصدوق
حیث قال فی اعتقاداته

(تفسیر مرآۃ الانوار تصنیف محدث اعظم
ابوالحسن شریف ص ۴۹ فصل رابع
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ محمد بن یعقوب کلینی کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ

قرآن کریم میں آیات کم کرنے کی تحریف موجود ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب الکافی میں اس مضمون کی تائید کی بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔ اور اس کتاب کے شروع میں اس نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ میری اس کتاب کی ہر روایت صحیح ہوگی۔ اور پھر ان روایات (جو تحریف کے اثبات پر ہیں) پر اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کی کوئی معارض روایت ذکر کی۔

اسی طرح اس کے شیخ علی بن ابراہیم القمی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کی تفسیر بھی ایسی روایات سے بھری پڑی ہے۔ اور یہ صاحب ذرا دو قدم آگے ہی پھلانگ گئے ہیں۔ القمی اور الکلینی کے عقیدہ کی ہمارے مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت نے موافقت کی ہے۔ جیساکہ عیاشی نعمانی اور فرات وغیرہ۔ اور متاخرین شیعہ میں سے صاحبان تحقیق اور محدثین کا یہی مذہب چلا آرہا ہے۔ ان کے علاوہ الشیخ الاجل احمد بن ابی طالب الطبرسی کا قول جو اس کی تصنیف "الاحتجاج" میں ہے۔ وہ بھی اسی عقیدہ کی منادی کر رہا ہے۔ اہل بیت کی احادیث و اخبار کے عامل اور ان کے علوم کے ماہر علامہ باقر نے بھی بحار الانوار میں اسی عقیدہ کی نصرت اور تائید کی۔ مذکور تصنیف میں اس موضوع پر اس قدر وضاحت ہے۔ کہ جس سے زیادہ ہونا ناممکن ہے۔

اور میرے نزدیک تحریف قرآن کا قول۔ جبکہ اس بارے میں اخبار و آثار کو اچھی طرح دیکھا جائے۔ تو یہ حکم رکھتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ ۔ ۔ مذہب شیعہ کا اس کے بغیر وجود ہی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور

اس کی سب سے بڑی وجہ خلافت پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ تم میری ان باتوں کی خوب غور کر و تاکہ شیخ صدوق سے جو دو اعتقادات میں لکھا ہے کہ قرآن کریم میں تحریف نہیں ہوئی۔ تمہیں اس کے اس وہم کا بخوبی علم ہو جائے۔

نوٹ:

عبارت بالا سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تحریف کے قائل دو تین نہیں شیعہ نہیں۔ بلکہ محقق و محدث اس کے معتقد ہیں۔ اور اس پر تقریباً شیعہ برادری کا اجماع ہے۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ ان کے ہاں ضروریات شیعہ میں سے ایک ہے۔ اور جو شخص اپنے مسلک و مشرب کی ضروریات میں سے کسی ایک کا منکر ہو اس مذہب کا بے ایمان۔ انوار نعمانیہ والا یہی تو کہہ رہا ہے۔

الوارد فی الکتاب والسنة المتواترة بحیث صار من الضروریات ان دینیة یکفر منکرها اجماعا ووفاقًا۔

(ص ۳۵۹ جلد نمبر ۲)

ترجمہ:

قرآن کریم اور سنت متواترہ میں موجود مسئلہ جو ضروریات دینیہ میں سے ہو۔ اس کا منکر اجماعاً اور اتفاقاً کافر ہے۔

دلیل چہارم

فصل الخطاب

الاخبار الکثیرة المعتبرة الصریحة فی وقوع السقط ودخول النقصان فی الموجود من القرآن

زیادۃ علی ما ھو متفرق فی ضمن الادلۃ: ان یقولوا انہ اقل من تمام ما نزل اعجازا علی قلب سید الانس والجان من غیر اختصاصھا بآیۃ وسورۃ۔

(فصل الخطاب ص ۲۳۵ طبع قدیم ایران)

ترجمہ:

کثیر التعداد صریح اور قابل اعتبار اخبار اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ موجود قرآن میں کمی اور تحریف ہوئی ہے۔ اور گزشتہ دلائل میں متفرق اس کا ذکر ہوا ہے۔ اور اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ جو قرآن کریم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر اترا۔ اس سے موجود قرآن کہیں کم آیات ہیں۔ اور یہ کمی کسی آیت یا سورت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

عبارت بالا سے درج ذیل امور ثابت ہوگئے

1۔ بہت سی معتبر روایات ہیں۔ جو تحریف قرآن پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

2۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے قرآن کی بہ نسبت موجود قرآن بہت کم ہے۔

3۔ وہ تحریف کسی آیت یا سورت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ پورے قرآن میں ہوئی ہے۔

نوٹ: اس حوالہ اور اس سے ثابت شدہ امور اس بات کو یقینی بنا دیتے

یہ مسئلہ اہل تشیع کے ہاں "تحریف قرآن" ایک ایسا مسئلہ ہے جو قابل اعتبار اور صریح روایات سے ثابت ہے

بقول نعمت اللہ جزائری شیعہ تحریف قرآن پر

دو ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں

دلیل پنجم

فصل الخطاب

الاخبار الواردة فی الموارد المخصوصة من القرآن الدالة علی تغییر بعض الکلمات و الآیات و السور باحدی الصور المتقدمة وهی کثیرة جدا حتی قال السید نعمت اللہ الجزائری فی بعض مولفاته کما حکی عنه ان الاخبار الدالة علی ذالک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید و المحقق الداماد و العلامة المجلسی و غیرهم بل الشیخ ایضا صرحها فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترها جماعة یاتی ذکرهم.....

اعلم ان تلک الاخبار منقولة من الکتاب المعتبرة

النی علیہا معول اصحابنا فی اثبات احکام الشریعۃ و آثار النبویۃ۔

(فصل الخطاب ص ۲۵۱ تا ۲۵۲ مطبوعہ ایران قدیم)

ترجمہ:

روایات جو خصوص مراد میں قرآن سے وارد ہوئی ہیں۔ وہ کلمات قرآن کے "آیات" اور سورتوں کے تغیر ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ بکثرت ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمت اللہ الجزائری نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے۔ کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ ایک جماعت نے ان روایات کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جن میں شیخ مفید محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ شامل ہیں۔ بلکہ شیخ نے "التبیان" میں اس سے بھی زیادہ کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت کو ان کے تواتر کی بھی مدعی ہے۔ اس کا ذکر آگے چل کر آئے گا .... تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی آیات ان کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ جن پر مذہب شیعہ کے اصحاب کا اس قدر بھروسہ ہے۔ کہ ان سے شرعی احکام اور آثار نبوی ثابت کرتے ہیں۔

نوٹ:۔

مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ تحریف قرآن کے بارے میں منصوص آیات کی تعداد تقریباً دو ہزار سے

الیہ ہے۔

۲۔ شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی نے ان روایات کو مستفیض کہا جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔

۳۔ شیخ ابو جعفر طوسی اور ایک جماعت شیعہ نے ان روایات کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

۴۔ تحریف کی روایات ان کتابوں میں موجود اور ان سے منقول ہیں جو مذہب شیعہ میں اس درجہ کی ہیں کہ ان سے احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں۔

دلیل ششم

فصل الخطاب

لا یخفی ان ھذا الخبر وکثیر امن الاخبار الصحیحۃ صریحۃ فی نقص القرآن وتغییرہ وعندی ان الاخبار فی ھذا الباب متواترۃ معنی وطرح جمیعھا یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار رأسا بل ظنی ان الاخبار فی ھذا الباب لا یقصر عن اخبار الامامۃ فکیف یثبتونھا بالخبر۔

(فصل الخطاب ص ۲۵۵ مطبوعہ قدیم ایران)

ترجمہ:

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ یہ حدیث اور اس کے علاوہ بہت سی

صحیح احادیث اس بات پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ کہ قرآن کا
میں نقص اور تبدیلی ہوئی ہے۔ اور میرے نزدیک اس تحریف قرآن
کے موضوع پر پائی جانے والی احادیث باعتبار معنی متواتر ہیں۔ اور
ان تمام احادیث کو نہ ماننا اس بات کو لازم کر دیتا ہے۔ کہ احادیث
سے مکمل طور پر اعتماد ختم ہو جائے۔ بلکہ میرا ظن تو یہ ہے۔ کہ تحریف قرآن
کے اثبات کے متعلق پائی جانے والی احادیث اُن احادیث سے
کم نہیں ہیں۔ جن سے مسئلہ خلافت ثابت ہوتا ہے۔ اگر اتنی
روایات کو ناقابل عمل قرار دیں۔ تو مسئلہ امامت بھی کھٹائی میں پڑ
جائے گا۔ اور روایات سے اس کا ثبوت مشکل ہو جائے گا۔

نوٹ

اہل تشیع کے مذہب کی جان اور روح رواں مسئلہ امامت ہے۔ اور
یہ مسئلہ بہر حال احادیث و روایات سے وہ ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ مستفیض ہوں۔
یا متواتر۔ لیکن مسئلہ تحریف قرآن کے لیے بھی مسئلہ امامت سے کم اور کمزور
روایات نہیں۔ لہذا اگر کوئی شیعہ انہیں بہت کمزور کہہ کر نہیں مانتا۔ تو پھر اسے مسئلہ امامت
سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ لیکن وہ مسئلہ امامت کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اس لیے تحریف
قرآن کے عقیدہ کے بغیر چھٹکارا نہیں۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ مسئلہ امامت بھی رہے اور
تحریف قرآن بھی قائم۔ لہذا قرآن کریم جو موجود ہے۔ وہ ان کے نزدیک ناقص ہے یا ناکارہ۔
یہی ان کا عقیدہ اور یہی ان کا مسلک ہے۔ جب موجود قرآن محرف ہے۔ تو لازماً
وہ قرآن جو غیر محرف ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے ان کے بڑے
جگادریوں نے اس بات پر اتفاق کیا۔ اور ایک اس کا حل یہ پیش کیا۔ کہ وہ غیر محرف

قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ جب آئیں گے ساتھ لائیں گے۔

دلیلِ ہفتم

قرآن میں سے دو تہائی حصہ تحریف کی نذر ہو گیا ہے صاحب شافی شرح کافی

صافی شرح اصول کافی

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القرآن الذی جاء بہ جبرئیل علیہ السلام الی محمد سبعة عشر الف آیة۔ شرح۔ روایت است از امام جعفر صادق گفت بدرستیکہ قرآن کہ آورد آں را جبرئیل علیہ السلام بسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہفدہ ہزار آیت است۔ مراد این است کہ بسیاری از آں قرآن ساقط شدہ در مصاحف مشہورہ نیست۔ زیرا کہ مجموع قرآن کہ در مصاحف مشہورہ است عدد آیات آں نزد قراء اہل کوفہ چنانچہ موافق نقل صاحب مجمع البیان عدد آیات ہر سورة را در اول آں سورة شش ہزار و سہ صد و پنجاہ و شش آیت است ...... و احادیث صحاح در طریق خاصہ و در طریق عامہ دال است بر سقاط بسیاری از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرأت است ...... و دعوی اینکہ قرآن ہمین است کہ در مصاحف مشہورہ است

خالی از اشکال نیست ۔ و استدلال بر این باہتمام اصحاب و اہل اسلام بضبط
نہایت رکیک است بعد از آں اطلاع بر عمل ابو بکر و عمر و عثمان ۔

(صافی شرح کافی کتاب فضل القرآن
جلد دوم جزو ششم باب النوادر
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ۔ وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا ۔ اس روایت سے مراد یہ ہے ۔ کہ اس قرآن کریم کا بہت سا حصہ ساقط کر دیا گیا ہے ۔ اور موجودہ مشہور نسخوں میں وہ نہیں ہے ۔ کیونکہ موجودہ نسخہ جات میں قرآن کریم کی آیات کی تعداد کسی قرآن کے نزدیک چھ ہزار ایک سو چھتیں ہے ۔ صاحب مجمع البیان نے یہ حساب لگایا ۔

اور وہ احادیث جو عام و خاص طریقے سے تحریف و نقص قرآن پر دلالت کرتی ہیں ۔ اس قدر کثرت سے ہیں ۔ کہ ان کو جھٹلانا ایک بہت بڑی دلیری ہوگی ۔ جو کوئی بھی نہیں کر سکتا ۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے صحیح وہی ہے جو اب نسخہ جات میں موجود ہے ۔ یہ دعویٰ اشکال سے خالی نہیں ہے ۔ اور اس پر یہ دلیل پیش کرنا کہ اس کے جمع کرنے والے صحابہ رسول اور مسلمانوں نے بہت زیادہ احتیاط کی ۔ یہ استدلال بہت کمزور ہے ۔ کیونکہ ابو بکر صدیق ، عمر فاروق اور عثمان کے کردار پر مطلع ہونے والا شخص ان کے اہتمام اور احتیاط کو کچھ بھی نہیں سمجھتا

روایت بالا سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ جبرئیل جس قرآن کو حضورؐ کے پاس لائے تھے۔ وہ سترہ ہزار آیات والا تھا۔ جبکہ موجود قرآن صاحب مجمع البیان کے بقول صرف چھ ہزار تین سو چھتیس آیات والا ہے (گویا دو حصے تو دبا دیئے گئے ہیں۔ اور ایک حصہ باقی وہ بھی گڑبڑ)۔

۲۔ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات کو ٹھکرانا اس کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔

۳۔ یہ دعویٰ کہ موجودہ قرآن مکمل قرآن ہے۔ احتمال سے خالی نہیں۔

۴۔ موجودہ قرآن کے مکمل ہونے پر یہ دلیل پیش کرنا بہت کمزور ہے کہ اسے صحابہ کرام اور مسلمانوں نے بڑی احتیاط سے جمع کیا تھا۔ کیونکہ خلفائے ثلاثہ کے اعمال تو خود غیر محتاط تھے۔ اور جمع قرآن بھی ان کا ہی عمل ہے۔ (غیر محتاط اسی طرح کہ جب علی المرتضیٰ نے ایک نسخہ پیش کیا تو اس کے ابتدائی صفحات پر مہاجرین وانصار کی مذمت تھی۔ جسے انہوں نے نکال دیا۔)

فصل دوم

تحریف قرآن کے قائل علماء شیعہ کی فہرست اور ان کی اس موضوع پر تالیفات و تصنیفات کے نام

عالم کا نام	تصنیف کا نام	القاب مدحیہ کا ذکر
۱ ۔ علی بن ابراہیم قمی	تفسیر قمی	الشیخ الجلیل المحدث ۔ کلینی کا شیخ
۲ ۔ محمد بن یعقوب کلینی	اصول کافی	ثقۃ الاسلام
۳ ۔ سید محمد کاظمی	شرح الوافیہ	
۴ ۔ علامہ مجلسی	مرأت العقول	
۵ ۔ محمد بن حسن صفار	کتاب البصائر	
۶ ۔ محمد بن ابراہیم النعمانی	التفسیر الصغیر	صاحب کتاب الغیبۃ شاگرد کلینی الثقۃ الجلیل
۷ ۔ سعد بن عبداللہ قمی	ناسخ القرآن و منسوخہ	
۸ ۔ محمد بن مسعود عیاشی	امام المفسرین	
۹ ۔ علی بن احمد کوفی	بدع المحدثہ	

نام کا نام	تصنیف کا نام	القاب وغیرہ کا ذکر
۱۰ - فرات بن ابراہیم	تفسیر فرات	الشیخ الجلیل
۱۱ - محمد بن عیاش مارہیار	تفسیر القرآن	الشیخ الفقیہ
۱۲ - محمد بن نعمان المفید	مسائل سرویہ	الشیخ الاعظم
۱۳ - ابوسہیل اسماعیل بن علی بن اسحاق نوبخت	صاحب کتب کثیرہ	شیخ المتکلمین
۱۴ - ابومحمد حسن بن موسیٰ		صاحب تصانیف جیدہ
۱۵ - ابواسحاق ابراہیم بن نوبخت		الشیخ الجلیل الشیخ الاقدم الامام الاعظم امام غائب کا مصاحب ۔
۱۶ - اسحاق الکاتب		
۱۷ - ابوالقاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی		رئیس طائفہ امامیہ شیعوں اور امام غائب کے درمیان تیسرا سفیر
۱۸ - صاحب بن لیث		العالم الفاضل المتکلم
۱۹ - فضل بن شاذان	کتاب الایضاح	الشیخ الفقیہ الجلیل الاقدم ۔

عالم کا نام	تصنیف کا نام	القاب وغیرہ کا ذکر
۱۰ — فرات بن ابراہیم	تفسیر فرات	الشیخ الجلیل
۱۱ — محمد بن عباس ماہیار	تفسیر القرآن	الثقۃ الفقیہ
۱۲ — محمد بن نعمان المفید	مسائل سرویہ	الشیخ الاعظم
۱۳ — ابو سہل اسماعیل بن علی بن اسحاق نوبخت	صاحب کتب کثیرہ	شیخ المتکلمین
۱۴ — ابو محمد حسن بن موسیٰ		صاحب تصانیف جیدہ
۱۵ — ابو اسحاق ابراہیم بن نوبخت		الشیخ الجلیل الشیخ الاقدم الامام الاعظم امام غائب کا مصاحب۔
۱۶ — اسحاق الکاتب		
۱۷ — ابو القاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی		رئیس طائفہ امامیہ شیعوں اور امام غائب کے درمیان تیسرا سفیر
۱۸ — صاحب بن لیث		العالم الفاضل المتکلم
۱۹ — فضل بن شاذان	کتاب الایضاح	الشیخ الفقیہ الجلیل الاقدم۔

ان شیعہ علماء کے نام جنہوں نے تحریف قرآن پر مستقل کتابیں لکھیں۔ ان کے اور ان کی کتابوں کے نام

مصنف کا نام	کتاب کا نام	لقب
۲۰ - محمد بن حسن شیبانی	تفسیر نہج البیان	الشیخ الجلیل
۲۱ - احمد بن محمد خالد	کتاب التحریف	الشیخ الفقیہ صاحب تصانیف مشہورہ
۲۲ - محمد بن خالد	کتاب التنزیل والتفسیر	الشیخ الفقیہ
۲۳ - علی بن حسن بن فضال	التنزیل والتحریف	وہ محدث جس کی کتاب میں کوئی غلطی واقع نہ ہوئی۔
۲۴ - محمد بن حسن صیرفی	کتاب التحریف والتبدیل	قرآن کے محرف ہونے پہ مستقل کتاب لکھی۔
۲۵ - احمد بن محمد سیار	کتاب التنزیل والتحریف	قرآن کے محرف ہونے پر مستقل کتاب لکھی۔

مصنف کا نام	کتاب کا نام	لقب وغیرہ
۲۶ - محمد بن عباس بن علی	مشہور تفسیر القرآن	الفقیہ الجلیل جس نے فضائل اہل بیت کی روایات درج کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ تحریف کے موضوع پر بکثرت روایات ذکر کیں۔
۲۷ - ابن مروان الماہیار المعروف ابن حجام		قرآن کے محرف ہونے پر مستقل کتاب لکھی۔
۲۸ - ابو طاہر عبدالواحد بن عمر القمی	قراءت امیر المومنین	" " "
۲۹ - کتاب تفسیر القرآن		" " "
۳۰ - صاحب کتاب الرد علی اہل التبدیل	الرد علی اہل التبدیل	
۳۱ - مولوی محمد صالح	شرح الکافی	
۳۲ - قاضی القضاۃ علی بن عبدالعالی		الفاضل
۳۳ - ابو الحسن شریف		الشیخ المحدث الجلیل
۳۴ - نعمت اللہ الجزائری		المحدث الجزائری
۳۵ - مولوی محمد تقی المجلسی		
۳۶ - میرزا علاؤ الدین گلستانی	شارح نہج البلاغۃ	الفاضل
۳۷ - مولوی الحاج محمد اردبیلی	جامع الرواۃ	الفاضل محقق متتبع ناقد

مصنف کا نام	کتاب کا نام	لقب وغیرہ
۳۰ - حسن احمد بن علی تقی نوری طبرسی		
۳۱ - نعمانی	تفسیر عیاشی	

نوٹ :-

مندرجہ بالا تمام تفسیر مراۃ الانوار، فصل الخطاب، انوار نعمانیہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ یہ تمام کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب شیعہ میں دیگر ایسے علماء شیعہ کے نام درج ہیں۔ جو تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ہم ان کی تعداد بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ان کے علماء میں سے صرف چار ایسے ہیں۔ جو تحریف قرآن کے قائل نہیں۔ باقی سب ہی ایک ہی جبلت کی اشیں ہیں۔

۱ ۔ شیخ صدوق ۔ ۲ ۔ شریف مرتضٰے ۔ ۳ ۔ ابو جعفر طوسی ۔ ۴ ۔ ابوعلی طبرسی
یہی چار بڑے شیعہ مولوی اور علماء ہیں۔ جو اس بات کے مدعی ہیں کہ

موجودہ قرآن مکمل ہے۔ اور اس میں کوئی تحریف واقع نہیں ہوئی۔ ان چار کا مسلک چونکہ تمام سے جدا ہے۔ اس لیے ان کو قائلین تحریف کی تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔ اس کا تذکرہ ہم فصل سوم میں انشاء اللہ کریں گے۔

بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمادیں

فصل سوم

عدم تحریف کے قائل ان چار شیعہ علماء شیعہ محققین کی تنقید

سب سے پہلے ان شیعہ مجتہدین کا دور ملاحظہ فرمائیں تاکہ مذہب شیعیت کی تاریخ کے اس دور کے علاوہ ادوار میں قرآن کریم کے بارے میں ان کے عقائد سامنے آسکیں۔ ان چار شیوخ شیعہ کا زمانہ بالترتیب یوں ہے۔

۱۔ شیخ صدوق کا انتقال سنہ ۳۸۱ھ میں ہوا۔

۲۔ شیخ ابو علی طبرسی سنہ ۵۴۸ھ میں فوت ہوا۔

۳۔ شریف مرتضیٰ نے سنہ ۴۳۶ھ میں انتقال کیا۔

۴۔ اور ابو جعفر طوسی کا سن وفات سنہ ۴۶۰ھ ہے۔

گویا ان چاروں کا دور سنہ ۳۸۱ھ سے لے کر ۵۴۸ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سے پہلا شخص شیخ صدوق ہے۔ جو قرآن کریم کی تحریف کا قائل نہیں گویا تاریخ شیعیت کی پہلی تین صدیاں ایسی گزری ہیں۔ جن میں سب کے سب شیعہ قرآن کریم کے نامکمل اور محرف ہونے کے معتقد تھے۔ اس صدی پہلے

عقیدہ کی مخالفت کرنے والا پہلا شخص شیخ صدوق ہے۔ دوسرا فرد ابوعلی طبرسی ہے۔ جو چھٹی صدی ہجری میں انتقال کر گیا۔ چھٹی صدی ہجری سے لے کر پھر یہی اجتماعی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ جو تیسری صدی تک تھا۔ اس طرح زمانہ شیعیت کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا دور شیخ صدوق تک۔ جس میں کوئی بھی قرآن کریم کے محرف ہونے کا منکر نہ تھا۔ دوسرا دور شیخ صدوق سے ابوجعفر طبرسی تک کہ جس میں صرف چار علماء اس بات کے قائل نظر آتے ہیں۔ کہ موجود قرآن مکمل ہے۔ پھر تیسرا دور جو علامہ طبرسی کے بعد سے آج تک کا ہے۔ اس میں بھی پہلے دور کی طرح تمام اعاظم و اکابر شیعہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو دورِ اول کی اہل تشیع کا تھا۔ اس سے آپ بخوبی جان چکے ہیں۔ کہ مذہب شیعیت کے یہ باقی چار آدمی کس طرح مصائب اور تنقید کا نشانہ بنے ہوں گے۔ ان کے غیر اجتماعی عقیدہ کی دوسرے اہل تشیع علماء نے خوب تردید کی۔ اس طرح ثابت کیا گیا۔ کہ ہم اہل تشیع میں سے ان چار کی بات غیر مقبول ہے۔ لہٰذا مقبول و اجماعی عقیدہ یہی ہے۔ کہ موجود قرآن واقعۃً نامکمل اور محرف ہے۔ چند تردیدی اقوال ملاحظہ ہوں۔

شیخ صدوق کی عدم تحریف پر دلیل اور اس کا رد

فصل الخطاب

وبعد ملاحظة ما ذكرنا تعرف ان دعواه جرأة عظيمة و كيف يمكن دعوى الاجماع بل

الشهرة المطلقة على مسئلة خالفها الجمهور المتقدمون والجليل المحدثين من المتأخرين -
(فصل الخطاب)

ترجمہ:

ہماری ذکر کردہ باتوں کے بعد شیخ صدوق کا یہ دعوٰے کرنا کہ قرآن کریم کی عدم تحریف پر اجماع ہے۔ ایک بہت بڑی جرأت ہے بلکہ ایسے مسئلہ پر اجماع کا دعوٰے بلکہ مطلق شہرت کا دعوٰے کب درست ہو سکتا ہے۔ جس پر تمام قدماء اور متاخرین کے تمام محدث اور علماء کا خلاف موجود ہو۔

تنبیہ:

صاحب فصل الخطاب نے جہاں شیخ صدوق وغیرہ کی اس دلیل کی نفی کر دی کہ قرآن کریم کا مکمل ہونا اجماعی عقیدہ ہے۔ وہاں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کی بجائے متقدمین و متاخرین شیعہ کا اجماعی عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ غیر محرف ہونے کا عقیدہ اجماعی تو بہت دور کی بات ہے اس عقیدہ کو تو دنیائے شیعیت کے کسی دور میں شہرت بھی نہ ملی۔

فصل الخطاب:

قلت انه لشدة حرصه على اثبات مذهبه يتعلق بكل ما يحتمل تائيد مذهبه ولايلتفت الى لوازمه الفاسدة التى لا يمكنه الالتزام بها

فان ما ذكره من الشبهة في الخلافة التي ذكرها هذا المخالف القول بعينها واردة على اصحابنا المدعيين لثبوت النص الجلي على امامة مولانا علي عليه السلام واجابوا عنها بما لا يبقى معه ريب وقد احياها بعد طول المدة غفلة او تناسيا لما هو مذكور في كتب الامامية

(فصل الخطاب ص ۳۵ مطبوعہ ایران)

طبع قدیم

ترجمہ:

میں (علامہ نوری طبرسی) کہتا ہوں۔ کہ شیخ صدوق اپنے مسلک کو ثابت کرنے میں اس قدر حریص و لالچی ہے۔ کہ کسی بات سے اگر اسے اپنے مذہب کی معمولی سی تائید ہوتی نظر آئے۔ تو فوراً اسے نقل کر دے گا۔ اور یہ نہیں سوچتا۔ کہ اس کے کیسے نتائج نکلیں گے۔ لیکن ان نتائج کو تسلیم کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ جو اعتراض اس نے قرآن کریم کی تحریف کے عدم ثبوت پر کیا ہے۔ ایسا ہی اعتراض ہمارے مخالفین اس نص جلی پر کرتے ہیں۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کا معاملہ ہے۔ ہمارے شیعہ علماء نے ان مخالفین امامت علی کو ایسے جواب دیئے۔ کہ ان کے بعد شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ شیخ صدوق رحمہ نے ایک عرصہ طویل کے بعد اسی اعتراض کو پھر سے جلا دی۔ معلوم نہیں یا ان لوگوں نے ایسا غفلت سے کیا۔ یا کوئی نسیان ہو گیا تھا۔ کیونکہ امامیہ مسلک کی کتابوں میں جو کچھ ہے۔ وہ اس کے خلاف ہے۔

لمحہ فکریہ:

"نتائج فاسدہ کی طرف شیخ صدوق کا خیال نہیں گیا۔ یہ ایک امر ہے۔ کہ قرآن کریم کو مکمل ماننے پر کون سے فاسد نتیجے نکلیں گے۔ جس سے دنیائے شیعیت کے لیے پریشانی پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ علامہ نوری طبرسی دراصل کہنا یہ چاہتا ہے کہ شیخ صدوق نے قرآن کریم کے مکمل اور غیر محرف ہونے کی جو یہ دلیل پیش کی ہے۔ کہ اسے جمع کرنے والے صحابہ کرام تھے۔ انہوں نے نہایت دیانت داری اور احتیاط سے اسے اکٹھا کیا۔ لہذا ان کی دیانت داری دلیل ہے۔ اس بات پر کہ موجودہ قرآن مکمل ہے۔ اب اس کے نتائج فاسدہ دیکھئے کیا ہیں۔ پہلا نتیجہ اس کا یہ نکلے گا۔ کہ اگر ابوبکر و عمر و عثمان دیانت داری والے مان لیے جائیں۔ تو پھر خلافت میں بھی وہ دیانت دار ہی ہوں گے۔ لہذا غصب خلافت کا سارا گھروندا دھڑام سے آ گرے گا۔ اور اسی میں تو اہل تشیع بستے ہیں۔ پھر باغ فدک کا مسئلہ جڑ سے اکھڑ جائے گا۔ حالانکہ اسی کے سایہ میں ان کا ڈیرا ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ شیخ صدوق نے قرآن کریم کے بارے میں جو کہا۔ وہ اس کی غفلت کا نتیجہ ہو۔ یا بھول کر ایسا لکھ گیا ہو۔ کیونکہ مسلک امامیہ ایسے قول کی ہوش و حواس درست ہوتے ہوئے کہنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کا یہ عقیدہ پختہ اور ناقابل تبدیل ہے۔ کہ موجودہ قرآن کریم میں تحریف ہوئی۔ لہذا یہ نامکمل ہے۔"

ان چاروں مشائخ کی ایک اور دلیل اور اس کی تردید

قرآن کریم کے مکمل ہونے پر ان کی ایک دلیل یہ تھی۔ کہ موجودہ قرآن نقل متواتر سے ثابت ہے۔ اور تواتر سے نقل میں کمی بیشی متصور نہیں ہو سکتی۔ اب اس کی تردید علامہ کاشانی سے سنیئے۔

تفسیر صافی:

اقول لقائل ان یقول کما ان الدواعی کانت متوفرة علی نقل القرآن وحراسته من المؤمنین کذالك کانت متوفرة علی تغییره من المنافقین المبدلین للوصیة المغیرین للخلافة لتضمنه ما یضاد رأیهم وهواهم والتغییر وقع انما وقع قبل انتشاره فی البلاد واستقراره علی ما هو علیه الآن والضبط الشدید انما کان بعد ذالك فلا تنافیه بینهما بل لقائل ان یقول انه ما تغیر فی نفسه۔

(تفسیر صافی مقدمہ سادسہ جلد اول ص ۴۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں۔ کوئی کہنے والا یوں کہہ سکتا ہے۔ کہ جس طرح مومنوں کے لیے قرآن کریم کی نقل اور اس کی حفاظت کے اسباب بکثرت تھے اسی طرح منافقین کے لیے ایسے اسباب بھی بہت زیادہ تھے۔ جن سے قرآن کریم میں تبدیلی ہوتی ہے۔ انہی اسباب کی وجہ سے ان لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت تبدیل کر دی۔ اور خلافت میں تغیر کر دیا کیونکہ قرآن کریم میں ایسی باتیں تھیں۔ جو ان کی رائے کے بالکل ضد تھیں۔ اور انہیں اپنی رائے زیادہ پیاری تھی۔ اور قرآن کریم میں جو تغیر و تبدل ہوا۔ وہ اس کے مختلف علاقہ جات میں پھیلنے سے قبل ہوا۔ اور جو اس کی موجودہ شکل ہے۔ اس میں آنے سے پہلے ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ جہاں تک قرآن کے ضبط اور حفظ شدید کا معاملہ ہے۔ وہ ان مراحل کے بعد کی بات ہے۔ لہٰذا ان دونوں باتوں میں باہم منافات نہیں۔ یعنی اگر یہ کہا جائے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اسے نہایت احتیاط کے ساتھ اور ضبط شدید کے ساتھ جمع کیا گیا۔ تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ وہ تحریف ضبط شدید سے پہلے ہو چکی تھی۔ گویا محرف قرآن کو ضبط شدید کے ساتھ مختلف ممالک میں پھیلا یا گیا۔

لمحہ فکریہ:

دراصل قرآن کریم کے بارے میں تو موجودہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا دعویٰ

ہے۔ کہ جو ہم نے نازل کیا اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔ اس آیت کے پیش نظر
شیخ صدوق وغیرہ کی چار رتی کا مذہب درست نظر آتا تھا۔ لیکن جمہور اہل تشیع اس
کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو اس کشمکش سے علامہ کاشانی نے نجات پانے
بلکہ اپنی برادری کو نجات دینے کی کوشش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
نے قرآن کریم کی حفاظت اس وقت شروع فرمائی۔ جب یہ ابوبکر و عمر وغیرہ نے
جمع کر دیا تھا۔ یہ اسی کی حفاظت کا نتیجہ ہے۔ کہ ہر دور میں تواتر کے ساتھ اس کی
ایک ایک آیت کے ناقل موجود ہیں۔ اور اس وقت سے اب تک اس میں
کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا۔ لیکن جمع سے قبل اللہ تعالیٰ کی حفاظت نہ تھی۔ اس لیے
اس دور تک قرآن کریم کے اندر کمی بیشی ہوتی رہی۔

اس تاویل اور جواب کی تہہ میں جانے کی کوشش کی جائے۔ تو صاف نظر آئے
گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے بگاڑنے کے بعد حفاظت کا ذمہ لے رہا ہے
جیسا اس نے نازل فرمایا۔ اس کی حفاظت نہیں کی گئی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرات
صحابہ کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کہ خوب بگاڑ دو۔ حتیٰ کہ ایک تہائی رہ جائے۔
اور وہ بھی تمہاری مرضی کا۔ پھر میں اس کا بقیہ کی حفاظت کروں گا۔ خدا نہ ہوا یہ تو
کوئی چوکیدار ہو گیا۔ جو مالک سے ڈر کر مالک کی مرضی پر چلتا ہے۔ پھر اسی تاویل
کا رخ دوسری طرف پھیریئے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے جو جمع کیا تھا۔ کیا اس سے
پہلے بکھرے ہوئے قرآن کی حفاظت خدا کے ذمہ تھی۔ یا جمع کرنے کے
بعد ذمہ داری اٹھائی۔ اگر یہی تاویل و جواب غیر معصوم کے جمع کردہ پر فٹ کر دی
جائے۔ تو پھر امام غائب کے پاس بھی ایسا ہی قرآن ہوگا۔ جیسا موجود ہے۔
لہٰذا دونوں محرف ہوئے۔ پھر ایک کی تحریف اور دوسرے کی تکمیل کا اقرار و
عقیدہ کس منہ سے؟

ان چار کی قول کے علاوہ پانچواں کوئی نہیں۔ جو تحریف قرآن کا منکر ہو۔ تو یہ چار کی بات نہیں۔ بلکہ قابلِ ذکر مجتہد اور مستند شیعہ عالم پانچواں مشکل سے ہی ملے گا۔ اور یہی بات خود صاحب فصل الخطاب نے صراحۃً کہی ہے۔

فصل الخطاب:

و لم يعرف من القدماء موافق لهم ۔۔۔۔ و لم يعرف الخلاف صريحا الا من هذه المشائخ الاربعة۔

(ص ۳۴، ۳۵)

ترجمہ:

شیعہ مذہب کے متقدمین میں سے کسی سے بھی ان چار کی موافقت نظر نہیں آئی ۔۔۔۔۔ تحریف قرآن میں دو ٹوک انداز میں مخالفت صرف ان چار مشائخ سے ہی کی ہے۔

نوٹ:-

ان تمام حوالہ جات اور اکتشافات سے واضح طور پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ تمام شیعہ برادری کا یہ عقیدہ ہے کہ موجود قرآن محرّف ہے۔ اس کی تغیر و تبدل ہو چکا ہے۔ اور اصلی قرآن یہ نہیں بلکہ امام غائب کے پاس ہے۔ صرف چار مشائخ شیعہ نے تحریف سے انکار کیا لیکن ان کی اس دعویٰ پر مٹی ڈال دی گئی۔ کیونکہ اجماعی عقیدہ کے خلاف چلنے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل چہارم

”شیعوں کے اصل قرآن“ کی تعلیمات کا مختصر نمونہ

اُن شیعوں کے جو خلافِ اسلام عقائد ہیں۔ عقلِ سلیم کا فیصلہ ہے کہ یہ اسی قرآن کی تعلیمات ہو سکتی ہیں جو شیعوں کے نزدیک امام غائب کے پاس ہے۔ تو آئیے ہم آپ کو بعض شیعی عقائد اور ان کے اصلی قرآن کی تعلیمات کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

۱۔ مشرک کی تعریف　　تفسیر عیاشی

عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال: اما قولہ ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ“ یعنی انہ لا یغفر لمن یکفر بولایۃ علی واما قولہ ”و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء“ یعنی لمن والی علیا علیہ السلام۔

(تفسیر عیاشی جلد اول ص ۲۴۵ سورہ نساء زیر آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ طبع جدید و تفسیر برہان جلد ۱)

ترجمہ:

اے محمد! اگر تم نے شرک کیا یعنی حضرت علی المرتضیٰ کے بعد ولایت میں کسی اور کی ولایت شامل/واضح کیا۔ تو تیرے تمام نیک اعمال چھین لیے جائیں گے اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

وہ شرک یہ کہ حضرت علی کی ولایت میں کسی اور کو شریک کرتا ہے۔
دونوں آیات میں مذکور شرک سے مراد یہ ہوئی کہ حضرت علی المرتضیٰ کی ولایت کا انکار بھی شرک ہے ان کے علاوہ کسی دوسرے کو ولی ماننا بھی شرک ہے یعنی وہ جرم جسے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ ولایت علی کا اقرار کرو۔ اور دوسرے کسی کی ولایت تسلیم نہ کرو۔ پھر جو مرضی کرتے پھرو۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مل جائے گی۔

میرا عشق کم نصیری بالا نشین ہے۔

(۲) رسالت کی شان اور رسول کی ذمہ داری

تفسیر فرات ابن ابراہیم کوفی

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ولو لم تبلغ ما امرت بہ لحبط عملک...

(تفسیر فرات کوفی ص ۱۳۲ مطبع حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:

اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا۔ اس کی تبلیغ کر دو۔ اس
آیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر میں اس بات کو لوگوں
تک نہ پہنچاؤں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ تو اللہ کی طرف سے وعید
کی وجہ سے میرے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

مناقب ابن شہر آشوب

عیسیٰ بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ فی قولہ
"یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی وان
لم تفعل عذبتک عذابا الیما"

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۱۰۷
مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

عیسیٰ ابن عبداللہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنی یہ ہے "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک"
اے رسول! آپ پر حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق جو باتیں اور
وحی نازل کی گئی وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اور اگر تم نے نہ پہنچائیں۔ تو
پھر میں تمہیں دردناک عذاب دوں گا۔

لمحہ فکریہ

ذکر شدہ دو مرد حوالہ جات کی روایات سے معلوم ہوا کہ اگر اصل قرآن باقی رہتا

قرآن کی تعلیمات کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت اور اس کی ذمہ داری یہ ہوگی۔ کہ ولایت علی کی تبلیغ کرتے رہو۔ اور اگر اس سے آپ نے روگردانی کی۔ تو رسالت تو رسالت بقیہ نیک اعمال سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ نہیں نہیں بلکہ اس لاپرواہی پر دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ خلاصہ یہ کہ نہ تو ولایت علی کا انکار کرو۔ اور نہ اس میں کسی کو دخیل کرو۔ کیونکہ یہ شرک ہے۔ اور اس کی معافی ہرگز نہ ہوگی۔ اور ہر وقت ہر دم ولایت علی کی تبلیغ کرتے رہو کیونکہ تمہیں رسالت دی ہی اس کی تبلیغ کے لیے تھی۔ اگر اس کو ہی بھلا دیا گیا۔ تو رسالت سمیت تمام نیک اعمال چھین لیے جائیں گے۔ اور اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ اور وہ بھی اسے پیغمبر تمہارا۔ گویا حضور کی رسالت درحقیقت ولایت علی کی تبلیغ کی رہین منت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

۳۔ عدل آخرت کی کیفیت:

تفسیر مراۃ الانوار:

عن الامام الباقر قال فی حدیث له ذکر فیه طینة المومن و طینة الکافر ما معناه ان الله سبحانه و تعالیٰ یامر یوم القیامة ان یؤخذ حسنات اعدائنا فترد علی شیعتنا و یؤخذ سیئات محبینا فترد علی مبغضینا قال علیه السلام و هو قوله تعالیٰ اولئک یبدل الله سیئاتهم

حسنات۔

(تفسیر مرآۃ الانوار جلد اول ص ۱۰۱)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک حدیث میں مومن اور کافر کی مثل کے بارے میں فرمایا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حکم دے گا کہ ہم اہل تشیع کے دشمنوں کی نیکیوں کو حاصل کر کے ہمارے شیعوں کے نامہ اعمال میں ڈال دو۔ اور ہمارے چاہنے والوں کی برائیاں لے کر ہمارے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والوں کے نامہ میں ڈال دو۔ اس کے بعد امام نے فرمایا جو کچھ میں نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "و اولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات" کا مطلب یہی ہے۔

لمحہ فکریہ

"قیامت حق ہے" یہ عقیدہ اصول دین میں سے اور شیعہ سنی کے مابین متفق علیہ ہے۔ اور پھر اس روز ہر شخص کو اپنے اعمال کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کرے گا۔ اب اس اصول دینی کی تفسیر و توجیہ جو شیعہ مفسر نے امام باقر کی زبان سے بیان کی ہے اسے دیکھئے۔ تو معلوم ہوگا کہ قیامت دراصل سنیوں کو ہی سزا دینے کے لیے قائم ہوگی۔ کیونکہ وہ گناہ جو شیعہ کرتے رہیں ان کی برائیاں سنیوں کے کھاتے میں اور سنیوں کی نیکیاں ان کے حساب میں ڈال دی جائیں گی۔ لہذا کوئی شیعہ دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ اور کوئی سنی جنتی نہ ہوگا۔ یہ ہے۔ ان اہل تشیع کے اصل قرآن کا قیامت کے دن عدل کا معیار۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اہل تشیع کی بہار لگی ہے۔ متعہ کریں۔ بھنگ چرس پی کر وہ کچھ کریں۔ جو ذکر نا ہو۔

اور پھر عالم کیف و مستی میں مستانہ نعرہ لگائیں۔ یا علی تم تیرے ہیں دوزخ کے بیچ اور بیچیرے ہیں۔ قربان جائیے ایسی شریعت اور ایسے قرآن پر جس نے دنیا میں کل جھوٹ اس نے کی کھلی چھٹی دے دی۔ اور قیامت میں برأت کا پروانہ جاری کر دیا۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون

۴۔ صحابۂ رسول کے لیے اصل قرآن کے کلمات

تفسیر مرآۃ الانوار

و ما رواہ الشیخ و غیرہ عن داؤد بن کثیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام و ذکر الحدیث و فیہ قل یا داؤد عدو نا فی کتاب اللہ الفحشاء و المنکر و البغی و الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام و الاوثان و الجبت و الطاغوت و المیتۃ و الدم و لحم الخنزیر۔

(تفسیر مرآۃ الانوار جلد اول ص ۲۵۰ باب الفاء من البطون و التاویلات)
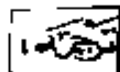
شیخ وغیرہ نے داؤد سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا۔ اے داؤد! قرآن کریم

میں ہمارے دشمنوں اصحاب کرام اور ان کے متبعین اہل سنت کے

لیے یہ الفاظ آئے ہیں۔ الفحشاء، المنکر، البغی

الخمر، المیسر، الازلام، الانصاب، الخ۔

لمحہ فکریہ:

حضرات صحابہ کرام کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام بجا لانا متفق علیہ امر ہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرتے وقت وضو کا پانی نیچے نہ گرنے دیتے تھے۔ بلکہ جسے ہاتھوں میں لے کر اپنے اپنے منہ پر مل لیا کرتے تھے۔ بلکہ آپ کا لعاب دہن بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ حوالہ کے لیے حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۱۵ باب ۲۴ در بیان غزوہ حدیبیہ ملاحظہ ہو۔ اسی جگہ اس کتاب میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ صلح کے لیے کفار کی طرف سے نمائندہ عروہ بن مسعود تھا۔ اس نے کفار مکہ کو بتایا۔ کہ میں نے بڑے بڑے حکمران اور بادشاہوں کو دیکھا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایسی اطاعت اور فرمانبرداری کسی کی نہ ہوتے دیکھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار مکہ بھی یہ جانتے تھے۔ کہ صحابہ کرام ایسی تعظیم و تکریم کوئی دوسرا اپنے بڑے کی نہیں کرتا۔ جتنی یہ اپنے پیغمبر کی کرتے ہیں۔ لیکن اہل تشیع کا اصل قرآن انہی جلیل القدر ہستیوں اور آسمان ہدایت کے ستاروں کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ جس سے ان کی توہین میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔ یعنی بے حیاء، سرکش، شراب، جوا، مردار، بت شیطان، خون، اور خنزیر کا گوشت۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اصل قرآن جو امام غائب کے پاس ہے۔ اور جسے معصوم نے جمع کیا اس کے چند مقامات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ توحید کا مفہوم، نبی کی نبوت و رسالت کی ذمہ داری

عدل باری تعالیٰ کی کیفیت اور معیارِ بیانِ رسول محترم کے بارے میں جو کچھ کہا گیا۔ہم نے بالاختصار ذکر کیا۔یہ ہے وہ مذہب کہ جس کی تعلیمات یہ ہیں۔بلکہ یہ ہے وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے مجبول کر علی المرتضےٰ کی بجائے رسول کریم پر نازل کر دیا۔اور جبرئیل جیسے سہو کر گئے۔اس کی آیات میں سے تین حصے ادھر اُدھر اُڑ گئے۔اور بقیہ بھی تحریف سے پاک نہیں ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

☆

حجۃ الکاملین، زبدۃ العارفین وارث رحمۃ للعالمین

شیخ المشائخ قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا ایک محققانہ اور عالمانہ

بیان

الحمد للہ الذی انزل الفرقان الذی هو فی

لوح محفوظ والصلوۃ والسلام علی من بلغ

رسالتہ تبلیغا کاملا وعلی آلہ واصحابہ الذین

فازوا بالسعادۃ الابدیۃ ۔ اما بعد

قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے۔ جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور دیگر کتب سماویہ سے اس کا یہ امتیازی وصف ہے اور تقاضائے عقل بھی یہی ہے۔ کہ تا قیامت بنی نوع انسان کے پاس کوئی ہدایت ہونا چاہیے۔ کیونکہ رسالت و نبوت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمادی گئی ہے۔ اس لیے آپ پر اتاری جانے والی کتاب ہی دراصل محفوظ ہو کر باقی رہنا چاہیے۔ اس لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک قرآن کریم اور دوسری اہل بیت۔

لیکن اس کے برعکس اہل تشیع کا اجماعی عقیدہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن نا مکمل

اور معروف ہے۔ اور اس مسئلہ کی تائید میں ان کے ہاں اس قسم روایات پائی جاتی ہیں۔ جو ان کے جلیل صدر اول سے ہی چلی آتی ہیں۔ ان کے عقیدہ کی ترجمانی کے لیے ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مرآۃ الانوار

واعلم ان الاحادیث النصیۃ المحصورۃ تدل علی هذه الامور المذکورۃ بل اکثرها مما اجمع علیه عند علمائنا الامامیین وقد نص علی حقیقتها بل کون جملها من ضروریات هذا المذہب۔

(تفسیر مرآۃ الانوار جلد اول ص ۴۹)

ترجمہ:

تمہیں اچھی طرح جان لینا چاہیے۔ کہ ان مذکورہ امور (قرآن کریم کے محرف اور ناقص ہونے) پر بکثرت اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ ان میں اکثر پر شیعہ امامی علماء کا اتفاق ہے۔ اور ان کے حق ہونے پر نص کی گئی ہے۔ بلکہ یہ بات تو شیعہ مذہب کی ضروریات دینیہ میں سے ہے۔

جب تحریف قرآن روایات متواترہ مشہورہ سے ان کے ہاں ثابت اور محقق ہے۔ اور یہ ان کے ضروریات دینیہ میں سے ایک ضرورت ہے۔ تو اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ جو شیعہ قرآن کریم کی تحریف کا منکر ہو۔ وہ ان کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ صرف زبانی بات نہیں۔ بلکہ اہل تشیع اس کی بھی صراحت کر چکے ہیں۔

انوار نعمانیہ

الوارد فی هذا الکتب و السنة المتواترة بحیث صار من الضروریات الدینیة یکفر منکرها اجماعا و وفاقا۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷)

ترجمہ:

اس بارے میں روایات و احادیث متواترہ اس درجہ کی ہیں۔ کہ جو اسے ضروریات دینیہ میں شامل کر دیتی ہیں۔ اور ان کا منکر بالاتفاق اجماعاً کافر ہے۔

علاوہ ازیں اہل تشیع یہ بھی نظریہ رکھتے ہیں۔ کہ اہل قرآن حضرت علی المرتضیٰ نے کر اسے تھے۔ جس میں صحابہ کرام اور قریش وغیرہ کی مذمت تھی۔ جب اسے ابوبکر و عمر نے دیکھا۔ تو رد کر دیا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے کہا۔ کہ اب یہ قرآن تمہیں نہیں ملے گا۔ چنانچہ ملنے سے فلانہ نے بھی نکتہ سے ادھر ادھر سے اپنی مرضی کے آیات جمع کیں۔ اور بوجہ غاصب اور ظالم ہونے کے انہوں نے اپنے حق میں بہت سی آیات جمع کر دیں۔ اور اصل قرآن میں سے وہ آیات جو ائمہ اہل بیت کے اسماء گرامی پر مشتمل ہیں۔ جن میں ان کے فضائل و مناقب تھے نکال باہر کر دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق ہر نماز کے بعد (بقول اہل تشیع) ان لوگوں پر لعن طعن کیا کرتے تھے۔

فروع کافی:

سمعنا ابا عبد اللہ علیه و هو یلعن فی دبر کل مکتوبة اربعة من الرجال و اربعا من

من النساء فلان وفلان وفلان ومعاویۃ ویسمیھم وفلانۃ وفلانۃ وھند وام الحکم اخت معاویۃ

(فروع کافی جلد ۳ ص ۳۴۲)

ترجمہ:

ہم سے امام جعفر صادق سے سُنا کہ وہ ہر فرضی نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ فلاں فلاں فلاں اور معاویہ مردوں میں سے۔ فلاں فلاں ہند اور امیر معاویہ کی بہن ام الحکم۔ امام موصوف ان اشخوں کے نام لے کر ایسا کرتے تھے۔

نوٹ:

کلینی صاحب فروع کافی نے "تقیہ" سے کام لیتے ہوئے تین مردوں اور دو عورتوں کا نام ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ روایت کے الفاظ یہ کہتے ہیں۔ کہ امام جعفر ان اشخوں کے نام لے کر لعن طعن کیا کرتے تھے۔ بقیہ تین مرد اور دو عورتیں ان کی کتب سے چھان بین کے بعد یہ ہیں۔ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، سیدہ حفصہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان حوالہ جات کے ذکر کرنے کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ اہل تشیع موجود قرآن کریم کو نامکمل اور محرف تسلیم کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور داماد کو معاذ اللہ ظالم، کافر اور ملعون قرار دیتے ہیں۔ ایسے بد عقیدہ لوگوں سے کسی سُنی کا دینی اور مذہبی تعلق کب جائز ہے؟

رہا دوسری بات پر ایمان یعنی یہ کہ اہل بیت سے ساتھ تمسک و اعتصام تو اس بارے میں بھی ان کے نظریات کا خلاصہ سُن لیجئے۔

رجال کشی: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہشام ابن حکم روایت کر

امام فرماتے ہیں۔ لوگوں نے ہماری احادیث کو غلط ملط کر دیا جس کی وجہ سے غلط اور صحیح کا امتیاز بہت مشکل ہو گیا ہے۔ لہٰذا طریقہ یہ ہے کہ ہماری احادیث اور روایات کو جب تم سنو۔ تو قرآن پر پیش کرو جس کو قرآن کے مطابق پاؤ۔ اس پر عمل کرو۔ دوسری کو چھوڑ دو۔

(رجال کشی ص ۱۹۵)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کی احادیث و مرویات کو صحیح و غلط کے امتیاز کے لیے کس قرآن پر پیش کریں۔ موجود قرآن تو ان کے ہاں محرف اور ناکمل ہے۔ جس سے ان احادیث کا امتیاز دینا تھا۔

لہٰذا اب کوئی طریقہ ایسا نہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کی باتوں کی صحت معلوم کی جا سکی۔ اس لیے گمراہی سے بچنے کا دوسرا سہارا بھی ہاتھ سے گیا۔

مختصر یہ کہ اہل تشیع کا نہ موجودہ قرآن پر ایمان ہے اور نہ ہی ان کے پاس ائمہ اہل بیت کے صحیح فرامین و ارشادات موجود ہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں۔ کہ جن کو مضبوطی سے تھامنے کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے ان دونوں سے محرومی کے علاوہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال (ابوبکر، عمر فاروق) اور آپ کے داماد (حضرت عثمان) اور دیگر صحابہ کرام کو مسلمان نہ سمجھتے ہوئے ان پر لعن طعن کرنا جائز قرار دیا۔ تو ایسے لوگوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ ان سے اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کب راضی ہو سکتے ہیں؟ اور پھر اس پر فخر یہ کہ وہ محب اہل بیت ہی ہیں؟

لہٰذا میں اپنے تمام مریدین، متوسلین اور متعلقین کو حکم دیتا ہوں۔ کہ ان گستاخ لوگوں کے ساتھ رشتہ ناطہ نہ کریں کرائیں۔ اور نہ ہی ان کی محافل و مجالس

میں شمولیت کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہی نکلے گا۔ کہ نہ ہی اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی رہیں گے۔ اور

خسر الدنیا و الاخرۃ ذالک ھو الخسران المبین

کے مصداق بنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ میرے یہ چند کلمات مقبول و منظور فرمائے۔ اور انہیں باعث ہدایت بنا سکے۔ آمین

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

سید محمد باقر علی شاہ

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

ضلع گوجرانوالہ

(۱۰ ذی الحجہ شریف ۱۴۰۳ھ)

ماخذ و مراجع

عقائد جعفریہ جلد سوم میں جن شیعہ کتب سے استفادہ کیا گیا

کتاب	مصنف	طبع کتابت
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی	تہران جدید
روضہ کافی	" "	"
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	ایران قدیم
احتجاج طبرسی	احمد بن علی طبرسی	نجف اشرف جدید
فصل الخطاب	حسین بن محمد نوری	ایران قدیم
تذکرۃ الائمہ	ملاں باقر مجلسی	" "
ترجمہ مقبول	علامہ مقبول احمد مترجم	اسلام جدید لاہور
قرب الاسناد	عبداللہ بن جعفر قمی	(نولکشور قدیم)
صافی شرح کافی	ملاں خلیل قزوینی	نولکشور (قدیم)
تفسیر مجمع البیان	علامہ طبرسی	تہران جدید
تفسیر صافی	علامہ فیض کاشانی	" "
تفسیر لوامع التنزیل	علامہ حائری	لاہور قدیم
تفسیر قمی	علامہ علی بن ابراہیم قمی	ایران قدیم

کتاب	مصنف	طبع کتاب
تفسیر منہج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی	تہران جدید
تفسیر حسن عسکری	امام حسن عسکری	لکھنو قدیم
تفسیر فرات	فرات بن ابراہیم کوفی	نجف اشرف قدیم
نہج البلاغہ	سید شریف رضی	بیروت طبع جدید
رجال کشی	محمد بن عبد العزیز کشی	کربلا جدید
اساس الاصول	دلدار علی مجتہد شیعہ	"
تہذیب الاحکام	ابو جعفر طوسی شیخ الطائفہ	تہران جدید
امالی صدوق	محمد بن علی صدوق	ایران قدیم
عدۃ الاصول	ابو جعفر طوسی	بمبئی قدیم
رسالہ تحریف قرآن	علامہ حائری شیعہ	لاہور
تفسیر عیاشی	محمد بن مسعود عیاشی	تہران جدید
تفسیر مرآۃ الانوار	محدث ابو الحسن	تہران جدید
مناقب ابن شہر آشوب	محمد بن علی بن شہر آشوب	قم جدید
اساسات الاصول	بہاء الدین شیعہ	لکھنو قدیم
تنقیح المقال	علامہ مامقانی	تہران قدیم
مرآۃ العقول	ملا باقر مجلسی	تہران جدید
من لا یحضرہ الفقیہ	ابن بابویہ قمی	" "
ارشاد مفید	محمد بن نعمان مفید	قم جدید
مجالس المومنین	نور اللہ شوستری	تہران قدیم
توضیح المسائل	آیت اللہ خمینی	تہران جدید

کتاب	مصنف	طبع کتاب
کشف الغمہ	ابوالحسن اربلی	تبریز
حیات القلوب	ملا باقر مجلسی	نولکشور قدیم
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی	تہران جدید
صحیفہ کاملہ	سید ہاشم عراقی	تہران جدید